ضروریات دین: تعریفات واقسام

تحریر

طارق انور مصباحی

ناشر

اعلی حضرت ایجوکیشنل اینڈ کلچرل سوسائٹی (توپسیا: کلکتہ)

(ما آتاکم الرسول فخذوہ وما نہاکم عنہ فانتہوا)

(سورہ حشر:۷)

ضروریات دین کی تعریفات واقسام کا بیان اور حدتام کا تعین

ضروریات دین:تعریفات واقسام

تالیف

طارق انور مصباحی

ناشر

اعلیٰ حضرت ایجوکیشنل اینڈ کلچرل سوسائٹی (توپسیا:کلکتہ)

(علم عقائد کورس کی نصابی کتاب)

نام رسالہ: ضروریات دین: تعریفات واقسام

تحریر: طارق انور مصباحی

اشاعت: صفر المظفر ۱۴۴۵ھ

اگست ۲۰۲۳ء

صفحات: دوسو چھہتر (۲۷۶)

ناشر: اعلیٰ حضرت ایجوکیشنل اینڈ کلچرل سوسائٹی

(توپسیا: کلکتہ)

فہرست مضامین

مقدمہ **9**

ضروریات عقلیہ وضروریات شرعیہ 10

ضروریات شرعیہ کی تشریح 12

ضروریات دین اور عقائد اسلامیہ کے دلائل 17

باب اول **18**

ضروریات دین کی تعریفات وتعبیرات 18

تعریف اول 19

تعریف دوم 21

تعریف سوم 24

تعریف چہارم 29

تعریف پنجم 32

تعریف ششم 41

تعریف ہفتم 43

تعریف ہشتم 48

ضروریات دین کی حد تام 48

ضروریات عقلیہ وضروریات شرعیہ 49

باب دوم **50**

ایک عالم سے ضروری دینی کی متعدد تعریف وتعبیر 50

امام غزالی شافعی کی تعبیرات 50

امام ابن حجر ہیتمی مکی شافعی کی تعبیرات	51
اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کی تعبیرات	52
ضروریات دین کی قسم دوم پر ضروریات کا اطلاق	53
قسم دوم (ضروریات اہل سنت) کو غیر ضروری کہنا	55
ضروریات دین وضروریات اہل سنت کا مشترکہ بیان	56
باب سوم	**59**
ضروریات دین کی تعریفات ثمانیہ اور حد تام کا تعین	59
فصل اول	**61**
تعریف کے اقسام اور متعلقات ومبادیات	61
ایک ماہیت کی ایک ہی حد تام	69
حد ورسم کی تعریف	70
کلیات خمسہ کی تعریفات	71
فصل دوم	**73**
ضروریات دین کی حد تام کا تعین	73
تعریف اول: حد تام	74
تعریف دوم تعریف اول کی مشہور تعبیر	76
تعریف سوم حد تام نہیں	77
تعریف چہارم حد تام نہیں	78
تعریف پنجم حد تام نہیں	79
تعریف ششم حد تام نہیں	80
تعریف ہفتم حد تام نہیں	82

تعریف ہشتم حدتام نہیں	84
باب چہارم	**86**
تعریفات سبعہ کی حیثیت کاتعین	86
خاصہ کی تعریف واقسام	87
ضروری دینی کی دونوں قسموں کی تفصیل	90
قسم اول کی تفصیل	90
قسم دوم کی تفصیل	92
تعریف بالرسم کامفہوم	93
تعریف اول کا تجزیہ	96
تعریف دوم کا تجزیہ	96
تعریف سوم کا تجزیہ	97
خبرمتواتراورافادۂ یقین	97
تعریف چہارم کا تجزیہ	99
اجماع مجردکاوقوع کب ہوا؟	103
تعریف پنجم کا تجزیہ	105
تعریف ششم کا تجزیہ	106
نسبت کا یقینی ہونااورامر دینی کا یقینی ہونادوامر	111
تعریف ہفتم کا تجزیہ	115
تعریف ہشتم کا تجزیہ	118
بداہت (بدیہی ہونے) کے معانی	119
ضروریات دین بدیہی کیسے؟	120

ضروریات دین کی تعریفات میں تناقض نہیں	127
باب پنجم	**129**
تعریف ششم و ہفتم میں خواص وعوام کا ذکر	129
خواص وعوام کے متعدد معانی	130
بداہت کے متعدد معانی	132
ضروریات دین کی شہرت اور خواص وعوام کا معنی	135
صحبت یافتہ عوام سے کون حضرات مراد ہیں؟	137
امام الائمہ اپنے استاذ فقہ کی صحبت میں	139
امام حماد بن ابی سلیمان کی جانشینی	140
ضروری دینی کی تعریف میں علم سے ملکہ مراد	143
علوم وفنون کی تعریف میں علم سے ملکہ مراد	144
ضروری دینی کی تعریف ہفتم	148
ضروری دینی کے مشہور ہونے کا معنی	151
باب ششم	**154**
بعض ضروریات دین کا تفصیلی علم محال	154
فصل اول	**154**
اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کا تفصیلی علم محال بالذات	154
اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کی حقیقت کا علم محال بالذات	157
اللہ تعالیٰ کے اسمائے طیبہ غیر متناہی	158
کلمات الٰہیہ کا لامحدود ہونا	162
حضرات انبیائے کرام وملائکہ عظام کا تفصیلی علم محال بالغیر	163

فصل دوم	**165**
ضروریات دین کی کثرت عدم احاطہ کا سبب اصلی	165
عقلیات کی کثرت اور نصوص میں عدم صراحت	170
ضروریات عقلیہ کی کثرت کا سبب	174
سمعیات پر متفرع عقلیات	174
عقل صحیح سے عقائد اسلامیہ کا ثبوت	179
اسلامی عقائد اور عقل صحیح	180
قیاسی مسائل قطعی نہیں	180
ہر ضروری دینی پر نص ہونا لازم نہیں	184
باب ہفتم	**191**
یقین اختیاری ویقین اضطراری	191
ایمان کی تعریف	191
یقین اضطراری ویہود ونصاریٰ وکفار ومشرکین	195
ایمان بالغیب اور یقین اختیاری	201
منافقین کو یقین اختیاری حاصل نہیں تھا	202
کفار ومشرکین ومرتدین وضالین اور یقین اختیاری	203
تصدیق شرعی سے خاص قسم کی تصدیق مراد	203
ایمان اجمالی وایمان تفصیلی کا بیان	205
باب ہشتم	**211**
ضروریات دین تمام مومنین کے حق میں بدیہی	211
ضروریات دین سے متعلق فتاویٰ رضویہ کی عبارت	212

نظری کب ملحق بالبدیہی ہوتا ہے؟	215
امام اہل سنت کے قول کی توضیح	215
بدیہی اور ملحق بالبدیہی میں فرق	215
ضروریات دین ونظریات دین کا بیان	216
ضروریات دین بدیہی یا نظری؟	218
امر اول:ضروریات دین کی دلیل کا ثبوت بدیہی	220
امر دوم:قول نبوی سے اس کے مضمون کا اثبات نظری	220
ضروریات دین کو بدیہی کہنے کی وجہ	226
ضروریات دین بدیہیات کے مشابہ	227
ضروریات دین تمام مومنین کے لیے بدیہی	229
امر سوم:قول نبوی سے ثابت ضروریات دین بدیہی	229
خبر واحد سے ثابت ہونے والے مسائل ظنی	233
ضروریات دین کے بدیہی ہونے کی وضاحت	233
باب نہم	**238**
کیا تمام ضروریات دین کا علم ضروری ہے؟	238
علم فقہ اور حفظ قرآن مجید	242
نماز سے متعلق احکام کو جاننا لازم	243
عقائد کے ضروری مسائل کو سیکھنا لازم	246
باب دہم	**253**
بیان ضروریات وتشریح ضروریات	253
خاتمہ:تمام عقائد کو ماننے کا حکم	262

مقدمہ

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم::الحمد للّٰہ رب العٰلمین

والصلٰوۃ والسلام علٰی شفیع المذنبین وآلہ واصحابہ اجمعین

ضروری دینی کی دوقسمیں ہیں:(1)ضروریات عقلیہ(2)ضروریات شرعیہ۔

ضروریات شرعیہ کی دوقسمیں ہیں:

(1)حاضر دربار رسالت کے لیےضروری دینی۔

(2)دربار رسالت کے غیر حاضر کے لیےضروری دینی۔

جیسےجسم نامی کے دوفرد ہیں:(1)حساس متحرک بالارادہ یعنی حیوان(2)غیر حساس وغیر متحرک بالارادہ یعنی شجر۔حیوان کے بہت سے افراد ہیں،جیسے انسان،فرس،شیر وغیرہ۔

اسی طرح مطلق ضروری دینی کی دوقسمیں ہیں:ضروریات عقلیہ وضروریات شرعیہ۔ دربار رسالت کے حاضر وغیر حاضر کے اعتبار سےضروریات شرعیہ کی مذکورہ بالا دوقسمیں ہیں۔

دینی کتابوں میں ضروریات دین کی متعدد تعریفات وتعبیرات مرقوم ہیں ۔بعض تعریفات ضروریات شرعیہ کی ہیں اوراکثر تعریفات وتعبیرات ضروریات شرعیہ کی قسم دوم کی ہیں۔مطلق ضروری دینی اورضروریات عقلیہ کی تعریف کتابوں میں نظرنہیں آتی ہے۔

مطلق ضروری دینی وہ ہےجس کی تصدیق فرض ہےاوراس کےصریح متعین انکار پر تکفیر کلامی ہوتی ہے،خواہ وہ ضروریات عقلیہ میں سے ہوجیسے نبی ورسول کی نبوت ورسالت کی تصدیق،یاضروریات شرعیہ میں سے ہو،جیسے نماز پنج گانہ کی فرضیت کی تصدیق۔

ایمان کے لیے تمام ضروریات دین کی اجمالی تصدیق فرض ہے ۔تفصیلی تصدیق صرف اس کی فرض جس کاتفصیلی علم ہو۔ضروریات عقلیہ وضروریات شرعیہ کا بیان علم کلام کی کتابوں میں متفرق طور پرہوتا ہے۔ضروریات دین کے ساتھ ضروریات اہل سنت ودیگر

اجماعی وغیراجماعی ظنی وفروعی عقائد کا بھی مخلوط ذکر ہوتا ہے،لہٰذا بظاہر امتیاز مشکل ہے۔

ضروریات دین وغیر ضروریات دین میں فرق کا آسان طریقہ یہ ہے کہ جن امور دینیہ کے انکار پر تکفیر کلامی کا حکم ہوتا ہے، وہ تمام ضروری دینی ہیں۔ہاں،بعض علامات کفر کے سبب بھی حکم کفر نافذ ہوتا ہے جیسے بت کوسجدہ کرنا علامت کفر ہے،لہٰذا مرتکب کی تکفیر ہوگی۔

امام ابن نجیم مصری حنفی نے رقم فرمایا:(**وفی جامع الفصولین:روی الطحاوی عن اصحابنا–لا یُخْرِجُ الرَّجُلَ من الایمان الا جُحُوْدُ ما ادخله فیه**)

(البحرالرائق:باب احکام المرتدین:جلد پنجم:ص134-مکتبہ شاملہ)

ترجمہ:جامع الفصول میں ہے کہ امام ابوجعفر طحاوی حنفی مصری علیہ الرحمۃ والرضوان نے ہمارے اصحاب حنفیہ سے روایت کیا کہ آدمی کو ایمان سے اسی امر کا انکار خارج کرے گا جس(کے اقرار)نے اسے اسلام میں داخل کیا ہے۔

ضروری دینی کا اقرار اسلام میں داخل کرتا ہے اور اسی کا انکار اسلام سے خارج کرتا ہے۔اس سے واضح ہوگیا کہ ضروری دینی وہ امر دینی ہے کہ ایمان کے لیے جس کی تصدیق فرض ہے اور اس کا انکار کفر ہے،خواہ اس ضروری دینی کا ثبوت عقل صحیح سے ہو، یا سمعی دلائل (قرآن وحدیث)سے ہو۔عقل سے ثابت ہونے والی ضروریات دین کو ضروریات عقلیہ اور سمعی دلائل سے ثابت ہونے والی ضروریات دین کو ضروریات شرعیہ کہا جاتا ہے۔

ضروریات عقلیہ وضروریات شرعیہ

ضروریات دین کی دو قسمیں ہیں:ضروریات عقلیہ وضروریات شرعیہ۔ضروریات عقلیہ کا ثبوت عقل صحیح سے ہوتا ہے اور ضروریات شرعیہ کا ثبوت شرعی دلائل سے ہوتا ہے۔دونوں ضروریات کا ذکر مندرجہ ذیل عبارت میں ہے اور نظریات شرعیہ(ضروریات اہل سنت)کا بھی ذکر ہے۔چوں کہ ان احکام کا ثبوت دلائل سے استدلال کے ذریعہ ہوتا ہے،

لہٰذاان احکام کونظریات کہا جاتا ہے۔تمام ظنی امور بھی نظریات یعنی استدلالی ہی ہیں۔

علامہ بحرالعلوم فرنگی محلی لکھنوی(۱۱۴۲ھ-۱۲۲۵ھ)نے رقم فرمایا:

((المصیب)من المجتهدین ای الباذلین جهدهم(فی العقلیات واحد -والا اجتمع النقیضان)لکون کل من القدم والحدوث مثلًا مطابقًا للواقع (وخلاف العنبری)المعتزلی فیه (بظاهره غیر معقول)بل بتاویل کما سیجئی ان شاء اللّٰه تعالٰی.

(وَالْمُخْطِئُ فِیْهَا)ای فی العقلیات(اِنْ کَانَ نَافِیًا لِمِلَّةِ الاسلام فکافرٌواٰثِمٌ علٰی اختلاف فی شرائطه کَمَا مَرَّ)من بلوغ الدعوة عند الاشعریة ومختارالمصنف-وَمضیء مُدَّةِ التَّأمُّل والتمییز عند اکثر الماتریدیة(وَاِنْ لَمْ یکن)نافیًا لِمِلَّةِ الاسلام(کخَلْقِ القراٰن)ای القول به ونفی الرویة والمیزان وامثال ذلک (فَاٰثِمٌ لَا کَافِرٌ) ....

(وَالشَّرعیات القطعیات کذلک)ای مثل العقلیات(فمنکر الضروریات)الدینیة(مِنْهَا کَالْاَرْکَانِ)الاربعة الَّتِیْ بُنِیَ الاسلامُ عَلَیْهَا- الصَّلٰوةِ والزَّکَاةِ وَالصَّوْمِ وَالْحَجِّ (وحجیة القراٰن ونَحْوِهِمَاکافرٌ اٰثِمٌ-وَ مُنْکِرُ النَّظریات)منها(کحجیة الاجماع وخبرالواحد)وَعَدُّوْا مِنْهَا حجیة القیاس اَیْضًا(اٰثِمٌ فقط)غَیْرُ کَافِرٍ) (فواتح الرحموت: جلددوم:ص377)

ترجمہ:عقلی اعتقادیات میں اجتہاد کرنے والوں یعنی اپنی قوت صرف کرنے والوں میں سے ایک صحت کو پانے والا ہوتا ہے،ورنہ نقیضین کا اجتماع ہوجائے گا،مثلاً قدم وحدوث میں سے ہرایک کے واقع کے مطابق ہونے کے سبب،اوراس میں عبیداللہ عنبری معتزلی کا اختلاف بظاہر غیر معقول ہے،بلکہ وہ ایک تاویل کے سبب ہے،جیسا کہ ان شاءاللہ تعالیٰ عنقریب آئے گا۔

اورعقلی اعتقادیات میں خطا کرنے والا اگرملت اسلامیہ کا انکار کرنے والا ہےتو کافر وآثم ہے،اس کے شرائط میں اختلاف کے ساتھ،جیسا کہ گزرا،یعنی اشعریہ کے یہاں دین کی دعوت کا پہنچنا،اور(یہی) مصنف(علامہ محبّ اللہ بہاری) کا مسلک مختار ہے،اور مدت تأمل کا گزرنااورسن تمیز(سات سال کی عمر) کو پہنچنا اکثر ماتریدیہ کے یہاں (شرط ہے)

اور اگرملت اسلامیہ کی نفی کرنے والا نہ ہو، جیسے قرآن کے مخلوق ہونے کا قول کرنا اوررویت الٰہی ،میزان عمل اوران جیسے امورکاانکارکرناتووہ آثم ہے،کافرنہیں۔

شرعی قطعیات اسی طرح ہیں،یعنی عقلی قطعیات کی طرح ہیں، پس قطعیات شرعیہ میں ضروریات دین کا انکار کرنے والا کافروآثم ہے، جیسے ارکان اربعہ جن پر اسلام کی بنیاد ہے، نماز ،زکات ،روزہ وحج اورقرآن مقدس کے حجت ہونے اوران جیسے امور کا انکار کرنے والا(کافروآثم ہے)،اورشرعیات قطعیہ میں سے نظریات کاانکارکرنے والاصرف آثم ہے، کافرنہیں ،جیسے اجماع اورخبر واحد کے حجت ہونے کا انکار کرنے والا ،اورعلما نے قیاس کی حجیت کوبھی اسی میں شمار کیا۔

قرآن عظیم اورحدیث متواتر کا حجت شرعی ہونا ضروریات دین سے ہے۔خبرواحد، اجماع اورقیاس کا حجت شرعی اوردلیل شرعی ہوناضروریات اہل سنت سے ہے۔

ضروریات شرعیہ کی تشریح

ضروریات شرعیہ: وہ دینی امور ہیں جن کا ثبوت حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قطعی بالمعنی الاخص ہو۔قطعی الثبوت بالمعنی الاخص ہونا اور بدیہی الثبوت ہونا دونوں ایک ہی بات ہے،یعنی ثبوت میں احتمال بعید بھی نہ ہو۔قطعی الثبوت بالمعنی الاخص ہونے کی دوصورت ہے:

(الف) صحابی نے حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے کوئی دینی بات سنی ہوتووہ امر دینی ان کے حق میں قطعی الثبوت بالمعنی الاخص اورضروری دینی ہے۔

(ب) جوامر دینی حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر ہو، وہ قطعی الثبوت بالمعنی الاخص ہے۔ایساامر دینی حاضر وغیر حاضر ہرایک کے حق میں ضروری دینی ہے۔

اس کا قطعی علم ہوجانے کے بعداس کا صریح متعین انکار کفر کلامی ہے۔

علم کلام کی کتابوں میں یہ تفصیل مرقوم ہوتی ہے کہ دربار رسالت کے حاضر کے لیے وہ امر دینی ضروری دینی ہے جو وہ حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنے اور غیر حاضر کے لیے وہ امر دینی ضروری دینی ہے جس کا دینی امر ہونا متواتر ہو۔

(1) علامہ عبدالعزیز ملتانی فرہاری (۱۲۰۶ھ-۱۲۳۹ھ) نے ایمان کی تعریف کی تشریح میں رقم فرمایا: ((**فی جمیع ما علم بالضرورۃ**)

قیل:اراد بالضرورۃ ما یقابل الاستدلال-فالضروری کالمسموع من فم رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالی علیہ وسلم-او المنقول عنہ بالتواتر- کالقرآن والصلوات الخمس وصوم رمضان وحرمۃ الخمر والزنا)

(النبراس شرح شرح العقائد:ص531-مکتبہ یاسین استنبول ترکی)

ترجمہ:ضرورت (بداہت) سے وہ مراد ہے جو استدلال کے مقابل ہے،پس ضروری دینی جیسے وہ امر جو حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنا گیا ہو، یا جو حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ مروی ہو، جیسے قرآن عظیم،نماز پنج گانہ،رمضان کا روزہ اور شراب وزنا کی حرمت۔

(2) امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے قطع اخص کی بحث میں رقم فرمایا:

(واعتبرہ بمسئلۃ سمعھا صحابی من النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم شفاھا وبلغ غیرہ باخبارہ فھو قطعی عندہ،ظنی عندھم)

(فتاویٰ رضویہ: جلداول:ص8-مکتبہ رضویہ کراچی)

ترجمہ:اس کواس مسئلہ سے سمجھو کہ جس کو کسی صحابی نے خود حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم سے سماعت کیا ہو،اوران کے علاوہ کوان صحابی کے بتانے سے معلوم ہوتو ان صحابی کے نزدیک وہ قطعی ہے،اوردوسروں کے نزدیک ظنی ہے۔

پس ان صحابی کے حق میں وہ امر دینی ضروری دینی ہے، کیوں کہ وہ ان کے حق میں قطعی الثبوت بالمعنی الاخص ہے اور غیر حاضر کوخبر واحد سے موصول ہوا تو اس کے حق میں ظنی ہے۔اگر بہت سے صحابہ کرام اس دینی بات کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سماعت کرتے ، پھراس دینی امر کی متواتر روایت ہوتی تو غیر حاضر کے حق میں بھی یہ امر دینی قطعی الثبوت بالمعنی الاخص ہوجاتا اور غیر حاضر کے لیے بھی یہ دینی امر ضروری دینی ہوجاتا۔

(3) صدقہ فطر کا وجوب خبر متواتر سے ثابت نہیں، بلکہ خبر واحد سے ثابت ہے۔جس نے خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے صدقہ فطر کے وجوب کی بات سنی،وہ اگراس کے وجوب کا انکار کرے تو وہ کافر ہے، کیوں کہ صدقہ فطر کا وجوب اس کے حق میں ضروری دینی ہے ،اورخبر واحد سے مروی ہونے کے سبب دربار رسالت کے غیر حاضر مومنین کے لیے وہ امر ضروری دینی نہیں،پس غیر حاضرین کا حکم جداگانہ ہے۔

علامہ فضل رسول بدایونی نے رقم فرمایا:(**يَـكْفُرُ الشَّاهِدُ بِاِنْكَارِ اِيْجَابِ صَدَقَةٍ بِسِـمَاعِهٖ مِنْ فِيْهِ صلى الله عليه وسلم–وَيُفَسَّقُ الغائب وَيُضَلَّلُ–لِاَنَّهٗ لَمَّا لَمْ يَسْـمَعْهُ من فيه صلى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ–لَمْ يَكُنْ ثُبُوْتُهٗ قَطْعِيًّا–فَلَمْ يَكُنْ اِنْكَارُهٗ تَـكْـذِيْبًـا لَـهٗ صـلـى الـلّٰه عليه وسلم–بَلْ لِلرُّوَاةِ وَتَغْلِيْظًا لَهُمْ–وهو فِسْقٌ وَ ضَلَالٌ،لا كُفْرٌ–اَللّٰهُمَّ اِلَّا اَنْ يَكُوْنَ اِسْتِخْفَافًا لِكَوْنِهٖ انما قاله النبى صلى الله عـليه وسلم–ولم ينزل فى القراٰن صَرِيْحًا–فَيَكْفُرُ لاستخفافه بجناب النبى صلى اللّٰه عليه وسلم**)(المعتقد المنتقد:ص212-المجمع الاسلامی مبارک پور)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سماع کے سبب صدقہ کے وجوب کے انکار کی وجہ سے حاضر دربار رسالت کی تکفیر کی جائے گی اور غیر حاضر

شخص کی تفسیق وتضلیل کی جائے گی، کیوں کہ جب اس نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے نہیں سنا تو اس کا ثبوت قطعی نہیں، پس اس کا انکار حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تکذیب نہیں ہے، بلکہ راویوں کی تکذیب اوران پر تغلیظ ہے، اور وہ فسق وگمرہی ہے، کفر نہیں ہے، مگر یہ کہ (انکار) استخفاف کے طور پر ہو، کیوں کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قول مبارک ہے اور وہ قرآن میں صریح طور پر نازل نہیں ہوا، پس وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے استخفاف شان کے سبب کافر ہوگا۔

(الف) صدقہ فطر کا وجوب خبر واحد میں مروی ہونے کے سبب اجتہادی وظنی امور میں سے ہے۔ظنی واجتہادی امور کا جو حکم ہے، وہی حکم صدقہ فطر کے وجوب کا ہے۔

(ب) راویوں کی تکذیب کے سبب خبر واحد کا انکار فسق وضلالت ہے۔

(ج) اگر خبر واحد کا انکار اس وجہ سے کیا کہ یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے۔ یہ قرآن مقدس میں نازل نہیں ہوا تو یہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا استخفاف شان اور کفر ہے۔ اگر کسی نے حدیث موضوع کو حدیث نبوی اعتقاد کر کے صرف اس لیے انکار کیا کہ یہ قول نبوی ہے، فرمان الٰہی نہیں تو وہ استخفاف کے سبب کافر ہے۔ حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم وتوقیر کی فرضیت ضروریات دین سے ہے۔

حاضر وغیر حاضر کا فرق صرف ضروریات شرعیہ میں ہوتا ہے اور ضروریات عقلیہ میں ایسا کوئی فرق نہیں ۔جن ضروریات عقلیہ کا علم ہے، ان کی تفصیلی تصدیق کا حکم ہوگا، ورنہ اجمالی تصدیق کافی ہے، جیسا کہ ضروریات شرعیہ کی لاعلمی کے وقت اجمالی ایمان کافی ہے۔

علامہ بدایونی قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:(**ویختلف حال الشاهد للحضرة النبوية وحال غيره فى بعض المنقولات دون غيره**)

(المعتقد المنتقد:ص210-المجمع الاسلامی مبارک پور)

ترجمہ: دربار رسالت کے حاضر کا حکم اور غیر حاضر کا حکم بعض منقولات (ضروریات

شرعیہ) میں مختلف ہوتا ہے، نہ کہ اس کے علاوہ میں۔

ضروریات عقلیہ میں سے جن ضروریات کی تائید شرعی دلائل سے ہوچکی ہے، ان کو بھی ضروریات شرعیہ میں شمار کیا جاتا ہے، مثلاً نبوت ورسالت کا ثبوت اور قرآن کے کلام الٰہی ہونے کا ثبوت، نبی ورسول کے صدق کے واجب ہونے کا ثبوت عقل صحیح سے ہوتا ہے، پھر ان ضروریات عقلیہ کی تائید شرعی دلیل سے ہوگئی تو اب ان کا شمار ضروریات شرعیہ میں بھی ہوتا ہے۔ چوں کہ ان امور کا ثبوت عقل سے ہوا ہے، لہٰذا یہ ضروریات عقلیہ سے ہیں۔

علامہ بدایونی قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا: (**فی الارشاد لِاِمَامِ الحرمین: اعلموا وَفَّقَکُمُ اللّٰہُ اَنَّ اصول العقائد تنقسم الٰی ما یُدْرَکُ عَقْلًا وَلا یَسُوْغُ تَقْدِیْرُ اِدْرَاکِه سَمْعًا–وَاِلٰی مَا یُدْرَکُ سَمْعًا وَلَا یَتَقَدَّرُ اِدْرَاکُه عَقْلًا–وَاِلٰی مَا یَجُوْزُ اِدْرَاکُه سمعًا وَعَقْلًا**) (المعتقد المنتقد :ص179-مجلس برکات مبارکپور)

ترجمہ: امام الحرمین کی تصنیف ''ارشاد'' میں ہے: تمہیں معلوم ہو، اللہ تم کو توفیق بخشے، بنیادی عقیدوں کی تین قسمیں ہیں: (۱) ایک وہ جس کا ادراک عقل سے ہو، اور دلیل سمعی سے اس کے ادراک کی تقدیر ممکن نہ ہو۔ (۲) دوسری وہ جس کا ادراک دلیل سمعی سے ہو، اور عقل سے اس کا ادراک ہونا متصور نہ ہو۔ (۳) اور تیسری قسم وہ ہے جس کا ادراک عقل وشرع دونوں سے ممکن ہو۔

اصول عقائد کی تین قسمیں ہیں۔ قسم اول کا ادراک شریعت سے نہیں ہوسکتا ہے۔ قسم دوم کا ادراک عقل سے نہیں ہوسکتا ہے اور قسم سوم کا ادراک عقل وشریعت دونوں سے ہوسکتا ہے۔ شریعت کا ثبوت عقل پر موقوف ہے۔ نبی ورسول سے معجزہ کے ظہور کے بعد عقل ہی فیصلہ کرتی ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے سچے نبی ورسول ہیں اور شریعت وہ خداوندی احکام ہیں جن کو نبی ورسول علیہم الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کی جانب سے لائے اور بندگان الٰہی کو ان احکام کی تعلیم دی، پس شریعت کا ثبوت ہی عقل پر موقوف ہے اور عقل ہی مدار تکلیف ہے۔

ضروریات دین اورعقائد اسلامیہ کے دلائل

فقہ کے چار دلائل ہیں:(1)قرآن(2)حدیث(3)اجماع(4)قیاس۔

عقائد کے چار دلائل ہیں:(1)قرآن(2)حدیث(3)اجماع(4)عقل صحیح۔

ضروریات دین اعلیٰ درجہ کے اسلامی عقائد ہیں۔ان کے بھی چار دلائل ہیں۔

(1)قرآن مقدس کی مفسرآیات طیبہ(قطعی الدلالت بالمعنی الاخص آیات مقدسہ)

(2)مفسراحادیث متواترہ(قطعی الدلالت بالمعنی الاخص احادیث متواترہ لفظیہ)

(3)اجماع متصل(ضروریات دین میں اجماع مجرد نہیں پایا جاتا ہے)

(4)عقل صحیح۔

ضروریات اہل سنت کا ثبوت قطعی الدلالت بالمعنی الاعم آیات قرآنیہ وقطعی الدلالت بالمعنی الاعم احادیث متواترہ سے ہوتا ہے۔ظنی عقائد کا ثبوت ظنی دلائل سے ہوتا ہے،خواہ وہ دلیل ثبوت کے اعتبار سے ظنی ہو،یا دلالت کے اعتبار سے ظنی ہو۔ظنی عقائد میں بعض اجماعی اور بعض غیراجماعی ہوتے ہیں۔ضروریات اہل سنت اورظنی اجماعی عقائد میں اجماع مجرد پایا جاتا ہے۔ضروریات دین میں اجماع متصل پایا جاتا ہے۔اجماع متصل واجماع مجرد کی تفصیل ہمارے رسالہ:''اجماع متصل اورضروریات دین''میں ہے۔حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اجماع مجرد منصوص سے بھی ضروریات اہل سنت کا ثبوت ہے۔ضروریات اہل سنت کا تفصیلی بیان ہمارے رسالہ:''ضروریات اہل سنت اورفقہائے احناف''میں ہے۔اجماعی عقائد کا بیان ہمارے رسالہ:''قطعیات اربعہ اورظنیات''میں ہے۔

اجماع مجرد میں اجتہاد کا دخل ہوتا ہے اوراجماع متصل میں اجتہاد کا دخل نہیں ہوتا۔

وماتوفیقی الا باللہ العلی العظیم::والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم::وآلہ العظیم

طارق انورمصباحی

10:صفرالمظفر 1445 مطابق28:اگست2023=بروز:دوشنبہ

باب اول

باسمہ تعالیٰ وبحمدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الاعلیٰ وآلہ واصحابہ اجمعین

ضروریات دین کی تعریفات وتعبیرات

ضروری دینی وہ دینی امر ہے جس کا ثبوت حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قطعی بالمعنی الاخص ہو۔عدم ثبوت کا احتمال بعید بھی نہ ہو۔دربار رسالت کے غیر حاضر کے لیے کوئی امر دینی اسی وقت قطعی الثبوت بالمعنی الاخص ہوگا، جب وہ تواتر کے ساتھ حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہو،اسی لیے کہا جاتا ہے کہ ضروری دینی وہ دینی امر ہے جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ منقول ہو۔ایسے متواتر امر پر اجماع متصل بھی ہوتا ہے،لہٰذا ضروری دینی کو اجماعی بھی کہا جاتا ہے۔متواتر دینی امر میں نظر واستدلال کی ضرورت نہیں ہوتی ہے،لہٰذا کہا جاتا ہے کہ ضروری دینی کی معرفت میں خواص وعوام مشترک ہوتے ہیں،یعنی نظر واستدلال کے بغیر ہر ایک کو اس کی معرفت حاصل ہوجاتی ہے۔

جب ضروری دینی متواتر دینی امر ہے تو یہ خواص وعوام کے درمیان مشہور بھی ہوتا ہے ،لہٰذا کہا جاتا ہے کہ ضروری دینی دین کے مشہور مسائل ہیں۔جب ضروری دینی حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر دینی امر ہے تو حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کا ثبوت بدیہی ہوتا ہے، کیوں کہ خبر متواتر علم بدیہی کا افادہ کرتی ہے، پس کہا جاتا ہے کہ ضروری دینی دین کے بدیہی امور ہیں۔علمائے اسلام اوران کے صحبت یافتگان کو معلوم ہوتا ہے کہ دین کے قطعی ومتواتر امور ضروریات دین ہیں،جن کو مان لینا ایمان ہے اور جن کا انکار کفر ہے،لہٰذا کہا جاتا ہے کہ علما اور علما کے صحبت یافتہ عوام کو ضروری دینی کا علم ہوتا ہے۔

الحاصل ضروریات دین کے متعدد اوصاف واحوال کے سبب ضروریات دین کی متعدد تعریفات وتشریحات اور نوع بہ نوع تعبیرات ہیں۔بسا اوقات ایک ہی تعریف میں

متعدد اوصاف کا ذکر کر دیا جاتا ہے۔تمام ضروریات دین کو مان لینا ایمان ہے اور کسی ضروری دینی کا انکار کفر ہے،لہٰذا ایمان وکفر کی تشریح میں بھی ضروری دینی کا ذکر ہوتا ہے۔

محررہ بالا تمہید کو ذہن میں محفوظ کر لیا جائے تو ضروریات دین کی تعریفات وتعبیرات کو سمجھنا بہت آسان ہو جائے۔ضروریات دین کی متعدد تعریفات وتعبیرات درج ذیل ہیں۔

(1)تعریف اول:ضروری دینی:وہ دینی امر ہے،جس کا ثبوت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قطعی بالمعنی الاخص ہو۔

(2)تعریف دوم:ضروری دینی:وہ دینی امر ہے جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بدیہی طور پر ثابت ہو۔

(3)تعریف سوم:ضروری دینی:وہ دینی امر ہے جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر ہو۔

(4)تعریف چہارم:ضروری دینی:وہ دینی امر ہے جو اہل اسلام کے درمیان عہد رسالت سے اجماعی ہو۔

(5)تعریف پنجم:ضروری دینی:وہ دینی امر ہے جس کا قطعی بالمعنی الاخص ذکر قرآن مقدس میں ہو،یا جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر ہو۔

(6)تعریف ششم:ضروری دینی:وہ دینی امر ہے جس کو خواص اور خواص کے صحبت یافتہ عوام جانتے ہوں۔

(7)تعریف ہفتم:ضروری دینی:وہ دینی امر ہے جس کو خواص وعوام جانتے ہوں۔

(8)تعریف ہشتم:ضروری دینی:وہ دینی امر ہے جو مومنین کے لیے بدیہی ہو۔

تعریف اول

ضروری دینی:وہ دینی امر ہے،جس کا ثبوت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے

قطعی بالمعنی الاخص ہو۔

(1)امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:''ضروریات دین،ان کا ثبوت قرآن عظیم یا حدیث متواتر یا اجماع قطعی،قطعی الدلالات واضحۃ الافادات سے ہوتا ہے، جن میں نہ شبہے کی گنجائش، نہ تاویل کوراہ،اوران کا منکر، یاان میں باطل تاویلات کا مرتکب کافر ہوتا ہے''۔(فتاویٰ رضویہ: جلد29:ص385-جامعہ نظامیہ لاہور)

منقولہ بالا اقتباس سے معلوم ہوا کہ جو امر دینی قطعی الثبوت وقطعی الدلالت بالمعنی الاخص دلیل سے ثابت ہو، وہ ضروری دینی ہے۔قرآن عظیم کی تمام آیات مقدسہ وجملہ نظم قرآنی،وحدیث متواتر واجماع قطعی(اجماع متصل)قطعی الثبوت ہیں،جب یہ قطعی الدلالت واضح الافادہ یعنی قطعی الدلالت بالمعنی الاخص ہوں توان سے ضروری دینی کا ثبوت ہوگا۔

(2)امام ابن حجر ہیتمی نے رقم فرمایا:(**قوله:فما القدر المعلوم من الدين بالضرورة؟جوابه:أنه قد سبق ضابطه وهو أن يكون قطعياً مشهورًا بحيث لا يخفى على العامة المخالطين للعلماء بأن يعرفوه بداهة من غير إفتقار إلى نظر واستدلال**)(فتاویٰ حدیثیہ:ص141-مکتبہ شاملہ)

ترجمہ:(علامہ ابن حجر ہیتمی شافعی مکی نے رقم فرمایا):سائل کا قول کہ ضروریات دین کی متعین مقدار کیا ہے؟اس کا جواب ہے کہ اس کا ضابطہ گزر چکا۔وہ یہ کہ ضروری دینی ایسا قطعی مشہور امر دینی ہوتا ہے جو علمائے کرام کی صحبت میں رہنے والے عوام سے پوشیدہ نہیں ہوتا ہے،اس طرح کہ عوام نظر واستدلال کے بغیر بداہۃً اسے جان لیتے ہیں۔

منقولہ بالا اقتباس سے معلوم ہوا کہ ضروری دینی قطعی ومشہور دینی امور ہیں۔

(3)امام شمس الدین سخاوی نے رقم فرمایا:(**وسبقه ابن دقيق العيد– فقال: الذى تقرر عندنا انه لا نعتبر المذاهب فى الرواية–اِذْ لَا نُكَفِّرُ اَحَدًا من اهل القبلة اِلَّا بِاِنْكَارِ قطعى من الشريعة**)(فتح المغیث: جلداول:ص365)

ترجمہ:محدث ابن حجر عسقلانی سے قبل امام ابن دقیق العید شافعی نے فرمایا: ہمارے نزدیک یہ ثابت ہے کہ روایت حدیث میں مذاہب کا اعتبار نہیں کیا جائے گا،کیوں کہ ہم اہل قبلہ میں سے صرف اس کی تکفیر کرتے ہیں جو شریعت کے قطعی امر کا انکار کرے۔

ضروری دینی کے انکار پر تکفیر ہوتی ہے اور منقولہ بالا عبارت میں بتایا گیا کہ شریعت کے قطعی امر کے انکار پر تکفیر ہوگی،اس سے واضح ہوگیا کہ ضروری دینی قطعی دینی امر ہے۔

مذاہب سے اہل قبلہ کے مذاہب مراد ہیں۔ان میں ایک مذہب یعنی اہل سنت وجماعت حق ہے اور دیگر مذاہب باطل ہیں اور ان کے ماننے والے گمراہ ہیں۔اہل قبلہ کی روایت قبول کی جائے گی اور جو ضروری دینی کے انکار کے سبب اسلام سے خارج ہو جائے، اس کی روایت قبول نہیں کی جائے گی۔اقتباس بالا میں قطعی سے ضروری دینی امر مراد ہے۔

(4)علامہ سعدالدین تفتازانی شافعی نے رقم فرمایا:((واستحلالُ المعصیة صَغِیْرَةً کَانَتْ اَوْ کَبِیْرَةً(کفرٌ)اِذَا ثَبَتَ کونُھَا مَعْصیةً بدلیل قطعی)

(شرح العقائد النسفیہ:ص167-مجلس برکات مبارک پور)

ترجمہ:گناہ کو حلال قرار دینا کفر ہے،خواہ وہ صغیرہ گناہ ہو،یا کبیرہ گناہ،جب کہ اس کا معصیت ہونا دلیل قطعی سے ثابت ہو۔

جس امر کا معصیت ہونا دلیل قطعی سے ثابت ہو،اس کا انکار کفر ہے۔یہ بات واضح ہے کہ قطعی بالمعنی الاعم کے انکار پر تکفیر کلامی نہیں ہوتی ہے،پس مذکورہ دونوں عبارتوں میں قطعی سے قطعی بالمعنی الاخص مراد ہے۔اسی کے انکار پر تکفیر کلامی ہوتی ہے۔جو امر دینی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قطعی الثبوت بالمعنی الاخص ہو،وہ ضروری دینی ہے۔

تعریف دوم

ضروری دینی:وہ دینی امر ہے جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بدیہی طور پر

ثابت ہو۔

ایمان کی تعریف سے ضروری دینی کی یہ تعریف ماخوذ ہے۔تمام ضروریات دین کو ماننے کا نام ایمان ہے۔جس کا تفصیلی علم ہو،اس کو تفصیلی طور پر ماننا لازم ہے اور جس کا تفصیلی علم نہ ہو،اس کو اجمالی طور پر ماننے کا حکم ہے۔جب تفصیلی علم ہو،تب تفصیلی تصدیق لازم ہے۔

(1)امام غزالی شافعی(۴۵۰ھ-۵۰۵ھ)قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:

(فان انکر ما علم ضرورۃً من مقصود الشارع کانکار تحریم الخمر والسرقۃ ووجوب الصلوٰۃ والصوم فھو کافر-لان ھذا الانکار لا یصدر الا عن مکذب بالشرع) (المستصفٰی: جلد دوم:ص407-مؤسسۃ الرسالہ بیروت)

ترجمہ:پس اگر اس(امر دینی)کا انکار کیا جس کا مقصود شارع ہونا بداہۃً معلوم ہے، جیسے شراب وچوری کی حرمت کا انکار اور نماز وروزہ کی فرضیت کا انکار تو وہ کافر ہے،کیوں کہ یہ انکار صرف شریعت اسلامیہ کی تکذیب کرنے والے سے صادر ہوتا ہے۔

(2)علامہ میر سید شریف جرجانی نے ایمان کی تعریف میں رقم فرمایا:**((التصدیق للرسول فیما علم مجیئہ بہ ضرورۃً تفصیلًا)فِیْمَا عُلِمَ تَفْصِیْلًا(وَاِجْمَالًا) فِیْمَا عُلِمَ اِجْمَالًا)** (شرح مواقف:ص718-مطبع نول کشور لکھنو)

ترجمہ:حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جس امر کو لانا بدیہی طور پر ثابت ہو،اس امر میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تصدیق کرنا(ایمان)ہے،جس کا تفصیلی علم ہو، اس کی تفصیلی تصدیق کرنا اور جس کا اجمالی علم ہو،اس کی اجمالی تصدیق کرنا(ایمان)ہے۔

(3)علامہ تفتازانی نے ایمان کی تعریف میں رقم فرمایا:**(ای تصدیق النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم بالقلب فی جمیع ما عُلِمَ بالضرورۃ مَجِیْئُہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بہ من عند اللّٰہ تَعَالٰی اجمالًا-فانہ کافٍ فی الخروج عن عھدۃ الایمان-ولا تنحط درجتُہ عن الایمان التفصیلی)** (شرح عقائد نسفیہ:ص120)

ترجمہ:یعنی حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جن امور کولانا بدیہی طور پر ثابت ہو، ان تمام امور میں دل سے حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اجمالی تصدیق کرنا (ایمان) ہے، کیوں کہ یہ اجمالی تصدیق فریضہ ایمان کی ادائیگی میں کافی ہے، اوراس کا درجہ ایمان تفصیلی سے کم نہیں ہے۔

(4)علامہ عبدالعزیز ملتانی فرہاری (۱۲۰۶ھ-۱۲۳۹ھ) نے ایمان کی تعریف مذکور کی تشریح میں رقم فرمایا:((فی جمیع ما علم بالضرورۃ)

قیل:اراد بالضرورۃ ما یقابل الاستدلال-فالضروری کالمسموع من فم رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالی علیہ وسلم-او المنقول عنہ بالتواتر-کالقرآن والصلوات الخمس وصوم رمضان وحرمۃ الخمر والزنا)

(النبراس شرح شرح العقائد:ص531-مکتبہ یاسین استنبول ترکی)

ترجمہ:ضرورت (بداہت) سے وہ مراد ہے جو استدلال کے مقابل ہے، پس ضروری دینی جیسے وہ امر جوحضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زبان مبارک سے سنا گیا ہو، یا جوحضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ مروی ہو، جیسے قرآن عظیم، نماز پنج گانہ، رمضان کا روزہ اورشراب وزنا کی حرمت۔

(5)امام ابن حجر ہیتمی نے رقم فرمایا:(ان المعلوم من الدین بالضرورۃ لا یشترط التصدیق بہ اوببعضہ تفصیلًا اِلَّا مِمَّنْ عَلِمَہٗ تَفْصِیْلًا بِاَنْ تَوَاتَرَ عندہ -فَلَا بُدَّ من التصدیق لہ والا کان کافرًا-وَاَمَّا مَنْ لَمْ یَتَوَاتَرْ شَیْءٌ منہ فیکفیہ التصدیق الاجمالی کَمَا عَلِمْتَ مِنْ اَنَّ اِنْکَارَہٗ قبل التواتر غیر کفر)

(الفتاوی الحدیثیہ:ص143-دارالفکر بیروت)

ترجمہ:ضروریات دین یا بعض ضروریات دین کی تفصیلی تصدیق اسی کے لیے شرط ہے جس کواس کا تفصیلی علم ہو، بایں طور کہ وہ ضروری دینی اس کے نزدیک متواتر ہو چکا ہو،

پس اس کے لیے اس ضروری دینی کی تصدیق لازم ہے، ورنہ وہ کافر ہو جائے گا،لیکن جس کے نزدیک وہ ضروری دینی متواتر نہیں تو اس کے لیے اجمالی تصدیق کافی ہے،جیسا کہ تم کو معلوم ہو چکا کہ علم متواتر سے قبل ضروری دینی کا انکار کفر نہیں۔

متواترامر دینی ضروریات دین میں شامل ہے۔جو امر دینی فی نفسہ متواتر ہو، وہ متواتر ہی رہتا ہے۔ہاں،جس کو اس کے متواتر ہونے کا علم نہیں،اگر وہ لاعلمی کی حالت میں انکار کردے تو اس پر حکم کفر نہیں۔جب اس کا یقینی علم حاصل ہو جانے پر انکار کرے تو حکم کفر ہوگا، کیوں کہ وہ امر دینی فی نفسہ متواتر ہے۔منکر کی لاعلمی کے سبب اس پر حکم کفر نہیں نافذ ہوا ،وہ لاعلمی کے سبب معذور قرار پایا۔ایسا نہیں کہ لاعلم کی لاعلمی کے سبب امر متواتر غیر متواتر ہو جاتا ہے۔انکار پر حکم کفر عائد نہ ہونا الگ ہے اور امر متواتر کا غیر متواتر ہو جانا الگ ہے۔

تعریف سوم

ضروری دینی:وہ دینی امر ہے جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر ہو۔

کافر کلامی کی روایت حدیث قبول نہیں کی جاتی ہے۔محدثین نے فرمایا کہ جو کسی متواتر امر دینی کا انکار کرے جس کا شریعت سے ہونا بداہۃً معلوم ہو،اس کی روایت قبول نہیں کی جائے گی۔اس سے واضح ہو گیا کہ ضروریات دین متواتر دینی امور ہیں۔

(1)علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی نے رقم فرمایا:(**فالمعتمد ان الذی ترد روایتہ من انکر امرًا متواترًا من الشرع معلومًا من الدین بالضرورۃ–وکذا من اعتقد عکسہ**)(نزہۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر:ص 71)

ترجمہ:معتمد یہ ہے کہ اس کی روایت قبول نہیں کی جائے گی جو شریعت کے کسی متواتر امر کا انکار کرے جو دین سے بداہۃً معلوم ہو،اسی طرح جو ضروریات کے برعکس کا اعتقاد رکھے۔

(2)امام جلال الدین سیوطی شافعی نے رقم فرمایا:(**والمعتمد ان الذی ترد**

ببدعته روایته من انکر امرًا متواترًا من الدین بالضرورة-اواعتقد عکسه)

(تدریب الراوی: جلددوم:ص546-مکتبۃ نزار مصطفیٰ الباز-مکۃ المکرمہ)

ترجمہ:معتمد یہ ہے کہ بدعت کے سبب اس کی روایت قبول نہیں کی جائے گی جو شریعت کے کسی متواتر امر کا انکار کرے جو دین سے بداہۃً معلوم ہو،اسی طرح جوضروریات دین کے برعکس کا اعتقاد رکھے۔

(3)امام شمس الدین سخاوی شافعی(م۹۰۲ھ)نے رقم فرمایا:(فالمعتمد ان الذی ترد روایته مَنْ اَنْکَرَاَمْرًامُتَوَاتِرًا مِنَ الشَّرْعِ مَعْلُوْمًا مِنَ الدِّیْنِ بِالضَّرُوْرَةِ -اَیْ اِثْبَاتًا وَنَفِیًا)(فتح المغیث: جلداول:ص364-دارالکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ:معتمد یہ ہے کہ اس کی روایت قبول نہیں کی جائے گی جوشریعت کے کسی متواتر امر کا انکار کرے جو دین سے بداہۃً معلوم ہو،اثبات ونفی کے اعتبار سے۔

اثبات ونفی کے اعتبار سے بداہۃً معلوم ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ اس کا ثبوت بدیہی ہو،اوراس کی ضد کی نفی بھی بدیہی ہو:واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

(4)امام غزالی نے رقم فرمایا:(واصول الایمان ثلثة:(۱)الایمان باللّٰه(۲) وبالرسل(۳)وبالیوم الاٰخر-وما عداه فروع-واعلم انه لا تکفیر فی الفروع اصلًا-الا فی مسئلة واحدة-وهی ان ینکر اصلًا دینیًا علم من الرسول صلی اللّٰه علیه وسلم بالتواتر)(التفرقۃ بین الاسلام والزندقہ:ص62)

ترجمہ:اصول ایمان تین ہیں:(۱)اللہ پر ایمان(۲)اوررسولوں پر ایمان(۳)اور آخرت پر ایمان،اوران کے علاوہ فروع ہیں،اورجان لوکہ فروع میں بالکل تکفیر نہیں،مگر ایک مسئلہ میں اوروہ یہ ہے کہ ایسی اصل دینی کا انکار کرے،جوحضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ معلوم ہو۔

حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر دینی امر کا انکار کفر ہے،خواہ وہ امر دینی

مذکورہ قاعدہ کے مطابق اصول دین میں سے ہو،یا فروع دین میں سے ۔عام اصطلاح میں تمام ضروریات دین وضروریات اہل سنت کواصول دین کہا جاتا ہے۔

(5)امام محمد غزالی شافعی نے رقم فرمایا:(وَمَهْمَا وُجِدَ التَّكذيب،وجب التكفير وَاِنْ كَانَ فى الفروع-فَلَوْ قَالَ قائل مَثَلًا:البيت الذى بمكة،ليس الكعبة التى اَمَرَاللّٰه تعالٰى بِحَجِّهَا فهذا كفرٌ-اِذْ قَدْ ثَبَتَ تواترًا عن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم خلافُه-فَلَوْ اَنْكَرَ مُنْكِرٌ شهادةَ الرسول صلى اللّٰه عليه وسلم لذلك البيت،بانه الكعبة-لَمْ يَنْفَعْهُ انكارُه-بل يعلم اَنَّه معاند فى انكاره-اِلَّا اَنْ يكونَ قريبَ عهدٍ بالاسلام ولم يتواتر عنده ذلك)

(فیصل التفرقۃ بین الاسلام والزندقہ:ص63)

ترجمہ:جب تکذیب پائی جائے گی تو تکفیر واجب ہوگی ،گرچہ فروعی عقائد میں تکذیب ہو،پس اگر کوئی قائل مثلاً کہے کہ وہ خانہ خدا جو مکہ معظمہ میں ہے، یہ وہ کعبہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جس کے حج کا حکم فرمایا،پس یہ کفر ہے،کیوں کہ حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ اس قول کے خلاف ثابت ہو چکا ہے،پس اگر کوئی انکار کرنے والا اس بیت اللہ شریف کے لیے حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس شہادت کا انکار کرے کہ یہ کعبہ ہے تو اس کا انکار اسے فائدہ نہیں دے گا ، بلکہ معلوم ہوجائے گا کہ یہ آدمی اپنے انکار میں معاند ہے،مگر یہ کہ وہ نومسلم ہو،اور یہ امر دینی اس کے نزدیک متواتر نہ ہوا ہو۔

قائل کے قول کے خلاف مکہ معظمہ میں موجود بیت اللہ شریف کا کعبہ ہونا حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ ثابت ہو چکا ہے، پس اس متواتر امر دینی کا انکار کفر ہے، کیوں کہ متواتر دینی امر کا انکار کفر ہوتا ہے۔ جب حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تکذیب پائی جائے تو تکفیر واجب ہے، گر چہ کسی فرعی امر کا انکار ہو۔اصولی امور مثلاً رب تعالیٰ کی ذات وصفات ،رسالت ونبوت ،یوم آخرت کے انکار کی طرح فرعی امر کا انکار بھی

کفر ہے، جب کہ وہ فروعی امر متواتر ہو۔

کلمات متواترہ ومعانی متواترہ

(1)اگر لفظ متواتر ہوتو لفظ ضروریات دین سے ہے، جیسے قرآن مقدس کے تمام کلمات وحروف متواتر ہیں ۔قرآن عظیم کے کسی ایک حرف متواتر کا انکار کفر ہے۔

امام قاضی عیاض مالکی نے رقم فرمایا:(**وکذلک مَنْ اَنْکَرَ الْقُرْاٰنَ اَوْحَرْفًا مِنْهُ -اَوْ غَيَّرَ شَيْئًا مِنْهُ-اَوْ زَادَ فِيْهِ كفعل الباطنية والاسماعيلية**)

(الشفاء: جلد دوم:ص289)

ترجمہ:اسی طرح وہ کافر ہے جوقرآن یاقرآن کے کسی حرف کا انکار کرے، یااس میں کچھ تبدیلی کرے، یااس میں کچھ اضافہ کرے جیسے باطنیہ واسماعیلیہ کا اضافہ کرنا۔

(2)اگر معنی متواتر ہو،اور لفظ متواتر نہ ہو، جیسے نماز پنج گانہ کی فرضیت متواتر ہے اور جن احادیث طیبہ میں نماز پنج گانہ کا ذکر ہے، وہ اخبار آحاد میں سے ہیں، پس معنی یعنی نماز پنج گانہ کی فرضیت ضروریات دین سے ہے،اس کا منکر کافر ہے ۔اگر کوئی نماز پنج گانہ کی فرضیت کو مانے اور راویوں پر طعن کے سبب ان احادیث غیر متواترہ کا انکار کرے جن میں پانچ وقت کی نماز کا ذکر ہے تو راویوں پر طعن کے سبب خبر واحد کا انکار کفر نہیں، بلکہ گمرہی ہے۔

امام قاضی عیاض مالکی نے رقم فرمایا:(**وکذلک نقطع بتکفیر کل من کَذَّبَ وَاَنْکَرَقَاعِدَةً من قواعد الشرع ومَا عُرِفَ يَقِيْنًا بالنقل المتواتر من فعل الرسول صلى الله عليه وسلم وَوَقَعَ الاجماعُ الْمُتَّصِلُ عَلَيْهِ.**

كَمَنْ اَنْكَرَ وُجُوْبَ الصَّلٰوةِ الْخَمْسِ وَعَدَدَ رَكْعَاتِهَا وَسَجْدَاتِهَا-وَ يَقُوْلُ اِنَّمَا اَوْجَبَ اللّٰهُ عَلَيْنَا فى كتابه الصَّلَاةَ عَلَى الْجملة-وكونها خَمْسًا وَعَلٰى هذه الصفات والشُّرُوْطِ لَا اَعْلَمُهُ-اِذْ لَمْ يُرِدْ فِيْهِ فِى الْقُرْاٰنُ نَصٌّ

جَلِیٌّ-والخبر به عن الرسول صلی اللّٰہ علیه وسلم خبرٌ واحدٌ-وکذلک اَجْمَعَ عَلٰی تکفیر مَنْ قَالَ مِنَ الْخَوَارِجِ اَنَّ الصَّلَاۃَ طَرْفَیِ النَّھَار)

(کتاب الشفا: جلد دوم:ص288)

ترجمہ:اسی طرح ہم ہراس شخص کے کافر ہونے کا یقین رکھتے ہیں جو شریعت کے قواعد میں سے کسی قاعدہ کی تکذیب وانکار کرے،اور جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس فعل کا انکار کرے جو نقل متواتر سے یقینی طور پر معلوم ہو،اور جس پر اجماع متصل واقع ہو چکا ہو، جیسے جو نماز پنج گانہ کی فرضیت اور اس کی رکعات وسجدوں کی تعداد کی تکذیب وانکار کرے،اور کہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن مقدس میں ہم پر اجمالی طور پر نماز فرض فرمایا،اور نمازوں کا پانچ ہونا اور ان کا ان صفات وشرائط کے ساتھ ہونے کا مجھے علم نہیں ، کیوں کہ اس بارے میں قرآن عظیم میں نص صریح وارد نہیں،اور اس بارے میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث خبر واحد ہے،اور اسی طرح خوارج میں سے اس کی تکفیر پر اجماع ہے جو کہے کہ نماز صرف دن کی دونوں طرف(صبح وشام)میں ہے۔

(3)اگر لفظ ومعنی دونوں متواتر ہوں تو دونوں ضروریات دین سے ہیں اور دونوں کا انکار کفر ہے، جیسے (ولکن رسول اللّٰہ وخاتم النبیین)(قرآن مقدس)میں ختم نبوت کا متواتر معنی یہی ہے کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام آخری نبی ہیں۔ان کے عہد میں یا ان کے بعد کسی زمانے میں کسی نبی جدید کا وجود نہیں ہوگا۔آیت قرآنیہ کا انکار بھی کفر ہے اور اس کے متواتر معنی کا انکار بھی کفر ہے۔یہاں نظم ومعنی دونوں متواتر ہیں۔

(4)اگر لفظ متواتر ہو،اور وہ اپنے معنی پر قطعی الدلالت بالمعنی الاخص ہو تو لفظ ومعنی دونوں ضروریات دین سے ہوں گے، جیسے مفسر آیات قرآنیہ کے کلمات ومعانی دونوں ضروریات دین سے ہیں۔جب مفسر آیت قرآنیہ کا ایک ہی متعین معنی ہوتا ہے جس میں تاویل کی گنجائش ہی نہیں ہوتی ہے تو پھر وہی معنی اللہ ورسول (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم) کی مراد ہے، کیوں کہ دوسرے معنی کا وہاں بالکل احتمال ہی نہیں ہے۔

سوال: حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نبی ہونا مشہور ومعروف ہے،لیکن ان کے رسول ہونے کا علم عوام کونہیں؟ گر چہ ان کی رسالت کا ذکر قرآن مقدس میں ہے۔

(واذکر فی الکتب اسمٰعیل انه کان صادق الوعد وکان رسولا نبیا)

(سورہ مریم: آیت 54)

ایسی صورت میں حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کا رسول ہونا ضروریات دین میں سے ہے یانہیں، کیوں کہ بہت سے مومنین کوان کا رسول ہونا معلوم نہیں؟

جواب: کروڑوں اہل عرب مسلمان ہیں اور وہ قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں اور قرآن مقدس میں صریح لفظوں میں مرقوم ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نبی اور رسول ہیں،پس کروڑوں عربی دان عوام وخواص مومنین جو اس قرآنی آیت سے واقف ہیں ،وہ اس آیت طیبہ کے معنی کو جانتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ قرآن عظیم میں حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رسول بتایا گیا ہے۔اگر عجمی مسلمان عربی زبان سے ناآشنائی کے سبب قرآن عظیم کے واضح معانی کو بھی نہیں سمجھ پاتے ہیں تو یہ ان کی خامی ہے۔اس لاعلمی کے سبب حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رسالت ضروریات دین سے خارج نہیں ہوسکتی۔

تعریف چہارم

ضروری دینی: وہ دینی امر ہے جو اہل اسلام کے درمیان عہد رسالت سے اجماعی ہو۔

(1)امام نووی نے رقم فرمایا:(**قُلْتُ:قوله:اِنَّ جَاحِدَ المجمع علیه یَکْفُرُ– لَیْسَ عَلٰی اطلاقه بل الصواب فیه تفصیل سَبَقَ بَیَانُه فی باب تارک الصلاة عقب کتاب الجنائز–ومختصره انه ان جحد مجمعًا علیه یعلم من دین الاسلام ضرورةً کَفَرَ اِنْ کَانَ فِیْهِ نَصٌّ–وَکَذَا اِنْ لَمْ یَکُنْ فیه نَصٌّ فی الاصح**

-وان لم یعلم من دین الاسلام ضرورةً بحیث لا یعرفه کُلُّ المسلمین لَمْ یَکْفُرْ :وَاللّٰهُ اَعْلَمُ) (روضۃ الطالبین: جلد ہفتم:ص284-مکتبہ شاملہ)

ترجمہ: میں کہتا ہوں: فقیہ متولی:عبدالرحمٰن بن محمد نیشاپوری (۴۲۷ھ-۴۷۸ھ) کا قول کہ اجماعی امر کا منکر کافر ہوگا، یہ مطلق نہیں ہے، بلکہ صحیح ہے کہ اس میں تفصیل ہے جس کا ذکر کتاب الجنائز کے بعد باب تارک الصلوٰۃ میں گزر چکا اور اس کا مختصر بیان یہ ہے کہ اگر ایسے اجماعی امر کا انکار کیا جو دین اسلام سے بداہۃً معلوم ہو تو منکر کافر ہوگا ،اگر اس امر اجماعی کے بارے میں نص ہو،اور اسی طرح اصح مسلک میں اگر اس بارے میں نص نہ ہو (تو بھی منکر کافر ہوگا) اور اگر وہ دین اسلام سے بداہۃً معلوم نہ ہو، بایں طور کہ تمام مومنین اس کی معرفت نہ رکھتے ہوں تو منکر کافر نہیں ہوگا: واللہ اعلم

(2)امام ابن حجر ہیتمی شافعی مکی نے رقم فرمایا:(ان انکار المجمع علیہ المعلوم من الدین بالضرورة کفر،کبیرة کان او صغیرة)

(الاعلام بقواطع الاسلام:ص209-مکتبہ شاملہ)

ترجمہ:ایسے اجماعی امر کا انکار کفر ہے جس کا دین سے ہونا بدیہی طور پر معلوم ہو،خواہ وہ کبیرہ گناہ ہو، یا صغیرہ گناہ۔

ضروری دینی کا انکار کفر ہے۔اگر کسی گناہ کبیرہ یا گناہ صغیرہ کا گناہ ہونا ضروریات دین میں سے ہو تو اس کا منکر کافر ہے۔ضروری دینی امر عہد نبوی سے اجماعی ہوتا ہے۔

ضروریات دین میں جو اجماع پایا جاتا ہے، وہ اجماع متصل ہے۔دیگر اجماعی امور میں اجماع مجرد پایا جاتا ہے۔تفصیلی بحث ''اجماع متصل اور ضروریات دین'' میں ہے۔

(3)امام محقق کمال الدین ابن ابی شریف شافعی (۸۲۲ھ-۹۰۶ھ) نے رقم فرمایا:

(قال ابن دقیق العید فی شرح العمدة اول کتاب القصاص:اطلق بعضهم ان مخالف الاجماع یکفر-والحق ان المسائل الاجماعیة تارة

یصحبها التواتر عن صاحب الشرع کوجوب الخمس وقد لا یصحبها-فالاول یکفر جاحدہ لمخالفته التواتر لا لمخالفة الاجماع.

(المسامرۃ شرح المسایرۃ:جلد دوم:ص208-مطبعۃ السعادۃ مصر)

ترجمہ:امام ابن دقیق العید شافعی (۶۲۵ھ-۷۰۲ھ) نے شرح عمدۃ الاحکام میں کتاب القصاص کے شروع میں رقم فرمایا:بعض علما نے مطلقاً فرمایا کہ اجماع کا مخالف کافر ہے،اور حق یہ ہے کہ کبھی حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تواتر مسائل اجماعیہ کے ساتھ ہوتا ہے جیسے نماز پنج گانہ کی فرضیت،اور کبھی اس کے ساتھ تواتر نہیں ہوتا ہے،پس اول کا منکر تواتر کے انکار کے سبب کافر ہوتا ہے،نہ کہ اجماع کے انکار کے سبب۔

(4)علامہ سید ابن عابدین شامی (۱۱۹۸ھ-۱۲۵۲ھ) نے رقم فرمایا:**(هذا موافق لِمَا قَدَّمْنَاهُ عنه من انه یَکْفُرُ بانکار ما اُجْمِعَ عَلَیْهِ بَعْدَ الْعِلْمِ بِهٖ-ومثله ما فی نور العین عن شرح العمدة-اطلق بعضهم ان مخالف الاجماع یکفر-و الحق ان المسائل الاجماعیة تارةً یصحبها التواترُ عن صاحب الشرع کوجوب الخمس-وقد لا یصحبها-فالاول یکفر جاحده لمخالفته التواتر،لا لمخالفة الاجماع-الخ)** (ردالمحتار:جلد چہارم:ص407-مکتبہ شاملہ)

ترجمہ:یہ اس کے موافق ہے جو ہم نے صاحب درمختار کے حوالے سے پہلے بیان کیا کہ اجماعی امر کے علم کے بعد اس کے انکار کے سبب کافر ہو جائے گا،اور اسی کی مثل (امام ابن دقیق العید شافعی کی) شرح عمدۃ الاحکام کے حوالے سے نور العین میں منقول ہے کہ بعض فقہا نے مطلقاً فرمایا کہ اجماع کا مخالف کافر ہے۔

اور حق یہ ہے کہ کبھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تواتر مسائل اجماعیہ کے ساتھ ہوتا ہے،جیسے نماز پنج گانہ کی فرضیت،اور کبھی ان مسائل کے ساتھ تواتر نہیں ہوتا ہے،پس تواتر کی مخالفت کے سبب اول کا منکر کافر ہوگا،نہ کہ اجماع کی مخالفت کے سبب:الخ۔

تعریف پنجم

ضروری دینی: وہ دینی امر ہے جس کا قطعی بالمعنی الاخص ذکر قرآن مقدس میں ہو، یا جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر ہو۔

(1) قرآن مجید کی بعض آیات طیبہ متشابہات میں سے ہیں ۔ان کے معانی ومفاہیم کا علم اللہ ورسول (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو ہے ۔(2) بعض کلمات قرآنیہ کی دلالت اپنے معانی پر ظنی ہے ،(3) بعض کلمات کی دلالت اپنے معانی پر قطعی بالمعنی الاعم ہے(4) اور بعض کلمات کی دلالت اپنے معانی پر قطعی بالمعنی الاخص ہے ۔جن معانی پر نظم قرآنی کی دلالت قطعی بالمعنی الاخص ہے، وہ معانی ضروریات دین میں سے ہیں۔

محقق کمال ابن ابی شریف شافعی نے ضروریات دین کے بیان میں رقم فرمایا کہ جن امور کا ذکر قرآن مجید میں ہے اور جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ مروی ہے، ان امور میں دربار رسالت کے حاضر وغیر حاضر کا حکم یکساں ہے۔

ان کے انکار کے سبب حاضر وغیر حاضر سب کی تکفیر ہوگی اور جو خبر واحد کے طور پر مروی ہو، اس کے انکار پر صرف اس کی تکفیر ہوگی ،جس نے خود پیغمبر اسلام حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اسے سنا ہو، اور دربار رسالت کے غیر حاضر کو وہ بات خبر واحد سے موصول ہوئی ،لہٰذا وہ انکار کے سبب کافر نہیں ۔منقولہ ذیل عبارت میں تین بار ذکر ہے کہ حاضر وغیر حاضر دونوں کے لیے ضروریات دین وہ امور ہیں جن کا ذکر قرآن مقدس میں ہو، اور جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر ہوں۔

(1) محقق کمال ابن ابی شریف شافعی نے رقم فرمایا: ((و)**ما جاء به صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم من(ان القرآن کلام اللّٰہ وما یتضمنه) القرآن(من الایمان بانه تعالٰی متکلم سمیع مرسل لرسل قصهم علینا ورسلا لم یقصصهم)**

علینا(منزل الکتب)علی من انزلها علیه من الرسل فی الواح او علی لسان الملک(وله عباد مکرمون وهم الملائکة)جمع ملأک علی الاصل کشمائل وشمأل-وهو مقلوب مالک بتقدیم الهمزة من الالوکة وهی الرسالة-ای موضع الالوکة غلب فی الاجسام النورانیة المبرأة من الکدورات الجسمانیة القادرة علی التشکیل بالاشکال المختلفة.

(وانه)ای ومن الایمان بانه تعالی(فرض الصلاة والصوم)صوم رمضان(و)فرض(باقی الارکان)ای ارکان الاسلام من الزکاة والحج(وانه) تعالی(یحی الموتی وان الساعة آتیة لا ریب فیها-وانه)تعالی(حرم الربا والخمور والقمار وهو المیسرونحو ذلک مما جاء مجیء هذا)مما تضمنه القرآن او تواتر من امور الدین-فکل ذلک لا یختلف فیه حال الشاهد للحضرة النبویة وحال غیره ممن لم یشاهدها.

(وما)مبتدا ای الذی(لم یجیء هذا المجیء)ای مجیء ما تضمنه القرآن او تواتر من امور الدین بان لم یتواتر(بل نقل آحادا) وخبر المبتدا قوله(اختلفا فیه)ای اختلف فیه الشاهد لحضرة النبویة وغیره(فیکفر الشاهد)لحضرة النبویة(بجحده لثبوت التکذیب منه)اذ هو قد علم ضرورة مجیء النبی صلی اللّٰه علیه وسلم به بسماعه منه-وان لم یعلمه من بعده-وانما یحکم بکفر الشاهد بما ذکر(ما لم یدع صارفا)عن حمل ما صدر منه علی التکذیب(من نسخ ونحوه)بیان للصارف(دون الغائب) الذی لم ینقل الیه الا آحادا فلا یکفر به)

(المسامرة شرح المسایرہ: جلددوم:ص206-207-مطبعۃ السعادۃ مصر)

ترجمہ:اور(حاضر دربار رسالت وغیر حاضر کا حکم اس میں مساوی ہے)جسے حضور

اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لائے،یعنی یہ کہ قرآن کلام الٰہی ہے اور جسے قرآن متضمن ہو،
یعنی اس پر ایمان لانا کہ اللہ تعالیٰ متکلم،سمیع،رسولوں کو بھیجنے والا کہ ان میں سے کچھ کا واقعہ
اللہ تعالیٰ نے ہمیں بیان فرمایا اور بہت سے رسولوں کا واقعہ بیان نہیں فرمایا،(اور اس پر ایمان
کہ اللہ تعالیٰ) کتابوں کو نازل فرمانے والا ہے،اپنے ان رسولوں پر جن پر نازل فرمایا تختیوں
میں یا فرشتے کی زبان سے،اور اس کے معزز بندے ہیں اور وہ ملائکہ ہیں۔

ملائکہ ملاک کی جمع ہے اصلی لفظ سے،جیسے شمائل وشمأل،اور لفظ ملاک مالک سے
مقلوب ہے،ہمزہ کی تقدیم کے ساتھ،لفظ الوکۃ سے مشتق ہے،اور الوکہ (کا معنی) رسالت
(بھیجنا) ہے،یعنی مالک (کا معنی) بھیجنے کی جگہ ہے۔اس لفظ کا استعمال نورانی جسموں میں
غالب ہو گیا جو جسمانی کدورات سے مبرا اور مختلف شکلیں اپنانے پر قادر ہیں۔

اور اس پر ایمان لانا کہ اللہ تعالیٰ نے نماز وروزہ،یعنی رمضان کا روزہ فرض کیا اور باقی
ارکان اسلام یعنی زکات وحج کو فرض فرمایا اور اس پر ایمان لانا کہ اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ
فرماتا ہے،اور قیامت آنے والی ہے،اس میں کوئی شک نہیں ہے،اور اس پر ایمان لانا کہ
اللہ تعالیٰ نے سود،شراب،قمار یعنی جوا کو حرام فرمایا اور ان جیسے امور پر ایمان لانا جو اس طرح
وارد ہو،یعنی جسے قرآن مقدس متضمن ہو،یا دین کے جو امور متواتر ہوں،پس ان تمام میں
دربار رسالت کے حاضر اور غیر حاضر کا حکم یکساں ہے جس غیر حاضر نے ان کا مشاہدہ نہ کیا ہو۔

اور جو اس طرح وارد نہ ہو،یعنی ایسا ورود نہ ہو کہ اسے قرآن مقدس متضمن ہو،یا وہ
دین کے متواتر امور میں سے ہو،بایں طور کہ وہ متواتر نہ ہو،بلکہ اخبار آحاد کے طور پر منقول
ہو،اور مبتدا کی خبر ماتن کا قول (اختلفا فیہ) ہے،یعنی ایسے امر میں دربار رسالت کے حاضر
وغیر حاضر کا حکم مختلف ہے،پس دربار رسالت کے حاضر کی اس کے انکار پر اس کی جانب
سے تکذیب کے ثابت ہو جانے کے سبب تکفیر ہوگی،کیوں کہ حاضر دربار رسالت کو حضور
اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس امر کو سن کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس

امر کے لانے کا بدیہی علم ہے،گر چہ اس کے علاوہ کو اس کا (بدیہی) علم نہ ہو،اور مذکورہ انکار کے سبب حاضر دربار رسالت کے کفر کا حکم اس وقت دیا جائے گا جب وہ اپنے انکار کو تکذیب پر محمول کرنے سے پھیرنے والے کسی امر یعنی نسخ وغیرہ کا دعویٰ نہ کرے،(النسخ ونحوہ) صارف کا بیان ہے،غیر حاضر شخص کی تکفیر نہیں ہوگی جسے یہ امر دینی خبر واحد کی نقل سے موصول ہو،وہ اس کے انکار کے سبب کافر نہیں ہوگا۔

(2)علامہ بدایونی قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:(ویختلف حال الشاهد للحضرة النبوية وحال غيره فى بعض المنقولات دون غيره-فَمَا كَانَ ثبوتُه ضَرُوْرَةً عَنْ نَقْلٍ اِشْتَهَرَ وَتَوَاتَرَفَاسْتَوٰى مَعْرِفةُ الخاص والعام -استويا فيه.

كالايمان برسالته صلى اللّٰه عليه وسلم-وبما جاء به من وجود اللّٰه اى وجوب وجود ذاته المقدسة سبحانه-وانفراده باستحقاق العبودية علـى العٰلمين اِذْ هُوَ مَالِكُهُمْ لِاَنَّهُ الَّذِىْ اَوْجَدَهُمْ مِنَ الْعدم-وهذا الانفراد وهومعنٰى نفى الشريک فى استحقاق العبودية وهومعنى التفرد بالْاُلُوْهِيَّةِ -ومايلزمه من الانفراد بالقدم وما يعلم منه الانفراد بالقدم من انفراده تعالٰى بالخلق اى ايجادالممكنات لانه الدليل علٰى وجوب وجوده- وانفراده بالقدم وما يلزم الانفراد بالخلق من كونه حَيًّا عَلِيْمًا قَدِيْرًا مُرِيْدًا -وَمَا جَاءَ به مِنْ اَنَّ الْقُرْاٰنَ كَلَامُ اللّٰهِ.

وَمَا يَتَضَمَّنُهُ الْقُرْاٰنُ من الايمان بِاَنَّه تَعَالٰى مُتَكَلِّمٌ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ مُرْسِلُ رُسُلٍ قَصَّهُمْ عَلَيْنَا وَرُسُلٍ لَمْ يَقْصُصْهُمْ مُنَزِّلُ الْكُتُبِ وَلَه عِبَادٌ مُكْرَمُوْنَ وَهُمُ الْمَلَائِكَةِ وانه فرض الصوم والصلٰوة وَالْحَجَّ وَالزَّكَاةَ وَاَنَّه يُحْيِى الْمَوْتٰى-وَاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَارَيْبَ فِيهَا-وَاَنَّه حَرَّمَ الرِّبَا والخمر والقمار ونحو ذلک مماجاء مجىء هذا مما تضمنته القراٰن او تَوَاتَرَمِنْ اُمُوْرِالدِّيْنِ

-فَكُلُّ ذٰلِكَ لَايَخْتَلِفُ فِيْهِ حَالُ الشَّاهِد و الغائب)
(المعتقد المنتقد :ص210-المجمع الاسلامی مبارک پور)

ترجمہ:دربار رسالت کے حاضر کا حکم اور غیر حاضر کا حکم بعض منقولات (ضروریات شرعیہ) میں مختلف ہوتا ہے، نہ کہ اس کے علاوہ میں، پس جس کا ثبوت مشتہر ومتواتر نقل کے سبب بدیہی طور پر ہوکہ خاص وعام کی معرفت مساوی ہوگئی ہوتو اس میں حاضر وغیر حاضر مساوی ہوں گے جیسے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان اور جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لائے یعنی اللہ تعالیٰ کے وجود پر ایمان لانا،یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات مقدسہ کا واجب الوجود ہونا اور اس کا سارے عالم پر عبادت کے استحقاق میں منفرد ہونا،اس لیے کہ وہ سب کا مالک ہے، کیوں کہ اسی نے ان سب کو عدم سے وجود بخشا اور یہی انفراد ہی عبادت کے استحقاق میں اس کے شریک کو رد کرنے کا معنی ہے اور یہی معنی الوہیت میں متفرد ہونے کا ہے اور اس میں منفرد ہونا جو اس کو(الوہیت میں منفرد ہونے کو)لازم ہے،یعنی اس کا قدیم ہونا اور جس بات سے قدیم ہونے میں اس کا منفرد ہونا معلوم ہوتا ہے، وہ تخلیق میں اس کا منفرد ہونا ہے،یعنی ممکنات کو موجود کرنا،اس لیے کہ یہ اس کے واجب الوجود اور تنہا قدیم ہونے کی دلیل ہے اور تخلیق میں منفرد ہونے کو جو لازم ہے،یعنی اس کا حی،علیم،قدیر،مرید (ارادہ فرمانے والا)ہونا۔

اور(اس پر ایمان لانا)جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لائے کہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور قرآن جن امور کو متضمن ہے،یعنی اس بات پر ایمان لانا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ متکلم،سمیع وعلیم ہے۔اس نے رسول بھیجے جن کا ہم سے بیان فرمایا اور بہت سے رسولوں کا ہم سے بیان نہیں فرمایا اور اس نے کتابیں اتاریں اور اس کے برگزیدہ بندے ہیں اور وہ فرشتے ہیں اور یہ کہ اس نے روزہ،نماز، حج وزکات کو فرض فرمایا ہے اور یہ کہ وہی مردوں کو زندہ فرماتا ہے اور یہ کہ قیامت آئے گی،اس میں کسی شک کی گنجائش نہیں اور یہ کہ اس نے

سود،شراب اور جوا کوحرام فرمایااور ایسی تمام باتوں کو ماننا جواس طور پر آئیں جن کوقرآن متضمن ہے، یا ان کا امور دین سے ہونا بطور تواتر ثابت ہے تو ان تمام باتوں میں حاضر وغائب کا حال مختلف نہیں ہے۔

منقولہ بالا اقتباس سے واضح ہوگیا کہ جوامور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر ہیں، وہ ضروریات دین سے ہیں اور مکمل قرآن مجید حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر ہے تو قرآن عظیم کے کسی ایک حرف کا انکار بھی کفر ہے۔اسی طرح قرآن مجید جس کو یقینی طور پر متضمن ہے، یعنی جس معنی پر آیت قرآنیہ کی دلالت قطعی بالمعنی الاخص ہے ،یعنی مفسر آیات مقدسہ کے معانی تو ان کو بھی ماننا ضروریات دین سے ہے۔خواہ وہ آیت طیبہ فی نفسہ مفسر ہو، یا اللہ ورسول (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے بیان قطعی سے مفسر ہوجائے ، نیز یہ بھی واضح ہے کہ جن معانی ومفاہیم پر آیات قرآنیہ کی دلالت ظنی ہے، ان میں اجتہاد جاری ہوتا ہے، پس ظنی معانی ضروریات دین سے نہیں ہیں۔

(3)مفسر آیات طیبہ ومفسر احادیث متواترہ کے معانی کا انکار کفر ہے۔

علامہ تفتازانی نے رقم فرمایا:(**رد النصوص)بان ينكر الاحكام التى دلت عليها النصوص القطعية من الكتاب والسنة كحشر الاجساد مثلا(كفر) لكونه تكذيبا صريحا لله تعالى ورسوله عليه السلام-فمن قذف عائشة بالزنا كفر**) (شرح عقائد نسفیہ:ص159-مجلس برکات مبارکپور)

ترجمہ:نصوص کو رد کرنا کفر ہے، بایں طور کہ ان احکام کا انکار کرے جن پر قرآن وحدیث (متواتر) کی قطعی (قطعی الدلالت بالمعنی الاخص)نصوص دلالت کریں جیسے حشر جسمانی کا انکار کفر ہے، کیوں کہ یہ انکار اللہ ورسول (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی صریح تکذیب ہے ،پس جس نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت لگائی، وہ کافر ہوگیا۔

(4)امام ابن حجر ہیتمی نے رقم فرمایا:(ثم الشاهد لِلْحَضْرَةِ النَّبَوِيَّةِ وَغَيْرُه قد يتفقان فی الكفر بالانكار وقد يختلفان-فَيَتَّفِقَانِ فِي الْكُفْرِ بِاِنْكَارِالضَّرورى كَالاِيْمَانِ بِرِسَالَةِ مُحَمَّدٍ صلى الله عليه وسلم وما جاء به-مِنْ وُجُوْدِ ذات الله المقدسة سبحانه-وَاِنْفِرَادِهٖ تَعَالٰى باستحقاق العبودية عَلَى الْعٰلَمين-فَلَا شَرِيْكَ لَه لِتَفَرُّدِه بالالوهية المستلزم لِقِدَمِه-وانفراده بالخلق المستلزم لِكَوْنِه تَعَالٰى حَيًّا عَليمًا قادرًا مريدًا-وَمِنْ اَنَّ الْقُرْاٰنَ كَلَامُ اللّٰه تَعَالٰى.

وَمَا يَتَضَمَّنُهُ الْقُرْآنُ مِنَ الْاِيْمَانِ بِاَنَّه تَعَالٰى مُتَكَلِّمٌ سَمِيْعٌ- مُرْسِلٌ لِرُسُلٍ قَصَّهُمْ عَلَيْنَا وَرُسُلٌ لَمْ يَقْصُصْهُمْ عَلَيْنَا-وَمُنَزِّلٌ لِلْكُتُبِ-وَلَه عِبَادٌ مُكْرَمُوْنَ وَهُمُ الْمَلَائِكَةُ-وَمِنْ اَنَّه فَرَضَ الصَّلٰوةَ وَالزَّكَاةَ وَالصَّوْمَ وَالْحَجَّ -وَمِنْ اَنَّه يُحْيِ الْمَوْتٰى-وَاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَارَيْبَ فِيْهَا-وَمِنْ اَنَّه حَرَّمَ الزِّنَا وَالْخُمُوْرَ وَالقمار-فانكار شَيْءٍ مِنْ هٰذَا كُفْرٌ فِيْ حَقِّ الْفَرِيْقَيْنِ-وَيَخْتَلِفَانِ فِيْمَا نُقِل اٰحَادًا)

(الفتاوی الحدیثیہ:ص141-دارالفکر بیروت)

ترجمہ: پھر دربار رسالت کے حاضر وغیر حاضر کبھی انکار کے سبب کافر ہونے میں متفق ہوتے ہیں اور کبھی مختلف ہوتے ہیں،پس ضروری دینی کے انکار کے سبب کافر ہونے میں متفق ہوتے ہیں جیسے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان اور جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لائے یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات مقدس کا وجود اور اللہ تعالیٰ کا سارے عالم پر عبادت کے استحقاق میں منفرد ہونا،پس اس کا کوئی شریک نہیں ہے،الوہیت میں اس کے منفرد ہونے کی وجہ سے جو اس کے قدیم ہونے کو مستلزم ہے اور تخلیق میں اس کا منفرد ہونا جو اس کے حی،علیم،قادر اور مرید(ارادہ فرمانے والا)ہونے کو مستلزم ہے۔

اور(اس پر ایمان لانا)کہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور قرآن جن امور کو متضمن ہے،یعنی اس بات پر ایمان لانا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ متکلم،سمیع وعلیم ہے۔اس نے رسول

بھیجے جن کا ہم سے بیان فرمایا اور ہم سے بہت سے رسولوں کا بیان نہیں فرمایا اور اس نے کتابیں اتاریں اور اس کے برگزیدہ بندے ہیں اور وہ فرشتے ہیں اور یہ کہ اس نے نماز، زکات، روزہ وحج کو فرض فرمایا اور یہ کہ وہی مردوں کو زندہ فرماتا ہے اور یہ کہ قیامت آئے گی ،اس میں کسی شک کی گنجائش نہیں اور یہ کہ اس نے سود، شراب اور جوا کو حرام فرمایا، پس ان میں سے کسی امر کا انکار فریقین کے حق میں کفر ہے اور حاضر وغائب اس میں مختلف ہوجاتے ہیں جو بطور آحاد نقل ہوئے۔

جس صحابی نے کوئی دینی امر زبان نبوی سے سماعت کیا تو وہ ان کے حق میں ضروری دینی ہے اور غیر حاضر کے لیے اس وقت ضروری دینی ہوگا ،جب وہ اس کی نظر میں قطعی الثبوت بالمعنی الاخص ہوجائے۔اس کی دوصورت ہے :(1)اسی امر دینی کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دوسرے صحابی کے سامنے دہرادیا ہو(2)دربار رسالت کے غیر حاضر کو خبر متواتر کے ذریعہ معلوم ہو کہ یہ قول نبوی ہے۔

اگر وہ قول نبوی غیر حاضر کو خبر واحد سے موصول ہو تو وہ اس کے حق میں ظنی ہے، پس وہ اس کے حق میں ضروری دینی نہیں ۔اس طرح زبان اقدس سے امر دینی سماعت کرنے والے صحابی کے حق میں تمام مسموعات دینیہ ضروری دینی ہیں اور غیر حاضر کے لیے صرف متواتر دینی امور ضروری دینی ہیں اور غیر متواتر دینی امور ضروری دینی نہیں ہیں۔

(1)امام ابن حجر ہیتمی نے رقم فرمایا:(**وَیَختَلِفَان فِیْمَا نُقِل اٰحَادًا–کسوال الْمَلَکَیْنِ ووجوب زکاۃ الفطر–فَلَا یَکْفُرُ بِاِنْکَارِہٖ اِلَّا الشَّاھِد فقط ما لم یدَّع نحو نَسْخٍ–لِاَنَّہ عَلِمَ بِالضَّرُوْرَۃِ مجیءَ النَّبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم بہ لِسماعہ منہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم**)(الفتاوی الحدیثیہ:ص141-دارالفکر بیروت)

ترجمہ:حاضر وغائب اس میں مختلف ہوجائیں گے جو خبر آحاد کے طور پر منقول ہو، جیسے (قبر میں)دونوں فرشتوں (منکر ونکیر) کا سوال اور صدقہ فطر کا وجوب ،پس اس کے انکار

کے سبب صرف حاضر دربار رسالت کی تکفیر ہوگی، جب تک کہ وہ منسوخ ہونے کا یا اس جیسا دعویٰ نہ کرے، کیوں کہ اس کے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سماعت کی وجہ سے اس کو اس امر دینی کے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لانے کا بدیہی علم ہے۔

امام ہیتمی کے قول (یختلفان) سے مراد یہ ہے کہ دربار نبوی کے حاضر اور غیر حاضر کا حکم خبر واحد میں جداگانہ ہے۔صدقہ فطر کا وجوب خبر متواتر سے ثابت نہیں، بلکہ خبر واحد سے ثابت ہے۔اس کے انکار کی دوصورتیں ہیں۔دونوں کا ذکر درج ذیل عبارت میں ہے۔

(2)علامہ فضل رسول بدایونی نے رقم فرمایا:(**یَکْفُرُ الشَّاهِدُ بِاِنْکَارِ اِیْجَابِ صَدَقَةٍ بِسِمَاعِهٖ مِنْ فِیْهِ صلی اللّٰه علیه وسلم–وَیُفَسَّقُ الغائب وَیُضَلَّلُ–لِاَنَّهٗ لَمَّا لَمْ یَسْمَعْهُ من فیه صلی اللّٰه عَلَیْهِ وَسَلَّمَ–لَمْ یَکُنْ ثُبُوْتُهٗ قَطْعِیًّا–فَلَمْ یَکُنْ اِنْکَارُهٗ تَکْذِیْبًا لَهٗ صلی اللّٰه علیه وسلم–بَلْ لِلرُّوَاةِ وَتَغْلِیْطًا لَهُمْ–وهو فِسْقٌ وَ ضَلَالٌ،لا کُفْرٌ–اَللّٰهُمَّ اِلَّا اَنْ یَکُوْنَ اِسْتِخْفَافًا لِکَوْنِهٖ انما قاله النبی صلی اللّٰه علیه وسلم–ولم ینزل فی القراٰن صَرِیْحًا–فَیَکْفُرُ لاستخفافه بجناب النبی صلی اللّٰه علیه وسلم**)(المعتقد المنتقد:ص212-المجمع الاسلامی مبارک پور)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سماع کے سبب صدقہ کے وجوب کے انکار کی وجہ سے حاضر دربار رسالت کی تکفیر کی جائے گی اور غیر حاضر شخص کی تفسیق وتضلیل کی جائے گی،کیوں کہ جب اس نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے نہیں سنا تو اس کا ثبوت قطعی نہیں،پس اس کا انکار حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تکذیب نہیں ہے، بلکہ راویوں کی تکذیب اوران پر تغلیط ہے،اوروہ فسق وگمرہی ہے،کفرنہیں ہے،مگر یہ کہ (انکار)استخفاف کے طور پر ہو،کیوں کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قول مبارک ہے اور وہ قرآن میں صریح طور پر نازل نہیں ہوا، پس وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے استخفاف شان کے سبب کافر ہوگا۔

(الف)راویوں کی تکذیب کے سبب خبر واحد کا انکار فسق وضلالت ہے۔

(ب)اگر خبر واحد کا انکار اس وجہ سے کیا کہ یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے۔یہ قرآن مقدس میں نازل نہیں ہوا تو یہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا استخفاف اور کفر ہے۔اگر کسی نے حدیث موضوع کو حدیث نبوی اعتقاد کر کے صرف اس لیے انکار کیا کہ یہ قول نبوی ہے،فرمان الٰہی نہیں تو وہ استخفاف کے سبب کافر ہے۔

(3)امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے فرض عملی کی بحث میں رقم فرمایا:

(واعتبره بِمَسْئَلَةٍ سَمِعَهَا صَحَابِی مِنَ النَّبِیِّ صلی اللّٰه علیه وسلم شفاهًا—وَبَلَغَ غَیْرَه بِاِخْبَارِہ فهو قطعیٌّ عنده ظنیٌّ عندهم)

(فتاویٰ رضویہ:جلداول:ص8-رضا اکیڈمی ممبئی)

ترجمہ:اس کو اس مسئلہ سے سمجھو کہ جس کو کسی صحابی نے خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سماعت کیا اور دوسرے کو ان کے خبر دینے سے پہنچا،پس وہ اس صحابی کے نزدیک قطعی ہے اور دوسروں کے یہاں ظنی ہے۔

تعریف ششم

ضروری دینی:وہ دینی امر ہے جس کو خواص اور علما کے صحبت یافتہ عوام جانتے ہوں۔

(1)امام ہیتمی نے رقم فرمایا:**(قوله:فما القدر المعلوم من الدین بالضرورۃ؟**

جوابه:أنه قد سبق ضابطه وهو أن یکون قطعیاً مشهورًا بحیث لا یخفی علی العامة المخالطین للعلماء بأن یعرفوه بداهة من غیر إفتقار إلی نظر واستدلال)(فتاویٰ حدیثیہ:ص141-مکتبہ شاملہ)

ترجمہ:سائل کا قول کہ ضروریات دین کی متعینہ مقدار کیا ہے؟

اس کا جواب ہے کہ اس کا ضابطہ گزر چکا ہے۔وہ یہ کہ ضروری دینی ایسا قطعی ومشہور ہو

کہ علمائے کرام کی صحبت میں رہنے والے عوام سے پوشیدہ نہ ہو،اس طرح کہ وہ عوام نظر واستدلال کی حاجت کے بغیر بدیہی طور پر اسے جان لیں۔

اس قسم کی تعریف میں بالفعل تمام ضروریات دین کا تفصیلی علم مراد نہیں اور یہ بات ظاہر ہے کہ ہر عالم یا ہر صحبت یافتہ عامی کو ہر ایک ضروری دینی کا بالفعل تفصیلی علم نہیں ہوتا۔

ایسی تعریف میں مراد یہ ہے کہ علما اور علما کے صحبت یافتہ عوام مسلمین کو تمام ضروریات دین کا اجمالی علم ہوتا ہے کہ جو دینی امر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ ثابت ہو، وہ ضروری دینی ہے، نیز یہ مراد ہے کہ بلا استدلال ضروری دینی کو جان سکیں۔

(2)امام اہل سنت علیہ الرحمۃ والرضوان نے رقم فرمایا:(**فسرت الضروریات بما یشترک فی علمه الخواص والعوام–اقول: المراد العوام الذین لهم شغل بالدین واختلاط بعلمائه–والا فکثیر من جهلة الاعراب لا سیما فی الهند والشرق لا یعرفون کثیرًا من الضروریات–لا بمعنٰی اَنَّهُمْ لَهَا منکرون بل هم عنها غافلون–فشتان ما عدم المعرفة ومعرفة العدم–وان کان جهلًا مرکبًا فلا تجهل**)(فتاویٰ رضویہ: جلد اول:ص6-رضا اکیڈمی ممبئ)

ترجمہ:ضروریات دین کی تفسیر یہ کی گئی کہ(وہ دینی مسائل)جن کے علم میں خواص وعوام مشترک ہوں۔اقول:عوام سے مراد وہ لوگ ہیں جو دینی مسائل سے شغل رکھتے ہوں اور علما کی صحبت سے فیض یاب ہوں، ورنہ بہت سے اعرابی جاہل خصوصاً ہندوستان اور مشرق میں ایسے ہیں جو بہت سی ضروریات دین سے آشنا نہیں۔اس معنی میں نہیں کہ وہ ضروریات دین کے منکر ہیں، بلکہ وہ ان سے غافل ہیں۔بڑا فرق ہے عدم علم اور علم عدم میں۔خواہ یہ جہل مرکب ہی ہو تو اس فرق سے بے خبر نہ رہو۔

(3)حضور صدرالشریعہ قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:''ایمان اسے کہتے ہیں کہ سچے دل سے ان سب باتوں کی تصدیق کرے جو ضروریات دین ہیں اور کسی ایک ضرورت

دینی کے انکار کو کفر کہتے ہیں، اگر چہ باقی تمام ضروریات کی تصدیق کرتا ہو۔ضروریات دین وہ مسائل دین ہیں جن کو ہر خاص وعام جانتے ہیں، جیسے اللہ عزوجل کی وحدانیت، انبیا کی نبوت، جنت ونار، حشر ونشر وغیرہا، مثلاً یہ اعتقاد کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کوئی نیا نبی نہیں ہوسکتا۔

عوام سے مراد وہ مسلمان ہیں جو طبقہ علما میں نہ شمار کیے جاتے ہوں، مگر علما کی صحبت سے شرفیاب ہوں اور مسائل علمیہ سے ذوق رکھتے ہوں، نہ وہ کہ کوردہ اور جنگل اور پہاڑوں کے رہنے والے ہوں جو کلمہ بھی صحیح نہیں پڑھ سکتے کہ ایسے لوگوں کا ضروریات دین سے نا آشنا ہونا اس ضروری کو غیر ضروری نہ کر دے گا۔البتہ ان کے مسلمان ہونے کے لیے یہ بات ضروری ہے کہ ضروریات دین کے منکر نہ ہوں اور یہ اعتقاد رکھتے ہوں کہ اسلام میں جو کچھ ہے، حق ہے، ان سب پر اجمالاً ایمان لائے ہوں''۔

(بہار شریعت: حصہ اول:ص172-173-المدینۃ العلمیہ)

صاحب نبراس علامہ عبد العزیز فرہاری (۱۲۰۶ھ-۱۲۳۹ھ) کی عبارت سے ظاہر ہے کہ ضروریات دین کی تعریف میں خواص سے مجتہدین اور عوام سے غیر مجتہد علما مراد ہیں۔

(النبراس شرح شرح العقائد:ص531-مکتبہ یاسین استنبول ترکی)

نبراس شرح شرح عقائد نسفیہ کی عبارت اور اس کی تشریح باب پنجم میں مرقوم ہے۔

تعریف ہفتم

ضروری دینی: وہ دینی امر ہے جس کو خواص وعوام جانتے ہوں۔

ضروری دینی کی کبھی تشریح کی جاتی ہے کہ ضروری دینی وہ دینی امر ہے جس کو خواص وعوام جانتے ہوں۔اس قسم کی تعریف میں مراد یہ ہے کہ جس کو خواص وعوام نظر واستدلال کے بغیر جان سکیں، کیوں کہ ضروریات دین بدیہی امور ہیں، ان میں نظر واستدلال کی

ضرورت نہیں ۔ بالفعل ہرضروری دینی کا تفصیلی علم مرادنہیں ،کیوں کہ یہ خلاف واقع ہے ۔ تمام اہل علم کوبھی ہرایک ضروری دینی کا بالفعل تفصیلی علم نہیں ہوتا،پس یہ مرادبھی نہیں ہوسکتا ۔

(1)امام ابن حجر ہیتمی شافعی مکی(۹۰۹ھ-۹۷۴ھ) نے رقم فرمایا:

(المراد بالضروری ما یشترک فی معرفته الخاص والعام)

(تحفۃ المحتاج: جلدنہم:ص104-مکتبہ شاملہ)

ترجمہ:ضروری دینی سے وہ دینی امرمراد ہے جس کی معرفت میں خاص وعام مشترک ہوں ۔

مشترک ہونے سے مراد یہ ہے کہ خواص وعوام دونوں کوضروری دینی کا علم بدیہی طور پرحاصل ہوتا ہے ۔نظروکسب اوراستدلال کی ضرورت نہیں ہوتی ہے ۔اس امر دینی کوحضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے خواص وعوام سماعت کریں تو بھی بلا استدلال اس کا یقین بدیہی حاصل ہوگا ۔اگرخبرمتواتر کے ذریعہ کسی ضروری دینی کا علم حاصل ہوتو بھی بلااستدلال اس کا یقین بدیہی حاصل ہوگا ۔خواص وعوام کے ضروری دینی کے علم میں مشترک ہونے کا یہی مفہوم ہے کہ دونوں طبقہ کو بلااستدلال اس کا علم یقینی حاصل ہوتا ہے ۔

(2)امام جلال الدین محلی شافعی نے رقم فرمایا:**((جاحد المجمع علیه المعلوم من الدین بالضرورة)وهوما یَعْرِفُهٗ مِنْهُ الخواص والعوام من غیر قبولٍ لِلتَّشْكِیْكِ فالتحق بالضروریات كوجوب الصلٰوة والصوم وحرمةِ الزنا والخمر(كَافِرٌ قَطْعًا)لان جَحْدَه یستلزم تكذیب النَّبِیِّ صلی اللّٰہ علیه وسلم فیه)**(شرح جمع الجوامع: جلددوم:ص201-مکتبہ شاملہ)

ترجمہ:امام جلال الدین محلی شافعی نے رقم فرمایا:(جس اجماعی امرکا دین سے ہونا بداہۃً معلوم ہو)،یہ ایسا امر دینی ہے جس کوخواص وعوام کسی شک وشبہہ کوقبول کیے بغیر جانتے ہوں ،پس ضروریات دین میں نماز وروزہ کی فرضیت ،زنا وشراب کی حرمت شامل

ہے۔(اس اجماعی امر کا منکر یقینی طور پر کافر ہے)اس لیے کہ اس کا انکار اس امر کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تکذیب کو مستلزم ہے۔

(3)اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:

(فسرت الضروریات بما یشترک فی علمه الخواص والعوام)

(فتاویٰ رضویہ: جلد اول:ص6-رضا اکیڈمی ممبئ)

ترجمہ:ضروریات دین کی تفسیر یہ کی گئی کہ(وہ دینی مسائل)جن کے علم میں خواص وعوام مشترک ہوں۔

(4)علامہ فضل رسول بدایونی قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:**(فَمَا کَانَ ثبوته ضَرُوْرَةً عَنْ نَقْلٍ اِشْتَهَرَ وَتَوَاتَرَ فَاسْتَوٰی مَعْرِفةُ الخاص والعام)**

(المعتقد المنتقد:ص210-المجمع الاسلامی مبارک پور)

ترجمہ:پس وہ دینی منقول امر کہ مشہور ومتواتر نقل کے ذریعہ جس کا بدیہی طور پر ثبوت ہو،جس میں خاص وعام مومن کی معرفت برابر ہو۔(ایسا منقول امر دینی ضروری دینی ہے)

(5)امام ابن حجر ہیتمی نے رقم فرمایا:**(قوله:فما القدر المعلوم من الدین بالضرورة؟ جوابه:أنه قد سبق ضابطه وهو أن یکون قطعیاً مشهورًا بحیث لا یخفی علی العامة المخالطین للعلماء بأن یعرفوہ بداهة من غیر إفتقار إلی نظر واستدلال)**(فتاویٰ حدیثیہ:ص141-مکتبہ شاملہ)

ترجمہ:(علامہ ابن حجر ہیتمی شافعی مکی(۹۰۹ھ-۹۷۴ھ)نے رقم فرمایا):سائل کا قول کہ ضروریات دین کی متعینہ مقدار کیا ہے؟اس کا جواب ہے کہ اس کا ضابطہ گزر چکا۔وہ یہ کہ ضروری دینی ایسا قطعی مشہور امر دینی ہوتا ہے جو علمائے کرام کی صحبت میں رہنے والے عوام سے پوشیدہ نہیں ہوتا،اس طرح کہ وہ عوام نظر واستدلال کے بغیر بداہۃً اسے جان لیتے ہیں۔

خواص اور خواص کے صحبت یافتہ عوام کے جاننے کا مفہوم یہ ہے کہ سب لوگ ضروری

دینی کو بلانظر واستدلال جان سکیں۔ بہت سی ضروریات کا بالفعل تفصیلی علم ہوتا ہے اور دیگر ضروریات دین کا اجمالی علم ہوتا ہے کہ ضروریات دین مذہب اسلام کے متواتر امور ہیں۔

ضروریات دین کے علاوہ جتنے دینی امور ہیں،ان میں نظر واستدلال اور اجتہاد کا دخل ہوتا ہے، یہاں تک کہ ضروریات اہل سنت میں بھی نظر واستدلال کا دخل ہوتا ہے۔

(6)امام ابن حجر ہیتمی نے رقم فرمایا:(**ومِنْهَا قول المحقق الکمال بن ابی شریف فی شرحہ مسایرۃ شیخه المحقق الکمال بن الھمام:"جمھور الاشاعرۃ وبه قال الماتریدی-ان الایمان ھو التصدیق بالقلب فقط ای قبوله واذعانه لِمَا عُلِمَ بالضرورۃ من دین محمد صلی اللہ علیه وسلم بحیث تَعْلَمُهُ الْعَامَّةُ من غیر نظر واستدلال کالوحدانیة والنبوۃ والبعث والجزاء ووجوب الصلاۃ والزکاۃ والحج وحرمة الخمر ونحوھا**)

(الفتاوی الحدیثیہ:ص140-دارالفکر بیروت)

ترجمہ:اسی میں سے محقق کمال ابن ابی شریف شافعی کا قول ان کے شیخ محقق کمال ابن ہمام حنفی کی ''مسایرہ'' کی شرح میں ہے: جمہور اشاعرہ اور یہی امام ابومنصور ماتریدی نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دین سے جو بدیہی طور پر معلوم ہو،اس طرح کہ اس کو عام لوگ نظر واستدلال کے بغیر جانتے ہوں، جیسے وحدانیت،نبوت،حشر، جزائے اعمال اور نماز،زکات،حج کی فرضیت اور شراب کی حرمت اور اس جیسے امر کی صرف دل سے تصدیق یعنی اس کو قبول کرنا اور اس کا یقین کرنا ایمان ہے۔

(7)امام ابن امیر الحاج حنفی(۸۲۵ھ-۸۷۹ھ)نے رقم فرمایا:(**ما کان من ضروریات الدین ای دین الاسلام وھو ما یعرفه منه الخواص والعوام من غیر قبول للتشکیک کوجوب اعتقاد التوحید والرسالة ووجوب الصلوات الخمس واخواتھا من الزکاۃ والصیام والحج،یکفر منکرہ-والا اذا لم**

یکن من ضروریاته بان کان لا یعرفه منه الا الخواص کفساد الحج بالوطئ قبل الوقوف بعرفة واعطاء السدس للجدة وحرمة تزوج المرأة علی عمتها وخالتها فلا یکفر منکرها) (التقریروالتحبیرشرح التحریرللامام ابن الہمام: جلدپنجم:ص298-دارالکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ: جو دین اسلام کی ضروریات سے ہو،اور ضروریات وہ ہیں جن کوخواص وعوام شک کے بغیرقبول کریں جیسے توحیدورسالت اور نماز پنج گانہ اوراس کے امثال جیسے زکات، روزہ اور حج کی فرضیت تو اس کا منکر کافر ہے،ورنہ جب وہ ضروریات اسلام سے نہ ہو،بایں طور کہ اس کوصرف خواص جانتے ہوں جیسے وقوف عرفہ سے قبل وطی سے حج کا فاسد ہونا اور جدہ کو(وراثت میں) سدس دینااورعورت سے نکاح کا حرام ہونا اس کی پھوپھی اور خالہ کے نکاح میں ہونے کے وقت تو ان احکام کامنکر کافر نہیں ہوگا۔

(8)علامہ بدایونی نے رقم فرمایا:(**قیل:الایمان هو التصدیق بالقلب فقط ای قبول القلب واذعانه لما علم بالضرورة انه من دین محمد صلی الله تعالی علیه وسلم بحیث یعلمه الخاصة والعامة من غیر افتقار الی نظر واستدلال**) (المعتقد المنتقد:ص194-المجمع الاسلامی مبارک پور)

ترجمہ: کہا گیا کہ ایمان صرف دل سے تصدیق کرنا ہے،یعنی دل سے قبول کرنا اور اس کا اعتقاد کرنا ہے جس کے بارے میں بدیہی طور پر معلوم ہے کہ یہ حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دین سے ہے،اس طرح کہ خواص وعوام نظر واستدلال کی طرف احتیاج کے بغیراس کو جانتے ہوں۔

(9)محقق چلپی نے رقم فرمایا:(**ما اشتهر کونه من الدین بحیث یعلمه العامة بلا دلیل کوحدة الصانع ووجوب الصلوة اوحرمة الخمر حتی لولم یصدق بوجوب الصلوة مثلا عند سوالها فهو کافر عند الجمهور**)

(حاشیۃ چلپی علیٰ شرح العقائد: جلدسوم:ص145)

ترجمہ: (ضروری دینی وہ ہے کہ) جس کا دین سے ہونا ایسا مشہور ہو کہ عام مومنین بلا دلیل اس کو جانتے ہوں جیسے توحید خداوندی، نماز کی فرضیت یا شراب کی حرمت، یہاں تک کہ اگر مثلاً سوال کے وقت نماز کی فرضیت کی تصدیق نہ کرے تو وہ جمہور کے یہاں کافر ہے۔

تعریف ہشتم

ضروری دینی: وہ دینی امر ہے جو مومنین کے لیے بدیہی ہو۔

تعریف ہشتم کی تفصیلی بحث باب ہشتم میں مرقوم ہے۔ضروریات دین دراصل نظری ہیں، لیکن حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان کے سبب مومنین کے حق میں ملحق بالبدیہی ہوگئی ہیں، کیوں کہ مومنین کے لیے اس کا بنیادی امر بدیہی ہو چکا ہے۔

نبی ورسول کا صدق کا عقلاً واجب ہے اور یہ وجوب نظری ہے، لیکن ایمان کے سبب مومنین کے لیے نبی ورسول کا صدق مثل بدیہی ہو گیا، وہ بلانظر واستدلال نبی ورسول کو سچا اور ان کی بات کو سچی مانتے ہیں۔ نبی ورسول کے صدق کا عقلی وجوب ہی بنیادی امر ہے، جب یہ مثل بدیہی ہو گیا تو نبی ورسول کی بات کا حق وصادق ہونا بھی مومنین کے لیے بدیہی ہو گیا۔

ضروریات دین کی حد تام

تعریفات ثمانیہ میں سے ہر یک ضروریات دین کی حد تام نہیں ہے۔ضروری دینی وہ دینی امر ہے جس کا ثبوت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قطعی بالمعنی الاخص ہو۔

یہ تعریف دربار رسالت کے حاضر وغیر حاضر دونوں پر منطبق ہو جاتی ہے۔ دربار رسالت کے حاضر نے زبان نبوی سے جو امر دینی سنا، وہ اس کے حق میں قطعی الثبوت بالمعنی الاخص اور ضروری دینی ہے۔حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر امر دینی قطعی الثبوت بالمعنی الاخص ہوتا ہے، لہٰذا متواتر دینی امر غیر حاضر کے لیے ضروری دینی ہے۔

حاضر وغیر حاضر کا اختلاف اس دینی امر میں ہوگا جس کو حاضر دربار رسالت نے زبان نبوی سے سماعت کیا، پس یہ اس کے حق میں ضروری دینی ہے اور وہ امر دینی غیر متواتر ہونے کے سبب غیر حاضر کے لیے ضروری دینی نہیں ہوگا، مثلاً حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس امر دینی کو سماعت کرنے والے ایک یا چند افراد ہوں جن کی خبر خبر متواتر نہ ہو سکے، پس غیر حاضر کے لیے وہ امر ضروری دینی نہیں ہوگا اور حاضر کے لیے ضروری دینی ہوگا ۔

الغرض تعریف اول ہر ضروری دینی پر صادق آتی ہے اور یہی تعریف ضروری دینی کی حد تام ہے ۔یہ ضروری دینی کی جنس قریب وفصل قریب پر مشتمل ہے ۔دیگر تعریفات ضروریات دین کے اوصاف (خاصہ یا عرض عام) پر مشتمل ہیں اور اکثر تعریفات وتعبیرات حاضر دربار رسالت پر منطبق نہیں ہوتی ہیں۔باب سوم وچہارم میں تعریفات پر تبصرہ ہے۔

ضروریات عقلیہ وضروریات شرعیہ

ضروریات دینیہ کی دو قسمیں ہیں: (1) ضروریات عقلیہ (2) ضروریات شرعیہ۔

رسالہ حاضرہ میں ضروری شرعی کو عام طور پر ضروری دینی سے تعبیر کیا گیا ہے، کیوں کہ دینی کتابوں میں یہی تعبیر مروج ہے، حالاں کہ یہ آٹھوں تعریف وتعبیر ضروریات شرعیہ کی ہیں۔کتابوں میں مطلق ضروریات دین اور ضروریات عقلیہ کی تعریف نظر نہیں آتی ہے۔

ہاں، علم کلام کی کتابوں میں ضروریات عقلیہ کا ذکر آتا ہے اور جن عقلی دائل سے وہ ضروریات ثابت ہیں، ان دلائل عقلیہ کی تفصیل سے علم کلام کی کتابیں مشحون ومزین ہیں۔

رسالہ حاضرہ میں ضروری دینی سے ضروری شرعی اور مطلق ضروری دینی سے مطلق ضروری شرعی مراد ہے ۔اگر ضروری دینی کی بجائے ضروری شرعی کی اصطلاح استعمال کی جائے تو بعض قارئین کو غلط فہمی ہوسکتی ہے، نیز ضروریات عقلیہ کی تائید شرعی دلائل سے ہو جاتی ہے تو اس طرح ضروریات عقلیہ بھی ضروریات شرعیہ میں شمار کی جاسکتی ہیں۔

<u>وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم وآلہ العظیم</u>

باب دوم

باسمہ تعالیٰ وبحمدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الاعلیٰ وآلہ واصحابہ اجمعین

ایک عالم سے ضروری دینی کی متعدد تعریف وتعبیر

ضروریات دین کی تعریفات وتعبیرات اور ایمان وکفر کی توضیحات وتشریحات سے ضروریات دین کی متعدد تعریفات وتعبیرات اخذ کی جاسکتی ہیں۔ بسا اوقات ایک ہی عالم سے ضروری دینی کی متعدد تعبیر کا ظہور ہوتا ہے۔ایک کے علاوہ دیگر تعبیرات ضروری دینی کے کسی وصف پر مشتمل ہیں۔ان تمام تعبیرات میں سے صرف ایک تعبیر ضروری دینی کی حد تام ہوگی، کیوں کہ ہر حقیقت کی ایک ہی جنس قریب اور ایک ہی فصل قریب ہوتی ہے، پس ہر حقیقت کی ایک ہی حد تام ہوگی۔ دیگر تعریفات حد تام نہیں۔ چند تعبیرات درج ذیل ہیں۔

امام محمد غزالی شافعی (۴۵۰ھ-۵۰۵ھ) کی تعبیرات

(1)امام غزالی نے رقم فرمایا:(واصول الایمان ثلٰثة: (۱)الایمان باللّٰہ(۲) وبالرسل(۳)وبالیوم الاٰخر-وما عداہ فروع-واعلم انه لا تکفیر فی الفروع اصلًا-الا فی مسئلة واحدة-وھی ان ینکر اصلًا دینیًا علم من الرسول صلی اللّٰہ علیه وسلم بالتواتر)(التفرقۃ بین الاسلام والزندقہ:ص62)

ترجمہ:اصول ایمان تین ہیں:(۱)اللہ پر ایمان (۲)اور رسولوں پر ایمان (۳)اور آخرت پر ایمان، اور ان کے علاوہ فروع ہیں، اور جان لو کہ فروع میں بالکل تکفیر نہیں، مگر ایک مسئلہ میں اور وہ یہ ہے کہ ایسی اصل دینی کا انکار کرے، جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ معلوم ہو۔

منقولہ بالا عبارت میں بتایا گیا کہ ضروری دینی متواتر دینی امر ہے، گرچہ وہ فرعی مسئلہ ہو۔ جب وہ متواتر ہے تو وہ ضروری دینی ہے۔اس کا انکار کفر ہے۔

(2)امام غزالی شافعی (۴۵۰ھ-۵۰۵ھ) قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:

(فان انکر ما علم ضرورۃً من مقصود الشارع کانکار تحریم الخمر والسرقۃ ووجوب الصلوٰۃ والصوم فھو کافر-لان ھذا الانکار لا یصدر الا عن مکذب بالشرع) (المستصفیٰ: جلددوم:ص407-مؤسسۃ الرسالہ بیروت)

ترجمہ: پس اگراس (امر دینی) کا انکار کیا جس کا مقصود شارع ہونا بداہۃً معلوم ہے، جیسے شراب وچوری کی حرمت کا انکاراور نماز وروزہ کی فرضیت کا انکار تو وہ کافر ہے، کیوں کہ یہ انکارصرف شریعت اسلامیہ کی تکذیب کرنے والے سے صادر ہوتا ہے۔

منقولہ بالا اقتباس میں بتایا گیا کہ دین کا بدیہی امرضروری دینی ہے۔

ضروریات دین کی منقولہ بالا دونوں تعبیرات ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔

امام ابن حجر ہیتمی مکی شافعی کی تعبیرات

(1)امام ابن حجر ہیتمی شافعی مکی (۹۰۹ھ-۹۷۴ھ) نے رقم فرمایا: **(ان انکار المجمع علیہ المعلوم من الدین بالضرورۃ کفر،کبیرۃ کان او صغیرۃ)**

(الاعلام بقواطع الاسلام:ص209-مکتبہ شاملہ)

ترجمہ: ایسے اجماعی امر کا انکار کفر ہے جس کا دین سے ہونا بدیہی طور پر معلوم ہو،خواہ وہ کبیرہ گناہ ہو، یا صغیرہ گناہ۔

منقولہ بالا اقتباس سے معلوم ہوا کہ ضروری دینی اجماعی اور بدیہی امر ہے۔

(2)امام ابن حجر ہیتمی نے رقم فرمایا: **(قولہ:فما القدر المعلوم من الدین بالضرورۃ؟جوابہ:أنہ قد سبق ضابطہ وھو أن یکون قطعیاً مشھورًا بحیث لا یخفی علی العامۃ المخالطین للعلماء بأن یعرفوہ بداھۃ من غیر إفتقار إلی نظر واستدلال)** (فتاویٰ حدیثیہ:ص141-مکتبہ شاملہ)

ترجمہ: (علامہ ابن حجر ہیتمی شافعی مکی نے رقم فرمایا): سائل کا قول کہ ضروریات دین کی

متعینہ مقدار کیا ہے؟ اس کا جواب ہے کہ اس کا ضابطہ گزر چکا۔ وہ یہ کہ ضروری دینی ایسا قطعی مشہور دینی امر ہوتا ہے جو علمائے کرام کی صحبت میں رہنے والے عوام سے پوشیدہ نہیں ہوتا ہے، اس طرح کہ عوام نظر واستدلال کے بغیر بداہۃً اسے جان لیتے ہیں۔

منقولہ بالا اقتباس سے معلوم ہوا کہ ضروری دینی قطعی ومشہور امور ہیں۔

ضروریات دین کی منقولہ بالا دونوں تعبیرات ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔

امام ابن حجر ہیتمی شافعی کی ایک تعبیر کا ذکر باب دہم (ص 255) میں ہے۔

امام اہل سنت امام احمد رضا قادری (۱۲۷۲ھ-۱۳۴۰ھ) کی تعبیرات

(1) اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا: (فسرت الضروریات بما یشترک فی علمه الخواص والعوام) (فتاویٰ رضویہ: جلد اول: ص 6 - رضا اکیڈمی ممبئ)

ترجمہ: ضروریات دین کی تفسیر یہ کی گئی کہ (وہ دینی مسائل) جن کے علم میں خواص وعوام مشترک ہوں۔

منقولہ بالا اقتباس سے معلوم ہوا کہ ضروریات دین وہ دینی مسائل ہیں جن کو خواص وعوام جانتے ہوں۔

(2) امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا: ''ضروریات دین، ان کا ثبوت قرآن عظیم یا حدیث متواتر یا اجماع قطعی، قطعی الدلالات واضحۃ الافادات سے ہوتا ہے، جن میں نہ شبہے کی گنجائش، نہ تاویل کو راہ، اور ان کا منکر، یا ان میں باطل تاویلات کا مرتکب کافر ہوتا ہے''۔ (فتاویٰ رضویہ: جلد 29: ص 385 - جامعہ نظامیہ لاہور)

منقولہ بالا اقتباس سے معلوم ہوا کہ جو امر دینی قطعی الثبوت وقطعی الدلالت بالمعنی الاخص دلیل سے ثابت ہو، وہ ضروری دینی ہے۔ قرآن عظیم کی تمام آیات مقدسہ وجملہ نظم قرآنی، وحدیث متواتر واجماع قطعی (اجماع متصل) قطعی الثبوت ہیں، جب یہ قطعی الدلالت واضح الافادہ یعنی قطعی الدلالت بالمعنی الاخص ہوں تو ان سے ضروری دینی کا ثبوت ہوگا۔

ضروریات دین کی منقولہ بالا دونوں تعبیرات ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔

ضروریات دین کی قسم دوم پرضروریات کا اطلاق

درج ذیل عبارت میں ضروریات اہل سنت کوضروریات دین کی قسم دوم سے تعبیر کیا گیا ہے۔امام ابن حجر ہیتمی نے امام تقی الدین سبکی شافعی سے نقل کرتے ہوئے رقم فرمایا:

(ثم المعلوم بالضرورة من الشرع قسمان–احدهما ما یعرفه الخاصة والعامة–والثانی ما قد یخفی علٰی بعض العوام–ولا ینافی هذا–قولنا انه معلوم بالضرورة–لان المراد من مارس الشریعة–عَلِمَ مِنْهَا ما یحصل به العلم الضروری بذلک–وهذا یحصل لبعض الناس دون بعض بحسب الممارسة وکثرتها اوقلتها اوعدمها.

فالقسم الاول من انکره من العوام والخواص فَقَدْ کَفَرَ–لانه کَالْمُکَذِّب لِلنَّبِیِّ صلی اللّٰه علیه وسلم فی خبره–ومن هذا القسم انکار وجوب الصلٰوة والصوم والزکاة والحج ونحوها وتخصیص رسالته صلی اللّٰه علیه وسلم ببعض الانس–فمن قال ذلک–فلا شک فی کفره وان اعترف بانه رسول اللّٰه–لان عموم رسالته الٰی جمیع الانس مما یعلمه الخواص والعوام بالضرورة من الدین.

والقسم الثانی من انکره من العوام الذین لم یحصل عندهم من ممارسة الشرع–ما یحصل به العلم الضروری،لم یکفر–وان کانت کثرة الممارسة توجب للعلماء العلم الضروری به)

(الفتاوی الحدیثیہ:ص144-دارالفکر بیروت)

ترجمہ:شریعت سے بداہۃً معلوم امر کی دوقسمیں ہیں:ان میں سے ایک وہ ہے جس کوخواص وعوام جانتے ہیں،اور دوسری قسم وہ ہے جوبعض عوام پر کبھی مخفی رہتی ہے،اور یہ

ہمارے اس قول کے منافی نہیں کہ یہ بداہۃً معلوم ہے، کیوں کہ مراد ہے کہ جو شریعت (شرعی علوم) کی مشق وممارست کرے، وہ جان لے گا کہ شریعت کے بعض امور وہ ہیں جن کا بدیہی علم حاصل ہوتا ہے، اور یہ بدیہی علم بعض لوگوں کو حاصل ہوتا ہے اور بعض لوگوں کو حاصل نہیں ہوتا ہے، مزاولت وممارست اوراس کی کثرت یا اس کی قلت یا عدم ممارست کے اعتبار سے۔

پس عوام وخواص میں سے جو کوئی شخص قسم اول کا انکار کرے تو وہ یقیناً کافر ہے، اس لیے کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خبر میں ان کی تکذیب کرنے والے کی طرح ہے اور اسی قسم سے نماز، روزہ، زکات اور حج وغیرہ کی فرضیت کا انکار، اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت کو بعض انسانوں کے ساتھ خاص کرنا ہے، پس جو ایسا قول کرے، اس کے کفر میں کوئی شک نہیں ہے، اگرچہ وہ اعتراف کرے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، کیوں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تمام انسانوں کا عمومی طور پر رسول ہونا ان امور سے ہے جس کو خواص وعوام بدیہی طور پر دین سے جانتے ہیں۔

اور (ضروریات دین کی) دوسری قسم کا عوام میں سے وہ لوگ انکار کردیں جن کو شریعت کی ممارست حاصل نہیں جس کے ذریعہ ان کو علم بدیہی حاصل ہوجائے تو وہ کافر نہیں، گرچہ کثرت ممارست علمائے کرام کے لیے اس کے بدیہی علم کا سبب ہو۔

منقولہ بالا عبارت میں ضروریات دین کی دونوں قسم اوران کے احکام کا بیان ہے۔

علامہ ہیتمی کے قول (**والثانی ما قد یخفی علیٰ بعض العوام**) کا مفہوم یہ ہے کہ قسم دوم بعض عوام پر مخفی رہ سکتی ہے۔ ایسا نہیں کہ تمام عوام پر یقینی طور پر مخفی رہتی ہے۔

ضروریات دین کی قسم دوم کو بعد میں ضروریات اہل سنت کہا جانے لگا۔ عہد ماضی میں ضروریات اہل سنت کی اصطلاح مستعمل نہ تھی۔ قسم دوم حقیقت میں ضروری وبدیہی نہیں، لیکن قطعیت کے سبب اسے بھی ضروری وبدیہی کہا جاتا ہے۔ وہ حقیقت میں استدلالی ونظری ہے، اسی لیے علما کو نظر واستدلال کے سبب اس کا یقین حاصل ہوتا ہے اور علما کے

بتانے سے غیر علما کو اس کا یقین حاصل ہوتا ہے۔درج ذیل عبارت میں اس کا ذکر ہے۔

قسم دوم کو غیر ضروری کہنا

ضروریات دین کی قسم دوم کو ضروری دینی بھی کہا جاتا ہے اور قطعی غیر ضروری بھی کہا جاتا ہے، کیوں کہ حقیقت میں وہ استدلالی ہے، بدیہی وضروری نہیں، گر چہ اس کی قطعیت کے سبب اسے ضروری دینی کہ دیا جاتا ہے۔الغرض اس پر ضروری وغیر ضروری دونوں کا اطلاق ہوتا ہے۔ضروریات اہل سنت کی متعدد تعبیرات ہیں۔ان تعبیرات کا ذکر ہمارے رسالہ:''ضروریات اہل سنت اور فقہائے احناف''میں ہے۔

امام ابن حجر ہیتمی نے فتاویٰ امام سبکی شافعی سے نقل فرمایا:(**وَلَا یَکْفُرُ بانکار قطعی غیر ضروری کاستحقاق بنت الابن السدس مع بنت الصلب-وظاهر کلام الحنفیة کُفْرُہٗ-ویجب حمله اَیْ بناءً علٰی قواعدهم علٰی مُنْکِرٍ عَلِمَ اَنَّہٗ قَطْعِیٌّ-وَاِلَّا فَلَا یَکْفُرُ-اِلَّا اذا ذکر له اهل العلم انه من الدین وانه قطعی فتمادی فیما هو علیه عنادًا فَیَکْفُرُ لظهور التکذیب منه حینئذ کما دل علیه کلام امام الحرمین**)(الفتاوی الحدیثیہ:ص 141-دارالفکر بیروت)

ترجمہ:قطعی غیر ضروری(قطعی غیر بدیہی)کے انکار پر تکفیر نہیں کی جائے گی،جیسے بیٹی کے ساتھ پوتی کے سدس کے مستحق ہونے کا مسئلہ،اور فقہائے احناف کے کلام کا ظاہری مفہوم اس کا کفر ہونا ہے،اور احناف کے قوانین کے مطابق اس کو ایسے منکر پر محمول کرنا ضروری ہے،جس کو علم ہو کہ وہ یقینی ہے،ورنہ(لاعلمی کی حالت میں انکار پر)کافر نہیں ہوگا، مگر جب اہل علم اسے بتا دیں کہ وہ دین کا مسئلہ ہے اور وہ قطعی ہے،پھر وہ(حق سے)عناد کے سبب اپنے قول پر اصرار کرے تو وہ کافر ہوگا،اس وقت اس کی جانب سے تکذیب کے ظاہر ہونے کی وجہ سے،جیسا کہ امام الحرمین عبدالملک جوینی کا کلام اسی مفہوم کو بتاتا ہے۔

منقولہ بالا عبارت میں قطعی غیر ضروری سے ضروریات اہل سنت کو تعبیر کیا گیا ہے۔

جب علما کے بتانے سے غیر عالم کو اس کی قطعیت کا علم ہوجائے ، اس کے بعد بھی وہ عناد وسرکشی کے سبب اس کا مفسر انکار کرے تو وہ استخفاف بالدین اور تلاعب بالدین کے سبب کافر کلامی ہے۔اگر تاویل فاسد کے سبب انکار کرے ، یا غیر مفسر انکار ہوتو وہ متکلمین کے یہاں گمراہ ہے اور فقہائے احناف اوران کے مؤیدین کے یہاں کافر فقہی ہے۔

ضروریات اہل سنت اوران کے انکار کی تفصیلی بحث ہمارے رسالہ:''ضروریات اہل سنت اور فقہائے احناف'' میں مرقوم ہے۔اس میں ضروریات دین کا بھی ضمنی بیان ہے ۔

ضروریات دین وضروریات اہل سنت کا مشترکہ بیان

چوں کہ دونوں ضروریات کو ضروریات کہا جاتا ہے، لہٰذا کبھی دونوں کا مشترکہ بیان کتابوں میں مرقوم ہوتا ہے۔کبھی انفرادی طور پر ضروریات اہل سنت کو ضروریات دین میں شمار کردیا جاتا ہے۔حقائق ودقائق سے ناآشنا افراد کے لیے یہ ایک معمہ سے کم نہیں ہے۔

علامہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے ضروریات دین کی تشریح میں رقم فرمایا:

(فمن انکر من ضروریات الدین لم یبق من اهل القبلة-لان ضروریات الدین منحصرة عندهم فی ثلاثة:(۱)مدلول الکتاب بشرط ان یکون نصا صریحا لا یمکن تاویله کتحریم الخمر والمیسر واثبات العلم والقدرة والارادة والکلام له تعالٰی-وکون السابقین الاولین من المهاجرین والانصار مرضیین عند اللّٰه تعالی وانه لایجوز اهانتهم والاستخفاف بهم.

(۲)ومدلول السنة المتواترة لفظا او معنی سواء کان من الاعتقادیات او من العملیات-وسواء کان فرضا او نفلا کوجوب محبة اهل البیت من الازواج والبنات والجمعة والعیدین.

(۳)والمجمع علیه اجماعا قطعیا کخلافة الصدیق والفاروق ونحو ذلک-ولا شبهة ان من انکر امثال هذه الامور لم یصح ایمانه بالکتاب

والنبیین–اذ فی تخطیة الاجماع القطعی تضلیل لجمیع الامة)

(فتاویٰ عزیزی:ص397-ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

ترجمہ:پس جوضروریات دین میں کسی امر کاانکار کردے،وہ اہل قبلہ میں سے باقی نہ رہا،کیوں کہ ضروریات دین اہل اسلام کے یہاں تین امور میں منحصر ہیں۔

(۱) کتاب اللہ کا مدلول بشرطے کہ وہ نص صریح ہو،اس کی تاویل ممکن نہ ہو،جیسے شراب،جوا کی حرمت اوراللہ تعالیٰ کے لیےعلم،قدرت،ارادہ وکلام ثابت کرنا۔

اورمہاجرین وانصار کے سابقین اولین اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پسندیدہ ہیں اوران کی توہین وتنقیص جائز نہیں۔

(۲)لفظی یا معنوی متواتر حدیث کا مدلول،خواہ وہ اعتقادیات میں سے ہو، یا عملیات میں سے،اورخواہ وہ فرض ہو، یانفل ہو،جیسے اہل بیت یعنی ازواج مطہرات اور بنات نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کا وجوب۔

(۳)اورجس پراجماع قطعی ہوجیسےخلافت صدیقی وخلافت فاروقی اوران جیسےامور ،اورکوئی شبہہ نہیں کہ جوان جیسےامور کاانکارکرے،اس کا کتاب اللہ اورانبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام پرایمان صحیح نہیں،کیوں کہ اجماع قطعی کوخطا قرار دینے میں تمام امت کوگمراہ قرار دینا ہے۔

منقولہ بالاعبارت میں ضروریات دین وضروریات اہل سنت دونوں کا بیان ہے۔

(الف)خلافت صدیقی وخلافت فاروقی کا معاملہ حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سےمتواتر نہیں،بلکہ اس پرحضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کااجماع قطعی ہے۔

اجماع متصل،اجماع قطعی اوراجماع کی دیگرقسموں کی بحث ہمارے رسائل (۱) اجماع متصل اورضروریات دین (۲)ضروریات اہل سنت اورفقہائے احناف میں ہے۔

جس امر پراجماع متصل ہو، وہ ضروریات دین میں سے ہے۔حضرات خلفائے

راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی خلافت پر حضرات صحابہ کرام کا اجماع منصوص ہے۔ اس پر اجماع متصل نہیں ہے۔اجماع متصل حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متواتر قول وفعل پر ہوتا ہے۔کسی خلیفہ راشد کی خلافت سے متعلق متواتر قول نبوی نہیں ہے۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے اجماع قطعی (اجماع منصوص،اجماع قولی) سے جو امر ثابت ہو،وہ ضروریات اہل سنت میں شمار ہوتا ہے۔

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:''اہل تحقیق کے نزدیک تو حقیت خلافت خلفائے اربعہ بھی ضروریات دین سے نہیں''۔(مطلع القمرین:ص 77-کھاریاں پاکستان)

(ب)منقولہ بالاعبارت میں متواتر لفظی ومتواتر معنوی حدیث سے ثابت شدہ امر کو ضروری دینی قرار دیا گیا ہے،حالاں کہ متواتر معنوی حدیث سے ضروریات دین کا ثبوت نہیں ہوتا،بلکہ ضروریات اہل سنت کا ثبوت ہوتا ہے،بشرطے کہ اس حدیث کا تواتر معنوی امت مسلمہ کے یہاں مسلمات سے ہو۔کسی کی تحقیق میں کوئی حدیث متواتر معنوی ہو تو اس سے ضروری دینی کی قسم دوم (ضروری اہل سنت) کا ثبوت نہیں ہوتا۔مروی حدیثوں میں متواتر لفظی ومتواتر معنوی کا وجود تحقیق طلب ہے۔ان شاءاللہ تعالیٰ تفصیل مرقوم ہوگی۔

(ج) قرآن مقدس میں جس امر کا صریح وناقابل تاویل ذکر ہو،یعنی جس امر پر قرآن مجید کی قطعی بالمعنی الاخص دلالت ہو،وہ ضروریات دین کی قسم اول میں سے ہے۔

الغرض منقولہ بالا اقتباس میں ضروریات دین کی دونوں قسموں کا بیان ہے۔

قسم اول کا منکر متکلمین وفقہا دونوں کے یہاں اہل قبلہ سے خارج یعنی کافر کلامی ہے۔

قسم دوم کا منکر فقہائے احناف اوران کے مؤیدین کے یہاں کافر فقہی اور فقہی اصول کے مطابق اہل قبلہ سے خارج ہے،لیکن من کل الوجوہ خارج نہیں ہے۔ایسی عبارتوں کو صحیح مفہوم پر محمول کرنا چاہئے۔بسا اوقات کتابت کی غلطی بھی ہوتی ہے۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم وآلہ العظیم

باب سوم

باسمہ تعالیٰ وبحمدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الاعلیٰ وآلہ واصحابہ اجمعین

ضروریات دین کی تعریفات ثمانیہ اور حدتام کا تعین

دربار رسالت کے حاضر وغیر حاضر کے اعتبار سے ضروریات دین کی دو قسمیں ہیں:

(1) حاضر دربار رسالت کے لیے ضروری دینی

(2) دربار رسالت کے غیر حاضر کے لیے ضروری دینی

ضروریات دین کی آٹھ تعریفات وتعبیرات باب اول میں رقم کی گئی ہیں۔ان میں سے ایک تعریف ضروریات دین کی حدتام ہے۔ باب سوم میں ضروریات دین کی حدتام کا تعین کیا گیا ہے، پھر ان تعریفات ثمانیہ کا تجزیہ باب چہارم میں بھی مرقوم ہے۔

جس صحابی نے کوئی دینی امر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سماعت کیا تو وہ ان کے حق میں ضروری دینی ہے اور غیر حاضر کے لیے اس وقت ضروری دینی ہوگا، جب وہ اس کی نظر میں قطعی الثبوت بالمعنی الاخص ہو جائے۔اس کی دوصورت ہے:

(1) اسی امر دینی کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس صحابی کے سامنے دہرا دیا ہو جو ارشاد اول کے وقت حاضر نہ تھے۔ یہ صورت صرف عہد نبوی کے مومن کے لیے ہوگی۔

(2) دربار رسالت کے غیر حاضر کو خبر متواتر کے ذریعہ معلوم ہو کہ یہ قول نبوی ہے۔

اگر وہ قول نبوی غیر حاضر کو خبر واحد سے موصول ہو تو وہ اس کے حق میں ظنی ہے، پس وہ اس کے حق میں ضروری دینی نہیں۔اس طرح زبان اقدس سے امر دینی سماعت کرنے والے صحابی کے حق میں تمام مسموعات دینیہ ضروری دینی ہیں اور عہد نبوی کے مومن کے لیے مذکورہ بالا دوصورتیں ہیں اور دیگر مومنین کے لیے صرف متواتر دینی امور ضروری دینی ہیں۔

(1) امام ابن حجر ہیتمی نے رقم فرمایا:(وَیَخْتَلِفَان فِیْمَا نُقِل اٰحَادًا– کسوال

الْـمَـلَـكَيْـنِ ووجـوب زكاة الفطر-فَلَا يَكْفُرُ بِاِنْكَارِهٖ اِلَّا الشَّاهِد فقط ما لم يـدَّ ع نـحـو نَسْخٍ-لِاَنَّه عَلِمَ بِالضَّرُوْرَةِ مجيءَ النَّبى صلى اللّٰه عليه وسلم به لِسماعه منه صلى اللّٰه عليه وسلم) (الفتاوی الحدیثیہ:ص 141-دارالفکر بیروت)

ترجمہ: حاضروغائب اس میں مختلف ہوجائیں گے جوخبرآحاد کے طور پرمنقول ہو، جیسے (قبر میں) دونوں فرشتوں (منکرونکیر) کا سوال اورصدقہ فطر کا وجوب،پس اس کے انکار کے سبب صرف حاضر دربار رسالت کی تکفیر ہوگی،جب تک کہ وہ منسوخ ہونے کا یااس جیسا دعویٰ نہ کرے،کیوں کہ اس کےحضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سماعت کی وجہ سے اس کواس امردینی کےحضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کےلانے کا بدیہی علم ہے۔

امام ہیتمی کےقول (یختلفان) سے مراد یہ ہے کہ دربارنبوی کے حاضراورغیرحاضر کا حکم خبرواحد میں جداگانہ ہے۔صدقہ فطر کا وجوب خبرمتواتر سے ثابت نہیں، بلکہ خبرواحد سے ثابت ہے۔اس کےانکار کی دوصورتیں ہیں۔دونوں کا ذکردرج ذیل عبارت میں ہے۔

(2)علامہ فضل رسول بدایونی نے رقم فرمایا:(يَـكْـفُـرُ الشَّـاهِدُ بِاِنْكَارِ اِيْجَابِ صَـدَقَةٍ بِسِمَاعِهٖ مِنْ فِيْهِ صلى اللّٰه عليه وسلم-وَيُفَسَّقُ الغائب وَيُضَلَّلُ-لِاَنَّهٗ لَـمَّـا لَمْ يَسْمَعْهُ من فيه صلى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ-لَمْ يَكُنْ ثُبُوْتُهٗ قَطْعِيًّا-فَلَمْ يَكُنْ اِنْـكَارُهٗ تَكْذِيْبًا لَهٗ صلى اللّٰه عليه وسلم-بَلْ لِلرُّوَاةِ وَتَغْلِيْطًا لَهُمْ-وهو فِسْقٌ وَ ضَلَالٌ،لا كُـفْـرٌ-اَلـلّٰهُمَّ اِلَّا اَنْ يَكُوْنَ اِسْتِخْفَافًا لِكَوْنِهٖ انما قاله النبى صلى الـلّٰـه عـليه وسلم-ولم ينزل فى القراٰن صَرِيْحًا-فَيَكْفُرُ لاستخفافه بجناب النبى صلى اللّٰه عليه وسلم)(المعتقد المنتقد:ص 212-المجمع الاسلامی مبارک پور)

ترجمہ: حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سماع کے سبب صدقہ فطرکے وجوب کےانکار کی وجہ سے حاضردربار رسالت کی تکفیر کی جائے گی اورغیر حاضرشخص کی تفسیق وتضلیل کی جائے گی،کیوں کہ جب اس نے حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم کی زبان اقدس سے نہیں سنا تو اس کا ثبوت قطعی نہیں، پس اس کا انکار حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تکذیب نہیں ہے، بلکہ راویوں کی تکذیب اوران پر تغلیط ہے، اور وہ فسق وگمرہی ہے، کفر نہیں ہے، مگر یہ کہ (انکار) استخفاف کے طور پر ہو، کیوں کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قول مبارک ہے اور وہ قرآن میں صریح طور پر نازل نہیں ہوا، پس وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے استخفاف شان کے سبب کافر ہوگا۔

(الف) راویوں کی تکذیب کے سبب خبر واحد کا انکار فسق وضلالت ہے۔

(ب) اگر خبر واحد کا انکار اس وجہ سے کیا کہ یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے۔ یہ قرآن مقدس میں نازل نہیں ہوا تو یہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تنقیص و بے ادبی ہے اور یہ کفر ہے۔ حکم کفر تنقیص نبوی کے سبب ہے۔

(3) امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے فرض عملی کی بحث میں رقم فرمایا:

(واعتبره بِمَسْئَلَةٍ سَمِعَهَا صَحَابِی مِنَ النَّبِیِّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم شفاھًا–وَبَلَغَ غَیْرَہ بِاِخْبَارِہ فھو قطعیٌّ عندہ ظنیٌّ عندھم)

(فتاویٰ رضویہ: جلداول:ص8-رضا اکیڈمی ممبئی)

ترجمہ: اس کو اس مسئلہ سے سمجھو کہ جس کو کسی صحابی نے خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سماعت کیا اور دوسرے کو ان کے خبر دینے سے پہنچا، پس وہ اس صحابی کے نزدیک قطعی ہے اور دوسروں کے یہاں ظنی ہے۔

فصل اول

تعریف کے اقسام اور متعلقات ومبادیات

ضروریات دینیہ کی آٹھ تعریفات ماقبل میں مرقوم ہوئیں۔ ماہیات حقیقیہ کی تعریف بالحد ہوتی ہے اور ماہیات اعتباریہ کی تعریف بالحد میں اختلاف ہے۔ امور اصطلاحیہ کی

ماہیت ماہیات اعتباریہ میں سے ہے۔ماہیات حقیقیہ جیسے انسان،فرس وغیرہ ہیں۔

بہت سے اصحاب علم وفضل کا قول ہے کہ ماہیات اعتباریہ کی تعریف بالحد ہوتی ہے اور بہت سے اصحاب علم وفضل کا قول ہے کہ ماہیات اعتباریہ کی تعریف بالرسم ہوتی ہے۔

ضروریات دینیہ کی وضاحت کے واسطے ہم نے مذہب اول کو اختیار کیا ہے اور ایک تعریف کوضروری شرعی کی حدتام قرار دیا ہے۔ماہیات حقیقیہ کی تعریف کوتعریف حقیقی اور ماہیات اعتباریہ کی تعریف کوتعریف اسمی کہا جاتا ہے۔تعریف حقیقی اورتعریف اسمی دونوں کی دوقسمیں ہیں:تعریف بالحداورتعریف بالرسم۔حدورسم کی دوقسمیں ہیں:تام وناقص۔

(1)صدرالشریعہ بخاری نے رقم فرمایا:(وَاعْـلَـمْ أَنَّ التَّـعْـرِیفَ إِمَّـا حَقِیقِـیٌّ کَتَـعْـرِیفِ الْـمَـاهِیَّاتِ الْحَقِیقِیَّةِ-وَإِمَّا اسْمِیٌّ کَتَعْرِیفِ الْمَاهِیَّاتِ الاعْتِبَارِیَّةِ کَـمَـا إِذَا رَکَّبْـنَـا شَیْـئًا مِنْ أُمُورٍ هِیَ أَجْزَاؤُهُ بِاعْتِبَارِ تَرْکِیبِنَا-ثُمَّ وَضَعْنَا لِهَذَا الْـمُـرَکَّـبِ اسْـمًـا کَـالْأَصْـلِ وَالْـفِقْهِ وَالْجِنْسِ وَالنَّوْعِ وَنَحْوِهَا-فَالتَّعْرِیفُ الاسْمِیُّ هُوَ تَبْیِینُ أَنَّ هَذَا الِاسْمَ لِأَیِّ شَیْءٍ وُضِعَ)

(التوضیح مع التلویح:جلداول:ص3-مکتبہ شاملہ)

ترجمہ:جان لوکہ تعریف یا تو حقیقی ہوگی جیسے ماہیات حقیقیہ کی تعریف،یا تو اسمی ہوگی جیسے ماہیات اعتباریہ کی تعریف جیسا کہ ہم نے کسی چیز کو چند امور سے مرکب کیا تو وہ امور ہماری ترکیب کے اعتبار سے اس مرکب کے اجزا ہیں،پھر ہم نے اس مرکب کے لیے کوئی نام وضع کیا جیسے اصل،فقہ،جنس،نوع وغیرہ،پس تعریف اسمی یہ بیان کرنا ہے کہ یہ نام کس چیز کے لیے وضع کیا گیا۔

(2)علامہ حسن بن محمد بن محمود عطار مصری شافعی(۱۱۹۰ھ-۱۲۵۰ھ)نے رقم فرمایا:

(اَلْـحَـقُّ أَنَّ الْـمَـاهِیَّـاتِ قِسْـمَـانِ مَـاهِیَّاتٌ حَقِیقِیَّةٌ کَمَاهِیَّةِ الْإِنْسَانِ وَالْـفَـرَسِ-وَمَـعْـنَـی کَـوْنِهَـا مَاهِیَّاتٍ حَقِیقَةً أَنَّهَا مُحَقَّقَةُ الْوُجُودِ خَارِجًا إِمَّا

بِوُجُودِ أَفْرَادِهَا فِي الْخَارِجِ أَوْ بِوُجُودِهَا نَفْسِهَا بِنَاءً عَلَى الْقَوْلِ بِوُجُودِ الْكُلِّيِّ الطَّبِيعِيِّ وَهَذِهِ الْمَاهِيَّاتُ تَعَارِيفُهَا تُكَوِّنُ حُدُودًا وَرُسُومًا فَمَا كَانَ بِالذَّاتِيَّاتِ فَحَدٌّ أَوْ بِالْعَرَضِيَّاتِ فَرَسْمٌ وَتُسَمَّى هَذِهِ حُدُودًا وَرُسُومًا حَقِيقِيَّةً

وَأَمَّا الْمَاهِيَّاتُ الِاعْتِبَارِيَّةُ كَحَقَائِقِ الْأُمُورِ الِاصْطِلَاحِيَّةِ كَمَا هُنَا فَلَهَا حُدُودٌ وَرُسُومٌ أَيْضًا وَتُسَمَّى حُدُودًا وَرُسُومًا اسْمِيَّةً لِأَنَّهَا بِحَسَبِ الِاسْمِ

ثُمَّ إنَّ الِاطِّلَاعَ عَلَى ذَاتِيَّاتِ الْمَاهِيَّاتِ الْحَقِيقِيَّةِ وَعَرَضِيَّاتِهَا وَالتَّمْيِيزِ بَيْنَهَا عَسِرٌ جِدًّا وَاصِلٌ إلَى حَدِّ التَّعَذُّرِ كَمَا نَقَلَ ذَلِكَ السَّيِّدُ فِي حَاشِيَةِ الشَّمْسِيَّةِ عَنْ ابْنِ سِينَا-وَذَلِكَ لِاشْتِبَاهِ الْجِنْسِ بِالْعَرَضِ الْعَامِّ وَالْفَصْلِ بِالْخَاصَّةِ.

وَأَمَّا الْمَاهِيَّاتُ الِاعْتِبَارِيَّةُ فَأَمْرُ الْفَرْقِ سَهْلٌ لِأَنَّ طَرِيقَ ذَلِكَ النَّقْلُ عَنْ الْوَاضِعِ فَمَا اعْتَبَرَهُ دَاخِلًا فِي مَفْهُومِ الْمُسَمَّى الَّذِي وُضِعَ لَهُ الِاسْمُ فَذَاتِيٌّ وَمَا لَا فَعَرَضِيٌّ-وَبَقِيَّةُ الْكَلَامِ فِي كُتُبِ الْمَنْطِقِ)(حاشیۃ العطار علیٰ شرح الجلال المحلی علیٰ جمع الجوامع:جلداول:ص312-313-مکتبہ شاملہ)

ترجمہ:حق یہ ہے کہ ماہیات کی دوقسمیں ہیں:ماہیات حقیقیہ جیسے انسان وفرس کی ماہیت اوران کے ماہیات حقیقیہ ہونے کا معنی ہے کہ خارج میں ان کا وجود ثابت ہے،یا تو خارج میں اپنے افراد کے وجود کے ساتھ،یا خود اپنے وجود کے ساتھ،کلی طبعی کے وجود فی الخارج کے قول کی بنیاد پر اوران ماہیات کی تعریفات حدود ورسوم ہوتی ہیں،پس جوتعریف ذاتیات کے ذریعہ ہو،وہ حد ہے،یاتعریف عرضیات کے ذریعہ ہوتورسم ہے،اوراس کا نام حدحقیقی ورسم حقیقی رکھا جاتا ہے،لیکن ماہیات اعتباریہ جیسے امور اصطلاحیہ کے حقائق جیسے یہاں ہےتوان کے لیےبھی حدوداسمی ورسوم اسمی ہیں،کیوں کہ وہ اسم کےاعتبار سے ہیں۔

پھرماہیات حقیقیہ کی ذاتیات وعرضیات پرمطلع ہونااوران کے درمیان امتیاز کرنا

بہت مشکل ہے،استحالہ کی حدتک پہنچا ہوا ہے،جیسا کہ علامہ میر سید شریف جرجانی حنفی نے بوعلی ابن سینا سے اسے رسالہ شمسیہ کے حاشیہ میں نقل فرمایااور یہ مشکل جنس کے عرض عام اور فصل کے خاصہ کے مشابہ ہونے کی وجہ سے ہے۔

لیکن ماہیات اعتباریہ تو فرق کا معاملہ آسان ہے، کیوں کہ اس کا طریقہ واضع سے نقل ہے،پس جس کے لیے اسم وضع کیا گیا،اس مسمّٰی کے مفہوم میں واضع نے جس کوداخل مانا ہو ہے تو وہ (اس مسمّٰی کے لیے) ذاتی ہےاور جوایسا نہیں ہے،وہ عرضی ہے،اور باقی بحث منطق کی کتابوں میں ہے۔

(3)علامہ میر سید شریف جرجانی حنفی نے رقم فرمایا:(**واعلم ایضًا ان الحقائق الموجودة یتعسر الاطلاع علی ذاتیاتها–والتمیز بینها وبین عرضیاتها تعسرا تاما واصلا الی حد التعذر–فان الجنس یشبه بالعرض العام والفصل بالخاصة –فلذلک تری رئیس القوم یستصعب تحدید الاشیاء.**

واما المفهومات اللغویة والاصطلاحیة فامرها سهل فان اللفظ اذا وضع فی اللغة او الاصطلاح لمفهوم مرکب فما کان داخلا فیه کان ذاتیا له وما کان خارجا عنه کان عرضیا له–فتحدید المفهومات فی غایة السهولة–وحدودها ورسومها یسمی حدودا ورسوما بحسب الاسم–و تحدید الحقائق فی غایة الصعوبة وحدودها ورسومها یسمی حدودا ورسوما بحسب الحقیقة) (میر قطبی:ص105-106-مجلس برکات مبارک پور)

ترجمہ: جان لو کہ حقائق موجودہ کی ذاتیات (جنس وفصل) پر مطلع ہونااور ذاتیات وعرضیات کے درمیان تمیز کرنا بہت مشکل ہے،استحالہ کی حدتک پہنچا ہوا ہے، کیوں کہ جنس عرض عام کے مشابہ ہےاور فصل خاصہ کے مشابہ ہے،اسی لیےتم رئیس المناطقہ بوعلی ابن سینا کو دیکھتے ہو کہ وہ اشیا کی تعریف بالحد کومشکل شمار کرتا ہے۔

لیکن مفہومات لغویہ اور مفہومات اصطلاحیہ تو ان کا معاملہ آسان ہے، کیوں کہ لفظ جب لغت یا اصطلاح میں کسی مرکب مفہوم کے لیے وضع کیا جائے تو جو اس مرکب میں داخل ہوگا، وہ اس کا ذاتی ہوگا اور جو اس سے خارج ہوگا، وہ اس کا عرضی ہوگا، پس مفہومات کی تعریف بالحد بہت آسان ہے اور مفہومات کے حدود ورسوم کا نام حد بحسب الاسم اور رسم بحسب الاسم رکھا جاتا ہے، اور حقائق موجودہ کی تعریف بالحد بہت مشکل ہے اور حقائق کے حدود ورسوم کا نام حد بحسب الحقیقۃ اور رسم بحسب الحقیقۃ رکھا جاتا ہے۔

(4) ملاحسن فرنگی محلی نے رقم فرمایا:((**والتحدید الحقیقی عسیر)ای العلم بان هذا حد حقیقی للشیء عسیر جدا(فان الجنس مشتبه بالعرض العام والفصل بالخاصة)اللهم الا لبعض الماهیات الانتزاعیة التفصیلیة التی لیست لها کنه سوی ما انتزعه العقل-والحق ان العلم بکنه الاشیاء اعنی العلم بانه کنه لها قد یتیسر ولا یتعسر کما فی الماهیات الانتزاعیة-فان الکنه لها لیس الا ما حصل فی النفس.**

واما العلم بان هذا جنس لها وذلک فصل فلا یتیسر فی الانتزاعیات ایضا-فان الابوة مثلا وکذلک البنوة وغیرهما انتزاعیات-ولا یدرک العقل بان مقولة الاضافة جزء لها-والسر فیه ان الانواع الانتزاعیة انما تحصل فی الذهن بوجود اجمالی -والعقل انما ینتزع منها المفهومات العامة والخاصة-ولا یقدر علی تمییز انها ذاتیات او عرضیات.

الا ان یقال ان المفهوم الموصل المرکب من مفهومین انتزاعیین، احدهما الجزء الاعم منه وهو الجنس له-والثانی المختص به وهو الفصل له-یُعلم کنهه واجزائه بالمعنی الذی ذکر نا بالبداهة)

(شرح سلم لملاحسن:ص219-مطبع نول کشور لکھنو)

ترجمہ: تحدید حقیقی مشکل ہے، یعنی یہ جاننا بہت مشکل ہے کہ یہ شئ کی حد حقیقی ہے، کیوں کہ جنس عرض عام کے مشابہ ہے اور فصل خاصہ کے مشابہ ہے، مگر بعض ماہیات انتزاعیہ تفصیلیہ (کی تحدید حقیقی مشکل نہیں) جن کے لیے اس کے علاوہ کوئی حقیقت نہ ہو جو عقل نے انتزاع کیا ہو، اور حق یہ ہے کہ اشیا کی حقیقت کا علم یعنی یہ علم کہ یہ ان اشیا کی حقیقت ہے ،کبھی آسان ہے اور مشکل نہیں ہے جیسا کہ ماہیات انتزاعیہ میں، کیوں کہ ماہیات انتزاعیہ کی حقیقت وہی ہے جو عقل میں حاصل ہو۔

لیکن یہ علم کہ یہ ان ماہیات انتزاعیہ کی جنس ہے اور وہ فصل ہے تو ماہیات انتزاعیہ میں بھی آسان نہیں ہے، کیوں کہ مثلاً ابوت اور اسی طرح بنوت وغیرہ ماہیات انتزاعیہ ہیں اور عقل ادراک نہیں کرتی ہے کہ مقولہ اضافت ان کے لیے جز ہے، اور اس میں راز یہ ہے کہ ماہیات انتزاعیہ ذہن میں اجمالی وجود کے ساتھ حاصل ہوتی ہیں اور عقل ان سے مفہومات عامہ ومفہومات خاصہ کا انتزاع کرتی ہے اور اس امتیاز پر قادر نہیں ہوتی ہے کہ یہ ذاتیات ہیں یا عرضیات ہیں، مگر یہ کہ (معرفت تک) پہنچانے والا دو انتزاعی مفہوم سے مرکب مفہوم، ان میں سے ایک جزئے اعم ہوتا ہے، اور وہ اس کے لیے جنس ہے اور دوسرا اس کے ساتھ خاص ہوتا ہے، اور وہ اس کے لیے فصل ہے، یہ مرکب اس مفہوم (ماہیت انتزاعی واعتباری) کی حقیقت اور اس کے اجزا کو بدیہی طور پر بتاتا ہے، اسی معنی میں جو ہم نے ذکر کیا۔

(5) علامہ عبد الرشید جون پوری قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:

((التعریف اما حقیقی یقصد به تحصیل صورة غیر حاصلة–فان عُلِم وجودها فبحسب الحقیقة)ای فهو تعریف بحسب الحقیقة(والا فبحسب الاسم–واما لفظی یُقصد به تفسیر مدلول اللفظ)

اعلم ان التعریف اما ان یحصل فی الذهن صورةً غیر حاصلة –او یفید تمییز صورة حاصلة عما عداها– الثانی لفظی–اذ فائدته معرفة کون

اللفظ بازاء معنی معین کقولنا: الغضنفر الاسد–وذلک قد یکون مفردا کما ذکرنا وهو الاکثر–وقد یکون مرکبا کتعریفات الوجود حیث صرح العلماء بانها لفظیة.

والاول اما ان یحصل فی الذهن صورة علم وجودها بحسب نفس الامر کتعریف الانسان بانه حیوان ناطق–او لا بان لا یحصل الا صورةً لا وجود لها الا بحسب الاصطلاح من الماهیات الاعتباریة–کتعریف الکلمة بانها لفظ وضع لمعنی مفرد–فالاول تعریف بحسب الحقیقة والثانی بحسب الاسم–وقد اشار المحقق الطوسی الٰی ان التعریف اللفظی یناسب باللغة–والحقیقی بغیرها.

لا یقال تقسیم الحقیقی الٰی ما هو بحسب الحقیقة والٰی ما هو بحسب الاسم تقسیم الٰی نفسه والٰی غیره–لانا نقول: اراد المصنف قدس سره بالحقیقی ما یفید معرفة ماهیة الشیء اعم من ان تکون تلک الماهیة موجودة او لا–وبما هو بحسب الحقیقة ما یفید معرفة الحقیقة الموجودة –وبما هو بحسب الاسم ما یفید معرفة الحقیقة الاعتباریة الاصطلاحیة کما یظهر من وجه الضبط) (مناظرہ رشیدیہ: ص12-13-مطبع مصطفائی)

ترجمہ: تعریف یا تو حقیقی ہوگی کہ اس سے صورت غیر حاصلہ کا حصول مقصود ہو، پس اگر بحسب حقیقت اس صورت کا وجود معلوم ہو تو بحسب الحقیقۃ ہے، یعنی وہ تعریف بحسب الحقیقۃ ہے، ورنہ تعریف بحسب الاسم ہے، اور یا تعریف لفظی ہوگی جس سے لفظ کے مدلول کی تفسیر مقصود ہو۔

جان لو کہ تعریف یا تو غیر حاصل صورت کو ذہن میں وجود دے گی، یا صورت حاصلہ کو اس کے ماسوا سے ممتاز کرنے کا فائدہ دے گی، دوسری تعریف لفظی ہے، اس لیے کہ اس کا

فائدہ کسی معین معنی کے مقابلے میں لفظ کے ہونے کی معرفت ہے، جیسے ہمارا قول:غضنفر شیر ہے،اور تعریف لفظی کبھی مفرد ہوتی ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا اور زیادہ تر مفرد ہوتی ہے اور کبھی مرکب ہوتی ہے جیسے وجود کی تعریفات، کیوں کہ علمانے تصریح کی کہ وہ لفظی ہیں۔

اور اول (تعریف حقیقی) یا تو ذہن میں ایسی صورت کو وجود دے گی جس کا وجود نفس الامر کے اعتبار سے معلوم ہے، جیسے انسان کی تعریف کہ وہ حیوان ناطق ہے۔

یا ایسی نہیں ہوگی بایں طور کہ ایسی صورت کو ذہن میں وجود دے جس کا وجود صرف اصطلاح کے اعتبار سے ہے، یعنی ماہیات اعتباریہ، جیسے کلمہ کی تعریف کہ وہ معنی مفرد کے لیے وضع کیا گیا لفظ ہے، پس پہلی صورت تعریف بحسب الحقیقۃ ہے اور دوسری صورت تعریف بحسب الاسم ہے، اور نصیر الدین طوسی نے اشارہ کیا ہے کہ تعریف لفظی لغت کے مناسب ہے اور تعریف حقیقی غیر لغت (اصطلاحی معنی) کے مناسب ہے۔

یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ تعریف حقیقی کی تقسیم تعریف بحسب الحقیقۃ اور تعریف بحسب الاسم کی طرف تقسیم الیٰ نفسہ والیٰ غیرہ ہے، کیوں کہ ہم جواب دیں گے کہ مصنف قدس سرہ العزیز نے تعریف حقیقی سے اس تعریف کو مراد لیا جو شئ کی ماہیت کی معرفت کا افادہ کرے، خواہ وہ ماہیت موجود ہو یا نہ ہو، اور تعریف بحسب الحقیقۃ سے اسے مراد لیا جو حقیقت موجودہ کی معرفت کا افادہ کرے اور تعریف بحسب الاسم سے اسے مراد لیا جو حقیقت اعتباریہ اصطلاحیہ کی معرفت کا افادہ کرے جیسا کہ وجہ ضبط سے ظاہر ہے۔

تعریف حقیقی کی دو قسمیں ہیں :تعریف بحسب الحقیقۃ اور تعریف بحسب الاسم ۔ اصطلاحات کی تعریف تعریف اسمی ہے اور تعریف اسمی اس اصطلاح کی حقیقت کو ظاہر کرتی ہے جس کی وہ صفت ہے، پس تعریف اسمی بھی تعریف حقیقی کی ایک قسم ہے۔

الحاصل ماہیات حقیقیہ کی طرح ماہیات اصطلاحیہ کی بھی حد ورسم ہوتی ہے اور میر قطبی، ملاحسن، سلم العلوم اور حاشیہ عطار کی عبارتوں سے معلوم ہوا کہ ماہیات اعتباریہ کی جنس وفصل کا

علم آسان ہے اور ماہیات حقیقیہ کی جنس وفصل کا علم مشکل ہے۔حد تام جنس وفصل سے مرکب ہوتی ہے،پس ماہیت اعتباریہ کی جنس وفصل سے جومرکب ہو،وہ اس کی حد تام ہے۔

ایک ماہیت کی ایک ہی حد تام

ایک ماہیت کی ایک ہی حد تام ہوتی ہے، کیوں کہ ایک ماہیت کی ایک ہی فصل قریب ہوتی ہے،لیکن ایک ماہیت کی متعدد رسم تام ہوسکتی ہے، کیوں کہ ایک ماہیت کے لیے متعدد خاصے ہوسکتے ہیں اور متعدد خاصوں کے سبب متعدد رسم تام ہوسکتی ہے۔اسی طرح حد ناقص اور رسم ناقص بھی متعدد ہوسکتی ہے۔حد ناقص اور رسم ناقص جنس بعید سے مرکب ہوتی ہے اور ایک ماہیت کی متعدد جنس بعید ہوسکتی ہے۔صرف جنس الاجناس یعنی جنس عالی کی جنس نہیں ہوتی ہے۔نہ قریب،نہ بعید۔وہ مصدر ومرجع ہوتی ہے،جیسے جوہر۔اس کی دوقسمیں ہیں: جسم مطلق وغیر جسم۔جسم مطلق کی دوقسمیں ہیں: نامی وغیر نامی۔نامی کی بھی دوقسمیں ہیں: حساس متحرک بالارادہ وغیر حساس متحرک بالارادہ۔حساس متحرک بالارادہ حیوان ہے اور حیوان کے بہت سے افراد ہیں تواس مثال میں جوہر جنس عالی وجنس الاجناس ہے۔

کسی جنس بعید کے ساتھ خاصہ کومرکب کیا جائے تو رسم ناقص ہوجائے گی۔اس طرح ایک خاصہ کے باوجود متعدد رسم ناقص ہوسکتی ہے۔اسی طرح کسی جنس بعید کے ساتھ فصل قریب کومرکب کیا جائے تو حد ناقص ہوجائے گی۔اس طرح ایک فصل قریب کے باوجود متعدد حد ناقص ہوسکتی ہے۔اسی طرح اگرصرف خاصہ سے تعریف ہوتو وہ رسم ناقص ہے، اورصرف فصل قریب سے تعریف ہوتو وہ حد ناقص ہے۔الحاصل ایک ماہیت کی حد ناقص، رسم تام اور رسم ناقص متعدد ہوسکتی ہے،لیکن حد تام صرف ایک ہوگی۔

مقولات عشرہ میں سے ہرایک کوجنس الاجناس مانا جاتا ہے۔مقولات عشرہ میں ایک جوہراورنواعراض ہیں۔جوہر کے دوفرد ہیں:جسم مطلق اور جوہرغیر جسم۔جسم مطلق کے دوفرد

ہیں:جسم نامی اورجسم غیر نامی۔جسم نامی کے دوفرد ہیں:حساس متحرک بالارادہ اورغیر حساس وغیرمتحرک بالارادہ۔حساس متحرک بالارادہ حیوان ہےاورحیوان کی بہت سی نوع ہیں۔

انسان بھی حیوان کی ایک نوع ہے۔انسان کے علاوہ دیگرتمام حیوانات،مثلاً شیر، ہاتھی ،اونٹ ،گھوڑاوغیرہ بھی حیوان کی نوع ہیں۔ایک جنس کے ماتحت بہت سی مختلف الحقائق انواع ہوسکتی ہیں۔حیوان کی انواع میں سے پانچ نوع کی حدتام کا بیان منطق کی کتابوں میں ملتا ہے۔وہ پانچ انواع یہ ہیں:(1)انسان(حیوان ناطق)(2)شیر(حیوان مفترس)(3)گھوڑا(حیوان صاہل)(4)گدھا(حیوان ناہق)(5)کتا(حیوان نابح)

آئندہ بحث میں منطقی اصطلاحات کا استعمال ہواہے،لہٰذاچند منطقی اصطلاحات کی تعریفات ومعانی رقم کردیئے جاتے ہیں،تاکہ عام قارئین کوسہولت ہو۔

حدورسم کی تعریف

(1)حدتام وہ تعریف ہے جوجنس قریب اورفصل قریب سے مرکب ہو،جیسے انسان کی حدتام''حیوان ناطق''ہے۔حیوان انسان کی جنس قریب ہےاورناطق فصل قریب ہے۔

(2)حدناقص وہ تعریف ہے جوجنس بعیداورفصل قریب سے مرکب ہو،یاصرف فصل قریب سےتعریف کی جائے،جیسےانسان کی تعریف''جسم نامی ناطق''یاصرف''ناطق'' سے کی جائےتویہ دونوں تعریفیں حدناقص ہیں۔جسم نامی انسان کی جنس بعید ہے۔

(3)رسم تام وہ تعریف ہے جوجنس قریب اورخاصہ سے مرکب ہو،جیسےانسان کی رسم تام''حیوان ضاحک''ہے۔حیوان انسان کی جنس قریب ہےاورضاحک خاصہ ہے۔

(4)رسم ناقص وہ تعریف ہے جوجنس بعیداورخاصہ سے مرکب ہو،یاصرف خاصہ سےتعریف کی جائے،جیسےانسان کی تعریف''جسم نامی ضاحک''یاصرف''ضاحک''سے کی جائےتویہ دونوں تعریفیں رسم ناقص ہیں۔نامی انسان کی جنس بعید ہے۔

کلیات خمسہ کی تعریفات

(1)جنس وہ کلی ہے جو کثیرین مختلفین بالحقائق پر''ما ہو'' کے جواب میں بولی جائے، جیسے حیوان ۔یہ اپنے افراد جیسے انسان وفرس وغیرہ کے لیے جنس قریب ہے اور حیوان کے افرادیعنی انسان وفرس وغیرہ مختلف الحقائق ہیں کہ سب کی حقیقت وماہیت الگ الگ ہے۔

(2)فصل وہ کلی ہے جو''ای شئ ہوفی ذاتہ'' کے جواب میں بولی جائے۔

فصل کی دوقسمیں:(الف)فصل قریب(ب)فصل بعید۔

(الف)فصل قریب وہ کلی ہے جو ماہیت کوجنس قریب میں اس کے مشارکین سے ممتاز کردے،جیسے''ناطق''انسان کے لیے فصل قریب ہے۔انسان کی جنس قریب یعنی حیوان میں جوکلیات شریک ہیں،وہ تمام کلیات وماہیات''ناطق''کے سبب انسان سے جدا ہوجاتی ہیں،جیسے ہاتھی،گھوڑا،شیر،اونٹ وغیرہ ۔یہ حیوانات''ناطق''نہیں ہیں اورانسان ''ناطق''ہے۔انسان کےعلاوہ حیوان کےافرادمیں سےکوئی فردبھی''ناطق''نہیں ہے،پس ''ناطق''کےذریعہ انسان،حیوان کےدیگرتمام افرادسےممتازاورجداہوگیا۔

(ب)فصل بعید وہ کلی ہے جو ماہیت کوجنس بعید میں اس کے مشارکین سے ممتاز کر دے،جیسے''حساس''انسان کے لیےفصل بعید ہے۔

انسان کی جنس بعیدیعنی جسم نامی میں جوکلی شریک ہے،وہ کلی''حساس''کےسبب انسان سے جداہوجاتی ہے،جیسے درخت جسم نامی کےافراد سے ہے،لیکن درخت''حساس'' نہیں ہےاورانسان''حساس''ہے۔فصل بعید کےذریعہ جنس قریب کےمشارکین سےامتیاز نہیں ہوگا،جیسےانسان کی جنس قریب یعنی حیوان میں شیر،ہاتھی،اونٹ،گھوڑاوغیرہ شریک ہیں توانسان کی فصل بعیدیعنی''حساس''کےذریعہ جنس قریب کےمشارکین سےفرق وامتیاز نہیں ہوگا،کیوں کہ یہ کلیات وماہیات بھی''حساس''ہیں۔فصل بعید کے ذریعہ صرف جنس

بعید کے مشارکین سے فرق وامتیاز حاصل ہوتا ہے۔

(3) نوع وہ کلی ہے جو کثیرین متفقین بالحقائق پر ''ماھو'' کے جواب میں بولی جائے، جیسے ''انسان'' نوع ہے۔ یہ انسان کے تمام افراد پر ''ماھو'' کے جواب میں بولا جاتا ہے۔ جب سوال ہو کہ زید کیا ہے؟ (زید ماھو؟) تو جواب ہوگا: انسان۔ انسان کے تمام افراد حقیقت میں متفق ہیں۔ مناطقہ کے اعتبار سے تمام افراد انسانی کی حقیقت ''حیوان ناطق'' ہے۔ اہل اسلام کے یہاں یہ تعریف مقبول نہیں، کیوں کہ انسان کے علاوہ بھی ناطق ہے۔

(4) خاصہ وہ کلی ہے جو افراد کی حقیقت سے خارج ہو، اور ایک ہی کلی کے افراد کے ساتھ خاص ہو، جیسے ''ضاحک'' انسان کے لیے خاصہ ہے۔ انسان کے علاوہ کسی دوسری کلی کے افراد میں ضحک (ہنسنے) کا وصف نہیں پایا جاتا ہے، پس یہ وصف انسان کے ساتھ خاص ہے اور انسان کا خاصہ ہے۔ بندر ہنستا نہیں ہے، بلکہ انسان کی نقل کرتا ہے۔

(5) عرض عام وہ کلی ہے جو افراد کی حقیقت سے خارج ہو، اور متعدد کلیات کے افراد میں پایا جائے، جیسے ''ماشی'' انسان کے لیے عرض عام ہے، کیوں کہ انسان کے علاوہ حیوان میں شریک دیگر کلیات و ماہیات کے افراد میں بھی مشی (چلنے) کا وصف پایا جاتا ہے۔

کلی کی دو قسمیں ہیں: (1) کلی ذاتی (2) کلی عرضی۔

(1) کلی ذاتی وہ کلی ہے جو اپنے افراد کی حقیقت میں داخل ہو۔

کلیات خمسہ میں سے جنس اور فصل کلی ذاتی ہیں۔

(2) کلی عرضی وہ کلی ہے جو اپنے افراد کی حقیقت سے خارج ہو۔

کلیات خمسہ میں سے خاصہ اور عرض عام کلی عرضی ہیں۔

(6) نوع اپنے افراد کی حقیقت میں نہ داخل ہوتی ہے، نہ خارج ہوتی ہے، بلکہ اپنے افراد کا عین ماہیت ہوتی ہے، جیسے ''انسان'' حیوان ناطق کا عین ہے۔

جو انسان ہے، وہی حیوان ناطق ہے اور جو حیوان ناطق ہے، وہی انسان ہے، پس

انسان اپنے افراد کی حقیقت کا عین ہے۔یہ نہ اپنے افراد کی حقیقت میں داخل(حقیقت کا جز)ہے،نہ خارج ہے،بلکہ عین ماہیت وعین حقیقت ہے۔

(7)مقولات عشرہ کواجناس عالیہ کہا جاتا ہے۔ان میں ایک جوہراورنواعراض ہیں۔

فصل دوم

ضروریات دین کی حدتام کاتعین

ضروریات دین کی ایک تعریف حدتام ہےاور باقی تعریفات تعریف بالرسم ہیں۔

ضروریات دینیہ کی دوقسمیں ہیں:(1)ضروریات عقلیہ(2)ضروریات شرعیہ۔

تعریفات ثمانیہ کی بحث میں ضروری شرعی کوعام طورپرضروری دینی سے تعبیر کیا گیا ہے،کیوں کہ دینی کتابوں میں یہی تعبیر مروج ہے،حالاں کہ یہ آٹھوں تعریف وتعبیرضروریات شرعیہ کی ہیں۔کتابوں میں مطلق ضروریات دین اورضروریات عقلیہ کی تعریف نظرنہیں آتی ہے۔ہاں،علم کلام کی کتابوں میں ضروریات عقلیہ کا ذکرآتا ہےاورجن عقلی دلائل سے وہ ضروریات ثابت ہیں،ان دلائل عقلیہ کی تفصیل سے علم کلام کی کتابیں مشحون ومزین ہیں۔

ضروریات شرعیہ کی تعریفات ثمانیہ مندرجہ ذیل ہیں۔

(1)تعریف اول:ضروری دینی:وہ دینی امر ہے،جس کا ثبوت حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قطعی بالمعنی الاخص ہو۔

(2)تعریف دوم:ضروری دینی:وہ دینی امر ہے جوحضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بدیہی طورپرثابت ہو۔

(3)تعریف سوم:ضروری دینی:وہ دینی امر ہے جوحضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر ہو۔

(4)تعریف چہارم:ضروری دینی:وہ دینی امر ہے جواہل اسلام کے درمیان عہد

رسالت سے اجماعی ہو۔

(5) تعریف پنجم: ضروری دینی: وہ دینی امر ہے جس کا قطعی بالمعنی الاخص ذکر قرآن مقدس میں ہو، یا جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر ہو۔

(6) تعریف ششم: ضروری دینی: وہ دینی امر ہے جس کو خواص اور خواص کے صحبت یافتہ عوام جانتے ہوں۔

(7) تعریف ہفتم: ضروری دینی: وہ دینی امر ہے جس کو خواص وعوام جانتے ہوں۔

(8) تعریف ہشتم: ضروری دینی: وہ دینی امر ہے جو مومنین کے لیے بدیہی ہو۔

تعریف اول: حد تام

تعریف اول: ضروری دینی: وہ دینی امر ہے جس کا ثبوت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قطعی بالمعنی الاخص ہو۔

حاضر دربار رسالت کے لیے وہ امر دینی ضروری دینی ہے جس امر دینی کو اس نے حضور اقدس سرور دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے سماعت کیا ہو۔اسی طرح جس فعل دینی کا مشاہدہ اپنی آنکھوں سے کیا ہو۔حواس ظاہرہ سے ثابت ہونے والا علم قطعی الثبوت بالمعنی الاخص ہوتا ہے۔حاضر دربار رسالت کو قول نبوی وفعل نبوی کا علم اپنے حاسہ سمع وبصر سے ہوتا ہے، پس اپنے کانوں سے سنا ہوا قول نبوی اور اپنی آنکھوں سے دیکھا ہوا فعل نبوی سننے اور دیکھنے والے کے حق میں قطعی الثبوت بالمعنی الاخص ہوگا اور حاضر دربار رسالت کے لیے ایسا دینی قول وفعل ضروری دینی ہوگا۔

دربار رسالت سے غیر حاضر کے واسطے وہ امر دینی ضروری دینی ہے جو اسے خبر متواتر سے موصول ہو۔خبر متواتر سے ثابت ہونے والا علم قطعی بالمعنی الاخص ہوتا ہے۔جس امر دینی کا ثبوت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قطعی بالمعنی الاخص ہو، وہ ضروری دینی

ہے۔خواہ اس کے ثبوت کا ذریعہ حواس ظاہرہ (حاسہ سمع وبصر) ہوں، یا خبر متواتر ہو۔

اگر صرف نظم کا ثبوت قطعی بالمعنی الاخص ہو تو نظم ضروریات دین میں سے ہوگی، جیسے آیات متشابہات ودیگر تمام غیر مفسر آیات طیبہ۔آیات متشابہات تواتر سے مروی ہیں، لیکن ان کے معانی کا علم امت مسلمہ کو نہیں ہے اور غیر مفسر آیات طیبہ کے متعین معانی اگر تواتر کے ساتھ مروی ہوتے تو وہ آیات مقدسہ غیر مفسر نہیں، بلکہ بیان قطعی کے سبب مفسر ہو جاتیں۔

اگر صرف معنی کا ثبوت قطعی بالمعنی الاخص ہو تو صرف معنی ضروریات دین میں سے ہوگا، جیسے پانچ نمازیں اور تعداد رکعات۔جو احادیث طیبہ نمازوں اور رکعتوں کی تعداد کو بتاتی ہیں، وہ خبر واحد ہیں۔وہ الفاظ متواتر نہیں، یعنی قطعی الثبوت بالمعنی الاخص نہیں ہیں۔

اگر نظم ومعنی دونوں کا ثبوت قطعی بالمعنی الاخص ہو تو نظم ومعنی دونوں ضروریات دین میں سے ہوں گے، جیسے قرآن مقدس کی مفسر آیات طیبہ، اور ان کے معانی۔

الحاصل جس دینی امر کا ثبوت حضور اقدس سرور دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قطعی بالمعنی الاخص ہو، وہ ضروری دینی ہے۔خواہ وہ لفظ ہو، یا معنی۔

نظم مفسر اپنے معنی پر قطعی الدلالت بالمعنی الاخص ہوتی ہے۔کبھی نظم قرآنی خود مفسر ہوتی ہے، اور کبھی اللہ ورسول (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے بیان قطعی سے مفسر ہو جاتی ہے۔یہ دونوں مفسر ہیں اور اپنے معنی پر دلالت میں قطعی بالمعنی الاخص ہیں۔

الحاصل ضروری دینی کی پہلی تعریف حد تام ہے اور دیگر تعریفات تعریف بالرسم ہیں۔

اس تعریف میں ''امر دینی ہونا'' جنس قریب ہے اور'' حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قطعی الثبوت بالمعنی الاخص ہونا'' فصل قریب ہے، پس دونوں مفہوم سے مرکب مجموعہ ضروری دینی کے لیے حد تام ہے۔

فصل قریب وہ امر ہے جو شئ کو جنس قریب میں اس کے مشارکین سے ممتاز اور جدا کر دے۔ضروریات دین کے لیے امر دینی ہونا جنس قریب ہے۔امور دینیہ میں قطعی الثبوت

بالمعنی الاخص،قطعی الثبوت بالمعنی الاعم اورظنی الثبوت تینوں قسم کے دینی امورشامل ہیں۔

ضروری دینی کی تعریف میں قطعی الثبوت بالمعنی الاخص کی قید نے قطعی الثبوت بالمعنی الاعم اورظنی الثبوت کوخارج کردیا،پس اس قید نے جنس قریب کے مشارکین سے ضروری دینی کوممتاز کردیا،پس قطعی بالمعنی الاخص ہوناضروری دینی کے لیے فصل قریب ہے۔

اموردینیہ میں ضروریات دین کے علاوہ دیگر دینی مسائل قطعی الثبوت بالمعنی الاخص نہیں ہیں،بلکہ وہ قطعی الثبوت بالمعنی الاعم یاظنی الثبوت ہیں۔

شئ کی حقیقت کا جزوہ ہوگا کہ اس کوشئ سے جدا کردیاجائے توشئ کی حقیقت معدوم ہوجائے۔ذاتی (ذات کا جزیعنی جنس وفصل) کے بغیرکسی ماہیت کا تصورممکن نہیں،جیسے حیوانیت کے بغیر انسان کا تصوریاناطقیت کے بغیر انسان کاتصورممکن نہیں۔اگر ناطقیت کو انسان کی حقیقت سے جداکردیاجائے توانسان وغیر انسان میں امتیاز کیسے ہوگا۔

اسی طرح ضروری دینی کی ماہیت سے قطعی الثبوت بالمعنی الاخص ہونے کوجداکردیا جائے توضروری دینی کی حقیقت معدوم ہوجائے گی،کیوں کہ غیرقطعی اموردینیہ بھی دینی امورہیں،پھرضروری دینی وغیرضروری دینی میں امتیاز کیسے حاصل ہوگا۔فصل قریب ہی سے جنس قریب کے مشارکین سے امتیاز حاصل ہوتاہے،پس فصل قریب کوجداکردینے کے بعد جنس قریب کے مشارکین سے امتیاز ختم ہوجائے گا۔اس سے واضح ہوگیا کہ قطعی الثبوت بالمعنی الاخص ہوناضروری دینی کے لیے فصل قریب ہے اوردینی امرہوناجنس قریب ہے اور ان دونوں مفہوم سے مرکب مجموعہ ضروری دینی (ضروری شرعی) کے لیے حدتام ہے۔

تعریف دوم تعریف اول کی مشہور تعبیر

تعریف دوم:ضروری دینی:وہ دینی امر ہے جوحضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بدیہی طورپرثابت ہو۔

کسی امر کا قطعی الثبوت بالمعنی الاخص ہونا اور بدیہی الثبوت ہونا دونوں ایک ہی بات ہے۔تعریف دوم دراصل تعریف اول کی متبادل اور مشہور تعبیر ہے۔حاضر دربار رسالت کو ضروری دینی کا بدیہی حصول حاسہ سمع وبصر سے ہوگا اور دربار رسالت کے غیر حاضر کوضروری دینی کا بدیہی حصول خبر متواتر کے ذریعہ ہوگا۔اس کے لیے خبر متواتر کے علاوہ کوئی راہ نہیں۔

تعریف سوم حد تام نہیں

تعریف سوم:ضروری دینی:وہ دینی امر ہے جوحضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر ہو۔

حاضر دربار رسالت کوضروری دینی کا حصول حاسہ سمع وبصر سے ہوگا اور دربار رسالت کے غیر حاضر کوضروری دینی کا حصول خبر متواتر سے ہوگا۔حاسہ سمع وبصر اور خبر متواتر دونوں ضروری دینی کے حصول کے ذرائع ہیں،پس یہ تعریف سبب حصول کے ذریعہ کی گئی ہے۔

(الف) یہ تعریف سبب حصول کے ذریعہ کی گئی ہے،اور کسی امر کا سبب حصول اس کی حقیقت سے خارج ہوتا ہے،جیسے زید کے حصول وتولد کے لیے اس کا باپ سبب ہے تو زید کا باپ زید کی حقیقت میں داخل نہیں۔اسی طرح دربار رسالت سے غیر حاضر کوضروری دینی کا حصول خبر متواتر کے ذریعہ ہوتا ہے اور حاضر دربار رسالت کوحواس ظاہرہ کے ذریعہ ضروری دینی کا حصول ہوتا ہے تو خبر متواتر اورحواس ظاہرہ ضروری دینی کے حصول کے اسباب وذرائع ہیں اور شئ کے حصول کے اسباب وذرائع شئ کی حقیقت سے خارج ہوتے ہیں اور تعریف بالخارج رسم ہوتی ہے تو یہ دوسری تعریف ضروری دینی کی تعریف بالرسم ہوئی۔

(ب) جب کسی صحابی نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کوئی دینی بات سماعت کی،یا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صادر شدہ کسی دینی فعل کا مشاہدہ کیا تو وہ قول نبوی وفعل نبوی یعنی یہ امر دینی ان کے حق میں ضروری دینی ہوگیا،لیکن ابھی اس کی

روایت نہیں ہوئی ہے۔نہ متواتر روایت، نہ ہی غیر متواتر روایت۔

اس سے واضح ہوگیا کہ متواتر ہونا ضروری دینی کے لیے وصف غیر لازم ہے۔اگر یہ وصف لازم ہوتا تو اس کے وجود کے وقت سے ہی یہ وصف اس کے ساتھ ہوتا۔وصف خواہ لازم ہو یا غیر لازم، وہ شئ کی حقیقت کا جز یعنی جنس یا فصل نہیں ہوتا ہے جیسے انسان کا سامع وباصر ہونا۔یہ انسان کے اوصاف میں سے ہیں،لیکن اس کی حقیقت کا جز نہیں۔

اگر متواتر ہونے کو ضروری دینی کی فصل قریب مانا جائے تو جس صحابی نے تنہائی میں کوئی دینی امر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سماعت کیا، وہ امر دینی ان کے حق میں ضروری دینی نہیں ہوگا، کیوں کہ اسے وہ امر دینی خبر متواتر سے موصول نہیں ہوا،اور ضروری دینی اس امر دینی کو فرض کیا گیا ہے جو خبر متواتر سے موصول ہو۔

اگر حاسہ سمع سے سننا ضروری دینی کے لیے فصل قریب ہو تو دربار رسالت کے غیر حاضر کے لیے کوئی امر دینی ضروری دینی نہ ہو، کیوں کہ وہ حاسہ سمع سے اس امر دینی کی سماعت نہیں کیا اور فرض کیا گیا کہ ضروری دینی وہ دینی امر ہے جس کو خود حاسہ سمع سے سنے۔

الحاصل متواتر ہونا یا کان سے سننا اور آنکھ سے دیکھنا ضروری دینی کے لیے فصل قریب نہیں ہے، بلکہ تواتر اور حاسہ سمع وبصر سے ادراک قطعی الثبوت بالمعنی الاخص ہونے کے ذرائع اور اسباب میں سے ہے اور اسباب وذرائع شئ کی ماہیت کے جز نہیں ہوتے۔

تعریف چہارم حد تام نہیں

تعریف چہارم: ضروری دینی: وہ دینی امر ہے جو اہل اسلام کے درمیان عہد رسالت سے اجماعی ہو۔

(الف) اگر کسی صحابی نے تنہا دین سے متعلق کوئی قول نبوی سنا، یا کسی دینی فعل نبوی کا مشاہدہ کیا تو ان کے حق میں وہ ضروری دینی ہے،لیکن وہ امر دینی اجماعی نہیں، کیوں کہ ان

صحابی کے علاوہ کسی کو اس کا علم ہی نہیں، پھر یہ امر دینی اجماعی کیسے ہوگا۔

اس سے ثابت ہوگیا کہ اجماعی ہونا ضروری دینی کا وصف غیر لازم ہے۔شئ کا وصف لازم یا وصف غیرلازم اس کے لیے جنس یا فصل نہیں ہوتا ہے، پس اجماعی ہونا ضروری دینی کی حقیقت کا جز یعنی جنس یا فصل نہیں، پس یہ تعریف بھی تعریف بالرسم ہے۔

اگر یہ صحابی اس امر دینی کی روایت کر دیں تو ایک صحابی کی روایت خبر واحد ہوگی اور خبر واحد ظنی ہوتی ہے۔ظنی امر پر اجماع متصل نہیں ہوسکتا۔امر متواتر پر اجماع متصل ہوتا ہے۔

(ب) اگر کثیر التعداد صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے اس امر دینی کی سماعت کی، پھر ان نفوس قدسیہ نے اس امر دینی کی روایت کی، پس کثیر التعداد (خبر متواتر میں مشروط تعداد) کی روایت متواتر ہوتی ہے تو وہ امر دینی متواتر ہوگیا اور اس پر امت کا اجماع ہوگیا، لیکن جس وقت ان کثیر تعداد صحابہ کرام نے اس امر دینی کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا تھا۔اسی وقت وہ امر دینی ان کے حق میں ضروری دینی ہو چکا تھا۔

اجماعی ہونے کا وصف اس کی متواتر روایت کے بعد اس کو عارض ہوا ہے اور وجود کے بعد عارض ولاحق ہونے والا امر اس شئ کی ماہیت کا جزئے حقیقی (جنس وفصل) نہیں ہوتا ہے۔اگر وجود کے بعد عارض ہونے والا امر ماہیت کا جز ہوتا تو اس کے بغیر شئ کا وجود ہی نہیں ہوتا، حالاں کہ شئ یعنی ضروری دینی کا وجود اجماع سے قبل ہو چکا ہے، پس اجماعی ہونا ضروری دینی کی حقیقت وماہیت کا جزئے حقیقی (جنس وفصل) نہیں۔

تعریف پنجم حد تام نہیں

تعریف پنجم: ضروری دینی: وہ دینی امر ہے جس کا قطعی بالمعنی الاخص ذکر قرآن مقدس میں ہو، یا جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر ہو۔

شریعت اسلامیہ کا اصل ماخذ قرآن مقدس ہی ہے، لیکن بہت سی ضروریات دین کا

صریح ذکر قرآن عظیم میں نہیں ہے، مثلاً پانچ وقت کی نماز کا صریح ذکر قرآن مقدس میں نہیں ہے، پس قرآن مقدس میں مذکور ہونا ضروریات دین کی فصل قریب نہیں۔ اسی طرح قرآن مجید میں مذکور ہونا ضروری دینی کا خاصہ بھی نہیں ہے، بلکہ عرض عام ہے، کیوں کہ قرآن مجید میں ضروری دینی اور غیر ضروری دینی ہر قسم کے دینی مسائل کا ذکر ہے، لہٰذا یہ تعریف بھی ضروری دینی کی تعریف بالحد نہیں ہے۔

ضروری دینی کا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر ہونا بھی ضروری دینی کے لیے فصل قریب نہیں، بلکہ وصف غیر لازم ہے۔ جس امر دینی کو کسی ایک صحابی نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سماعت کیا اور وہ اس کی روایت نہیں کر سکے تو یہ امر دینی ان کے حق میں ضروری دینی ہے، لیکن جب اس کی روایت ہی نہ ہو سکی تو نہ اس کا ذکر خبر واحد میں ہوگا، نہ خبر متواتر میں، لیکن وہ امر دینی ان صحابی کے حق میں ضروری دینی ہے۔

اگر وہ روایت کر بھی دیتے تو یہ روایت خبر واحد ہوتی، خبر متواتر نہیں ہوتی، لیکن یہ اس صحابی کے حق میں ضروری دینی ہے، پس متواتر ہونا ضروری دینی کا وصف لازم نہیں، جب یہ وصف لازم بھی نہیں تو متواتر ہونا ضروری دینی کے لیے جنس یا فصل کیسے ہو سکتا ہے۔

تعریف سوم کے تجزیہ میں تواتر سے متعلق تفصیل مرقوم ہے۔

تعریف ششم حد تام نہیں

تعریف ششم: ضروری دینی: وہ دینی امر ہے جس کو خواص اور خواص کے صحبت یافتہ عام مومنین جانتے ہوں۔

(الف) اگر کسی صحابی نے تنہا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کوئی دینی امر سماعت کیا تو ان کے حق میں وہ ضروری دینی ہے، لیکن ابھی اس صحابی کے علاوہ کسی کا علم خواص یا عوام کسی کو نہیں، پس ثابت ہوا کہ خواص وعوام کا جاننا ضروری دینی کا وصف غیر لازم

ہے۔شئ کا وصف لازم یا وصف غیر لازم شئ کی حقیقت کا جز یعنی جنس یا فصل نہیں ہوتا ہے۔

بہت سے ایسے دینی امور ہیں کہ ان کو خواص اور خواص کے صحبت یافتہ عوام ضرور جانتے ہیں،لیکن وہ ضروری دینی نہیں،مثلاً بیٹھ کر پانی پینا۔یہ دینی امر سب کو معلوم ہے،لیکن یہ ضروریات دین میں سے نہیں ہے۔اگر خواص وعوام کا جاننا ضروری دینی کے لیے فصل قریب ہوتا تو وہ تمام دینی امور ضروری دینی ہوجاتے جن کو خواص وعوام جانتے ہیں ، حالاں کہ ایسا نہیں ۔ضروری دینی (ضروری شرعی) صرف وہی امر دینی ہے جس کا ثبوت حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قطعی بالمعنی الاخص ہو۔

بہت سے اسلامی آداب ایسے ہیں کہ عام طور پر جاہل مومنین بھی ان کو جانتے ہیں ، جیسے بیٹھ کر پیشاب کرنا،لیکن اس قسم کے امور ضروریات دین میں سے نہیں ہیں۔

(ب) جب کسی قولی یا فعلی دینی امر کا صدور حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہو جائے گا،تب خواص عوام کو اس کا علم ہوگا۔اس کا مفہوم یہ ہوا کہ کسی قول نبوی وفعل نبوی کے صدور اور اس کے وجود کے لیے خواص وعوام کا جاننا ضروری نہیں ہے۔

ممکن ہے کہ حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بہت سے ایسے اعمال واذکار کا صدور ہوا ہو،جن کا علم خواص وعوام کو نہ ہو،مثلاً نفل نمازیں جو قول وفعل پر مشتمل ہوتی ہیں۔ اذکار ووظائف اور تسبیحات وغیرہ۔ممکن ہے کہ حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نفل نماز ادا کی ہو جس کا علم کسی امتی کو نہ ہو۔اسی طرح ممکن ہے کہ حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نفل روزہ رکھا ہو،جس کا علم کسی کو نہ ہو۔اگر کسی قول وفعل کا وجود وصدور خواص وعوام کے علم پر موقوف ہوتا اور خواص وعوام کا اس کو جاننا اس قول یا فعل کی حقیقت کا جز ہوتا تو خواص وعوام کے علم کے بغیر اس قول یا فعل کا صدور ہی نہیں ہوتا۔

الحاصل خواص وعوام کا جاننا کسی قول نبوی وفعل نبوی کی حقیقت کا جز نہیں ، جب یہ حقیقت کا جز نہیں تو قول نبوی وفعل نبوی کے لیے یہ نہ جنس ہوگا ، نہ فصل ، بلکہ اس کے عوارض

میں سے ہوگا۔عوام وخواص کا جاننا قول نبوی وفعل نبوی کے لیے خاصہ بھی نہیں ہے،کیوں کہ خواص وعوام بہت سے دینی امور کو جانتے ہیں۔

وجود کے بعد جوعوارض واصاف کسی شیٔ کو عارض ولاحق ہوں،وہ اس کی ذات میں داخل اور جزئے ذات نہیں ہوتے ہیں۔اگر وہ عوارض اجزائے ذات ہوتے تو ان عوارض کے بغیر شیٔ کا وجود ہی نہیں ہوتا،پس ثابت ہوا کہ خواص وعوام کا جاننا ضروری دینی کے لیے جنس یا فصل نہیں ہے،پس یہ تعریف بھی تعریف بالحد نہیں،بلکہ تعریف بالرسم ہے۔

(ج) اس تعریف کا مفہوم یہ ہے کہ ضروری دینی وہ دینی امر ہے کہ جس کو اجمالی طور پر خواص اور خواص کے صحبت یافتہ عوام جانتے ہیں کہ جو امر دینی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قطعی الثبوت بالمعنی الاخص ہوتا ہے،وہ ضروری دینی ہوتا ہے۔بالفعل تمام ضروریات دین کو جاننا مراد نہیں،کیوں کہ ہر خاص وعام کو بالفعل تمام ضروریات دین کا علم مشکل ہے اور اجمالی طور پر جاننا ضروریات دین کے ساتھ خاص نہیں،بلکہ تمام ظنیات کو بھی خواص اوران کے صحبت یافتہ عوام اجمالی طور پر جانتے ہیں کہ جس دینی مسئلہ کی دلیل ظنی ہو، وہ مسئلہ ظنی ہے،پس اجمالی طور پر جاننا ضروریات دین کا خاصہ بھی نہیں،پھر یہ امر ضروری دینی کی فصل قریب کیسے ہوسکتا ہے،لہٰذا یہ تعریف بھی تعریف بالرسم ہے۔

تعریف ہفتم حدتام نہیں

تعریف ہفتم:ضروری دینی:وہ دینی امر ہے جس کو خواص وعوام جانتے ہوں۔

(الف) اس تعریف کا ایک مفہوم یہ ہے کہ ضروری دینی وہ دینی امر ہے کہ بلا نظر واستدلال جس کے دینی مسئلہ ہونے کا یقین بالمعنی الاخص تمام خواص وعوام کو حاصل ہوجاتا ہے۔ضروریات دین کے علاوہ دیگر دینی امور یعنی ضروریات اہل سنت وظنیات کے دینی امور ہونے کا یقین بالمعنی الاخص حاصل نہیں ہوتا ہے،کیوں کہ یہ امور قطعی الثبوت بالمعنی

الاخص نہیں ہیں، پھران کے دینی امور ہونے کا یقین بالمعنی الاخص کیسے حاصل ہوگا۔

اسی مفہوم کو درج ذیل اقتباس میں بیان کیا گیا کہ دین کی طرف اس امر کی نسبت میں خواص وعوام برابر ہوں اوراس امر کے دینی بات ہونے میں کسی کوشک وشبہ نہ ہو۔

علامہ فضل رسول بدایونی قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:(و مسائله القضايا النظرية الشرعية الاعتقادية—وما يُقَالُ لِبَعْضِهَا اَنَّهَا من ضروريات الدين فَمَعْنَاهُ اَنَّه اِشْتَرَکَ في معرفة اضافته الى الدين خواص اهل الدين وعوامهم مع عدم قبول التشكيك،فساغ على ادراكها اطلاق الضرورة بطريق المشابهة—لا لالتحاقه بالضروريات،كذا قال اللاقاني

والاحكام الشرعية كلها نظرية بحسب الاصل—اذ لا تثبت الا بعد ثبوت النبوة—وهي لا تثبت الا بعد العلم بالمعجزة وهو نظري—كذا قال النابلسي)(المعتقد المنتقد:ص15-المجمع الاسلامی مبارک پور)

ترجمہ:علم کلام کے مسائل نظری شرعی واعتقادی قضایا ہیں اور جوان میں سے بعض کو کہا جاتا ہے کہ یہ ضروریات دین سے ہے تو اس کا معنی یہ ہے کہ دین کی طرف اس کی نسبت کی معرفت میں اہل اسلام کے خواص وعوام شریک ہیں، کسی تشکیک کوقبول کیے بغیر، پس اس کے علم وادراک پرضرورت وبداہت کا اطلاق جائز ہے مشابہت کے طور پر، نہ کہ اس کے بدیہیات میں شامل ہونے کی وجہ سے۔ایسا ہی امام لاقانی نے فرمایا۔

اورتمام احکام شرعیہ اصل کے اعتبار سے نظری ہیں،اس لیے کہ نبوت کے ثبوت کے بعد ہی ان کا ثبوت ہوتا ہے اور نبوت کا ثبوت معجزہ کے علم کے بعد ہی ہوتا ہے اور نبوت کا ثبوت نظری ہے۔امام عبدالغنی نابلسی نے ایسا ہی فرمایا۔

(ب)ایک تشریح یہ ہے کہ یہ تعریف مشہور ضروریات دین کے اعتبار سے ہے کہ خواص وعوام مشہور ضروریات دین کے جاننے میں مشترک ہیں۔اس تعریف سے غیر مشہور

ضروریات دین خارج ہوجائیں گی،لیکن یہ تعریف ضروری دینی کی حدتام نہیں ہے کہ اس کا جامع ومانع ہونا لازم ہو، بلکہ یہ تعریف بالرسم ہے، نیز خواص وعوام کا جاننا ضروری دینی کا خاصہ نہیں۔خواص وعوام بہت سے غیرضروری دینی شرعی احکام کوبھی جانتے ہیں۔

تعریف ششم کا تجزیہ تعریف ہفتم پر منطبق ہوجاتا ہے،لہٰذااعادہ کی ضرورت نہیں۔

تعریف ہشتم حدتام نہیں

تعریف ہشتم:ضروری دینی:وہ دینی امر ہے جومومنین کے لیے بدیہی ہو۔

تمام ضروریات دینیہ نظری ہیں۔جب ضروری دینی حقیقت میں بدیہی نہیں تو بدیہی ہونااس کی حقیقت کا جز کیسے ہوگا۔ضروری دینی اصل میں نظری ہے۔مومنین کے حق میں اس لیے بدیہی ہوگیا کہ اس کا مبنیٰ ان کے لیے بدیہی ہوچکا ہے۔نبی کی ہر بات سچی اورحق ہوتی ہے۔یہ مبنیٰ ہے اور یہ مبنیٰ اصل میں نظری ہے،لیکن حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پرایمان کے سبب یہ مبنیٰ مومنین کے لیے بدیہی (ملحق بدیہی)ہو چکا ہے۔ ہر مومن نبی ورسول کوسچا مانتا ہےاوران کی بات کوحق مانتا ہے۔

اس مبنیٰ کے بدیہی ہوجانے کے سبب قول نبوی کی سچائی وحقانیت مومنین کے لیے بدیہی ہوگئی۔مومنین کوقول نبوی کی صداقت وحقانیت کےعلم ویقین کے واسطے ترتیب مقدمات کی ضرورت باقی نہیں رہی۔جب مومنین نے حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت ونبوت کوتسلیم کرلیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قطعی الثبوت بالمعنی الاخص دینی امورمومنین کے لیے بدیہی ہوگئیں اورغیرمومنین کے لیےنظری باقی رہیں۔

الحاصل ضروری دینی کے لیے بداہت وصف عارض اوروصف غیرلازم ہے۔وصف خواہ لازم ہو یاغیرلازم ،وہ موصوف کی حقیقت کا جزاورذاتی نہیں ہوتا ہے،پس بداہت ضروری دینی کے لیے نہ فصل ہوگی نہ جنس، بلکہ خاصہ ہوگی اور یہ تعریف بالرسم ہوگی۔

مومنین کے لیےضروریات دین کے بدیہی ہونے کی تفصیلی بحث باب ہشتم میں ہے۔

مذکورہ مباحث سے ظاہر ہوگیا کہ ضروری دینی (ضروری شرعی) کی تعریف اول تعریف بالحد ہے اور دیگر تعریفات تعریف بالرسم ہیں ۔ان تعریفات سبعہ میں بیان کردہ امورضروری دینی کے لیے وصف ہیں۔جنس قریب اوروصف سے جوتعریف مرکب ہو، وہ رسم ہوتی ہے۔وہ حد نہیں ہوتی ہے۔ان تعریفات کی حیثیت کا تعین کا باب چہارم میں ہے۔

وماتوفیقی الا باللہ العلی العظیم والصلوۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم وآلہ العظیم

باب چہارم

باسمہ تعالیٰ وبحمدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الاعلیٰ وآلہ واصحابہ اجمعین

تعریفات سبعہ کی حیثیت کا تعین

تعریف اول ضروری دینی کی حدتام ہے۔تعریف دوم تعریف اول کے ہم معنی ہے اور محض تعبیری فرق ہے۔دیگر تعریفات کی حیثیت کا تعین اس باب میں کیا گیا ہے۔

ضروریات دینیہ کی دوقسمیں ہیں:

(1)دربار رسالت کے حاضر کے حق میں ضروری دینی

(2)دربار رسالت کے غیر حاضر کے حق میں ضروری دینی۔

ضروری دینی کی تعریف:

وہ دینی امر جوحضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قطعی الثبوت بالمعنی الاخص ہو۔

دینی امر سے حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قول وفعل مراد ہے۔حواس ظاہرہ اورخبر متواتر سے حاصل ہونے والا علم قطعی بالمعنی الاخص ہوتا ہے۔اس میں جانب مخالف کا احتمال بعید(احتمال بلادلیل) بھی نہیں ہوتا ہے۔علم یقینی کے درج ذیل تین اسباب ہیں:

حصول یقین کے تین ذرائع ہیں:(1)خبر صادق (2)عقل صحیح (3)حواس ظاہرہ۔

امام نسفی نے رقم فرمایا:(**اسباب العلم للخلق ثلاثة:الحواس السلیمة والخبر الصادق والعقل**)(شرح عقائد نسفیہ:ص31-مجلس برکات مبارک پور)

ترجمہ:مخلوق کے لیے علم کے تین اسباب ہیں:حواس سلیمہ،خبر صاق اور عقل۔

خبر صادق کی دوقسمیں ہیں:خبر رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خبر متواتر۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے جواسلامی عقائدواحکام سماعت فرمائے،وہ ان کے حق میں قطعی الثبوت

بالمعنی الاخص اورضروری دینی ہیں۔دربار رسالت سے غیر حاضر صحابہ کرام اور قیامت تک کے مومنین کوخبر متواتر سے جواسلامی عقیدہ یاحکم معلوم ہوتو ان کے حق میں وہ قطعی الثبوت بالمعنی الاخص اورضروری دینی ہے۔غیرمتواتر امور میں حاضروغیر حاضر کاحکم الگ ہے۔

حاضر دربار رسالت کے اعتبار سے ضروری دینی کی تعریف:

ضروری دینی: وہ دینی امر ہے جس کوصحابی نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سماعت کیا ہو۔

دربار رسالت کے غیر حاضر کے اعتبار سے ضروری دینی کی تعریف:

ضروری دینی: وہ دینی امر ہے جوحضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر ہو۔

خاصہ کی تعریف واقسام

خاصہ وہ کلی ہے جوایک ماہیت کے افراد کے ساتھ خاص ہو،جیسے کاتب انسان کے لیےخاصہ ہےاورحیوان کی دیگرقسموں (انواع) میں یہ وصف نہیں پایا جاتا ہے۔

امام قطب الدین رازی نے رقم فرمایا:(**الکلی الخارج عن الماهیة سواء کان لازما اومفارقا اما خاصة او عرض عام–لانه ان اختص بافراد حقیقة واحدة فهو الخاصة کالضاحک فانه مختص بحقیقة الانسان–وان لم یختص بها بل یعمها وغیرها فهو العرض العام کالماشی فانه شامل للانسان وغیره**) (قطبی:ص69-مجلس برکات مبارک پور)

ترجمہ: ماہیت سے خارج کلی خواہ وہ لازم ہو، یا مفارق ہو، خاصہ یا عرض عام ہے، اس لیے کہ اگر وہ ایک ماہیت کے افراد کے ساتھ خاص ہوتو وہ خاصہ ہے، جیسے ضاحک انسان کے لیے، کیوں کہ یہ انسان کی ماہیت کے ساتھ خاص ہے،اوراگر وہ ایک ماہیت کے ساتھ خاص نہ ہو، بلکہ اس کواوراس کے علاوہ کوعام ہوتو وہ عرض عام ہے، جیسے ماشی، کیوں کہ

یہ انسان اور غیر انسان کوشامل ہے۔

خاصہ جس ماہیت کے ساتھ خاص ہوتا ہے، وہ ماہیت نوعیہ یا ماہیت جنسیہ ہوتی ہے۔ کسی نوع کی خاص قسم کے ساتھ جو خاص ہو، وہ خاصہ نہیں ہوتا ہے۔خاصہ کی بھی دوقسمیں ہیں: خاصہ شاملہ جوکلی کے تمام افراد کوشامل ہو،اور خاصہ غیر شاملہ جوتمام افراد کوشامل نہ ہو۔

علامہ تفتازانی نے رقم فرمایا:(**الخاصة وهو الخارج المقول علیٰ ما تحت حقيقة واحدة فقط**)(شرح تہذیب:ص19-مکتبہ میزان لاہور)

ترجمہ: خاصہ یہ خارج کلی ہے جوصرف ایک حقیقت کے ماتحت افراد پر بولا جاتا ہے۔

خارج ہونے کا معنی ہے کہ خاصہ اس ماہیت کا جز نہیں ہوتا ہے جس کا وہ خاصہ ہوتا ہے، بلکہ اس ماہیت سے خارج ہوتا ہے۔خاصہ جس ماہیت کا خاصہ ہوتا ہے، وہ ماہیت جنس بھی ہوسکتی ہےاورنوع بھی ،یعنی جنس کا بھی خاصہ ہوتا ہےاورنوع کا بھی خاصہ ہوتا ہے۔

شارح عبداللہ یزدی شیعی نے لکھا:(**قوله:حقيقة واحدة)نوعية او جنسية- فالاول خاصة النوع-والثانی خاصة الجنس**)(شرح تہذیب:ص19)

ترجمہ:(ماتن کا قول:ایک حقیقت)وہ حقیقت نوعیہ ہو یا حقیقت جنسیہ،پس اول نوع کا خاصہ ہےاوردوسرا جنس کا خاصہ ہے۔

شارح عبداللہ یزدی(م۹۸۱ھ)نے لکھا:(**اعلم ان الخاصة تنقسم الیٰ خاصة شاملة لجميع ما هی خاصة له كالكاتب بالقوة للانسان-والیٰ غير شاملة لجميع افراده كالكاتب بالفعل للانسان**)(شرح تہذیب:ص19)

ترجمہ: جان لو کہ خاصہ منقسم ہوتا ہے ایسے خاصہ کی طرف کہ وہ ان تمام کوشامل ہوجن کا وہ خاصہ ہے جیسے کاتب بالقوہ انسان کے لیے،اور منقسم ہوتا ہے ایسے خاصہ کی طرف جو اپنے تمام افراد کوشامل نہ ہوجیسے کاتب بالفعل انسان کے لیے۔

کاتب بالقوہ انسان کے تمام افراد کوشامل ہے، کیوں کہ ہرانسان کاتب بالقوہ ہے،

لیکن کاتب بالفعل انسان کے تمام افراد کوشامل نہیں، کیوں کہ ہرانسان کاتب بالفعل نہیں۔

ملاحسن فرنگی محلی نے رقم فرمایا:(**الخاصة وهو الخارج المقول علی ما تحت حقیقة واحدة نوعیة او جنسیة-شاملة ان عمت الافراد)کالتحیز بالذات للاجسام(والا فغیر شاملة)سواء کانت مقومة لتحصل معروضها اعنی ما هی خاصة له کالفصل المقسم بالنسبة الی الجنس-ومثاله الناطق بالنسبة الی الحیوان-او لم تکن محصلة لوجود معروضها،بل یحتاج الی وجودها الی وجوده-کالکتابة بالفعل بالنسبة الی الانسان)**

(شرح سلم العلوم لملاحسن:ص190-مطبع نول کشورلکھنو)

ترجمہ:خاصہ:یہ(ماہیت سے)خارج کلی ہے جوصرف ایک حقیقت نوعی یا ایک حقیقت جنسی کے ماتحت افراد پر بولا جاتا ہے۔خاصہ شاملہ ہے،اگر وہ تمام افراد کوعام ہو، جیسے بالذات کسی حیز میں ہونا جسم کے لیے(خاصہ ہے)ورنہ وہ خاصہ غیر شاملہ ہے،خواہ وہ اپنے معروض،یعنی جس کے لیے وہ خاصہ ہے،اس کووجود دینے کے لیے مقوم(علت)ہو، جیسے فصل مقسم نسبت کرتے ہوئے جنس کی طرف،اورخاصہ غیر شاملہ مقومہ کی مثال ناطق ہے نسبت کرتے ہوئے حیوان کی طرف،یا اپنے معروض کے وجود کے لیے علت نہ ہو، بلکہ خاصہ اپنے وجود میں اپنے معروض کا محتاج ہو جیسے کتابت بالفعل نسبت کرتے انسان کی طرف۔

فصل کوجنس کی طرف نسبت کرتے ہوئے مقسم کہا جاتا ہے، کیوں کہ وہ جنس کی ایک مستقل قسم بناتی ہے اور فصل کونوع کی طرف نسبت کرتے ہوئے مقوم کہا جاتا ہے، کیوں کہ وہ نوع کو وجود بخشتی ہے۔جنس اور فصل کی ترکیب سے نوع کا وجود ہوتا ہے اور جنس وفصل دونوں اس نوع کے جزئے حقیقی ہوتی ہیں۔ناطق حیوان کی طرف نسبت کرتے ہوئے خاصہ غیر شاملہ ہے، کیوں کہ حیوان کے تمام افراد ناطق نہیں، پس یہ حیوان کا خاصہ غیر شاملہ ہے۔

منقولہ بالاعبارت سے واضح ہوگیا کہ جوفصل نوع کی حقیقت کا جز ہوتی ہے، وہ اس

نوع کی جنس کے لیے خاصہ غیر شاملہ قرار پاتی ہے جیسے ناطق حیوان کا خاصہ اور انسان کی فصل قریب ہے، یعنی ناطق حیوان کی حقیقت کا جزنہیں ہے، لیکن انسان کی حقیقت کا جز ہے۔

ضروری دینی کی دونوں قسموں کی تفصیل

ضروری دینی کی دونوں قسمیں دونوع ہیں اور متواتر ہونا ضروری دینی کے لیے خاصہ غیر شاملہ ہے اور قسم دوم کے لیے فصل قریب ہے جیسے ناطق ہونا حیوان کے لیے خاصہ غیر شاملہ اور انسان کے لیے فصل قریب ہے۔ ضروری دینی کی دونوں قسمیں درج ذیل ہیں:

(1) **قسم اول**: دربار رسالت کے حاضر کے حق میں ضروری دینی۔

(2) **قسم دوم**: دربار رسالت کے غیر حاضر کے حق میں ضروری دینی۔

ضروری دینی کی تعریف:

وہ دینی امر جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قطعی الثبوت بالمعنی الاخص ہو۔

حاضر دربار رسالت کے اعتبار سے ضروری دینی کی تعریف:

ضروری دینی: وہ دینی امر ہے جس کو صحابی نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سماعت کیا ہو۔

دربار رسالت کے غیر حاضر کے اعتبار سے ضروری دینی کی تعریف:

ضروری دینی: وہ دینی امر ہے جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر ہو۔

ضروری شرعی ضروری دینی کی ایک قسم ہے، لیکن عرف عام میں ضروری شرعی کو ضروری دینی کہا جاتا ہے، لہٰذا اس باب میں بھی ضروری شرعی کو ضروری دینی سے تعبیر کیا گیا ہے۔

قسم اول کی تفصیل

حاضر دربار رسالت کے لیے ضروری دینی وہ دینی امر ہے جس کو صحابی نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے سماعت کیا ہو۔ اس کی دو صورتیں ہیں۔

(1)قسم اول کی پہلی صورت یہ ہے کہ اس دینی امر کوکسی ایک صحابی نے یا صحابہ کرام کی قلیل تعداد نے حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سماعت کیا، پھر وہ اس کی روایت نہ کر سکے،اس صورت میں غیر حاضرین کواس کاعلم ہی نہیں ہوگا، یا روایت کیےتو وہ ایک صحابی یا قلیل التعداد صحابہ کرام کی روایت ہے،پس یہ خبر واحد ہوگی،خبر متواترنہیں ہوگی۔

جن ایک یا چند صحابہ کرام نے یہ امر دینی حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سماعت کیا،ان کے حق میں یقیناً یہ دینی امرضروری دینی ہے، کیوں کہ وہ امر دینی ان کے حق میں قطعی الثبوت بالمعنی الاخص ہے،لیکن دربار رسالت کے غیر حاضر کے حق میں یہ ضروری دینی نہیں ، کیوں کہ ان کو یہ دینی امر خبر واحد سے موصول ہوا، پس غیر حاضر کے حق میں یہ قطعی الثبوت بالمعنی الاخص نہیں ہے۔ جو دینی امر حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر ہو، وہ غیر حاضر کے حق میں ضروری دینی ہے، کیوں کہ یہ غیر حاضر کے حق میں قطعی الثبوت بالمعنی الاخص ہے،اور قطعی الثبوت بالمعنی الاخص امر دینی ضروری دینی ہوتا ہے۔

قلیل تعداد سے مراد یہ ہے جن کی روایت خبر متواتر نہ ہو سکے۔کثیر تعداد سے مراد ہے کہ جن کی روایت خبر متواتر ہو سکے۔ جوحکم ایک صحابی کی روایت کا ہے، وہی حکم متعدد صحابی کی روایت کا ہے۔روایت اسی وقت متواتر ہوگی جب اس کے راویوں کی تعداد خبر متواتر میں مشروط تعداد کے برابر ہو۔خبر متواتر یقین بالمعنی الاخص کا افادہ کرتی ہے۔

(2)قسم اول کی دوسری صورت یہ ہے کہ اس دینی امر کوصحابہ کرام کی کثیر تعداد نے حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سماعت کیا، پھر وہ اس کی روایت کیےاور کثیر تعداد کی روایت متواتر ہوتی ہے،اورامر متواتر قطعی الثبوت بالمعنی الاخص ہوتا ہے، پس یہ امر دینی غیر حاضر کے لیے بھی قطعی الثبوت بالمعنی الاخص اور ضروری دینی ہے،لہٰذا یہ امر دینی حاضر وغیر حاضر دونوں کے لیے ضروری دینی ہے،لیکن دونوں کی حیثیت جداگانہ ہے۔

حاضر دربار رسالت کے لیے ضروری دینی ہونے کا سبب یہ ہے کہ انہوں نے خود ہی

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے اس کو سماعت کیا ہے۔وہ تنہا سماعت کریں، یا قلیل تعداد یا کثیر تعداد کی موجودگی میں اس امر دینی کو سماعت کریں، وہ امر دینی بہر صورت حاضر در بار رسالت کے لیے ضروری دینی ہے، کیوں کہ وہ امر دینی ان کے حق میں قطعی الثبوت بالمعنی الاخص ہے، پس حاضر در بار رسالت کے لیے زبان نبوی سے اس امر دینی کو سماعت کرنا اس امر دینی کے ضروری دینی ہونے کا سبب ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر دینی امر غیر حاضر کے لیے قطعی الثبوت بالمعنی الاخص ہے، پس متواتر امر دینی غیر حاضر کے لیے ضروری دینی ہے۔

قسم دوم کی تفصیل

ناطق حیوان کے لیے خاصہ غیر شاملہ ہے اور انسان کے لیے فصل قریب ہے۔اسی طرح متواتر ہونا ضروری دینی کے لیے خاصہ غیر شاملہ ہے اور ضروری دینی کی قسم دوم کے لیے فصل قریب ہے، لہٰذا ضروری دینی کی قسم دوم کی حد تام یہ ہوگی:

ضروری دینی: وہ دینی امر ہے جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر ہو۔

عہد رسالت سے اجماعی ہونا ضروری دینی کی قسم دوم کے لیے خاصہ ہے، اس لیے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر دینی پر امت مسلمہ کا اجماع ہی ہوتا ہے، کیوں کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ تعالیٰ علیہ وسلم سے قطعی الثبوت بالمعنی الاخص ہوتا ہے۔

نیز قسم دوم پر عہد رسالت سے ہی اجماع ہوگا اور اس میں اجتہاد کا کچھ دخل نہیں ہوگا۔ اس کو اجماع متصل کہا جاتا ہے۔دیگر دینی امور پر اجماع مجرد ہوتا ہے، پس اجماع متصل ہونا ضروری دینی کی قسم دوم کا خاصہ ہوگا۔ ہمارے رسالہ:''اجماع متصل اور ضروریات دین'' میں اجماع متصل کی تفصیل ہے۔

ضروریات اہل سنت قطعی بالمعنی الاعم دینی امور ہیں۔ان میں احتمال بعید (احتمال بلا

دلیل) ہوتا ہے،لیکن اس احتمال بعید کا لحاظ نہیں کیا جاتا ہے، کیوں کہ اس احتمال پر کوئی دلیل نہیں ہوتی ہے اوراس دینی امر پر اجماع منعقد ہوجاتا ہے، پس ضروریات اہل سنت میں کسی قدر اجتہاد کا دخل ہوتا ہے۔اسی طرح جس امر صحابہ کرام کا اجماع مجرد منصوص ہو،وہ بھی ضروریات اہل سنت میں شمار ہوتا ہے جیسے خلافت صدیقی کا مسئلہ۔ظنی اجماعی عقائد ومسائل کی دلیل ظنی ہوتی ہے،اس میں احتمال بالدلیل ہوتا ہے،لیکن وہ مرجوح احتمال ہوتا ہے،لہٰذا اس احتمال مرجوح کا لحاظ نہیں کیا جاتا ہے اوراس پر اجماع منعقد ہوجاتا ہے۔

تعریف بالرسم کا مفہوم

رسم تام وہ تعریف ہے جو جنس قریب اور خاصہ سے مرکب ہو۔رسم ناقص وہ تعریف ہے جو جنس بعید اور خاصہ سے مرکب ہو،یا صرف خاصہ سے تعریف کی جائے تو وہ بھی رسم ناقص ہے۔خاصہ کے علاوہ دیگر اوصاف سے تعریف کو بھی تعریف بالرسم کہا جاتا ہے۔

ضروری دینی کی قسم دوم کی بعض تعریف جنس قریب اور وصف پر مشتمل ہے۔ایسی تعریفات تعریف بالرسم ہیں،کیوں کہ تعریف بالخارج تعریف بالرسم ہے۔

(1)امام قطب الدین رازی نے علم منطق کی تعریف کو تعریف بالرسم قرار دیتے ہوئے رقم فرمایا:(**ولانہ تعریف بالغایة–اذ غایة المنطق العصمة عن الخطاء فی الفکر–وغایة الشیء تکون خارجة عنہ–والتعریف بالخارج رسم**)

(قطبی:ص35-مجلس برکات مبارک پور)

ترجمہ:اوراس لیے کہ یہ غرض وغایت کے ذریعہ تعریف ہے،کیوں کہ منطق کی غرض وغایت خطا فی الفکر سے بچانا ہے اور شئ کی غرض وغایت شئ سے خارج ہوتی ہے اور امر خارج کے ذریعہ تعریف تعریف بالرسم ہے۔

خارج سے وہ کلی مراد ہے جو معرف بالفتح کی ماہیت سے خارج ہو،جیسے ضاحک

انسان کی ماہیت سے خارج اوراس کا خاصہ ہے۔انسان کی ماہیت میں حیوان اور ناطق داخل یعنی انسان کی ماہیت کے جز ہیں۔حیوان جنس ہے اور ناطق فصل ہے۔انسان کی تعریف حیوان ضاحک کے ذریعہ کی جائے تو یہ تعریف بالخارج اورتعریف بالرسم ہے۔

(2) قاضی عضدالدین ایجی شافعی نے رقم فرمایا:(إما حد تام مركب من الجنس والفصل القريبين-وإما رسم تام مركب من الخاصة والجنس القريب-وإلا فناقص-إما حد ناقص سواء كان بالفصل وحده أو مع الجنس البعيد أو العرض العام عند من يجوز أخذه في الحد-وإما رسم ناقص سواء كان بالخاصة وحدها أو مع الجنس البعيد أو العرض العام عند من يجوز أخذه في الرسم)(مواقف: جلداول:ص178-مکتبہ شاملہ)

ترجمہ:لیکن حدتام جنس قریب اورفصل قریب سے مرکب ہوتی ہےاورلیکن رسم تام خاصہ اورجنس قریب سے مرکب ہوتی ہے، ورنہ ناقص ہے،لیکن حدناقص خواہ صرف فصل کے ذریعہ ہو،یا (فصل اور) جنس بعید کے ساتھ ہو،یا (فصل اور) عرض عام کے ساتھ ہو، ان کے نزدیک جوحد میں عرض عام کولینا جائز سمجھتے ہیں،لیکن رسم ناقص خواہ صرف خاصہ کے ساتھ ہو،یا (خاصہ اور) جنس بعید کے ساتھ ہو،یا (خاصہ اور) عرض عام کے ساتھ ہو،ان کے نزدیک جورسم میں عرض عام کولینا جائز سمجھتے ہیں۔

منقولہ بالا اقتباس سے واضح ہوگیا کہ بعض اہل علم کے یہاں فصل قریب اورعرض عام کے ذریعہ بھی حدناقص ہوتی ہےاورخاصہ وعرض عام کے ذریعہ بھی رسم ناقص ہوتی ہے۔

(3)(وههنا نوعان آخران من التعريف:الأول التعريف بالمثال سواء كان جزئيا للمعرف كقولك الإسم كزيد والفعل كضرب-أو لا يكون جزئيا له كقولك العلم كالنور والجهل كالظلمة وهو بالحقيقة تعريف بالمشابهة التي بين ذلك المعرف وبين المثال-فإن كانت تلك

المشابهة مفیدة للتمیز فهی خاصة لذلک المعرف-فیکون التعریف بها رسما ناقصا داخلا فی الأقسام الأربعة المذکورة للمعرف وإلا أی وإن لم تکن تلک المشابهة مفیدة للتمیز لم تصلح للتعریف بها فلیس التعریف بالمثال قسما علٰی حدة) (مواقف: جلداول:ص179-مکتبہ شاملہ)

ترجمہ: یہاں تعریف کی دوسری دوقسمیں ہیں: پہلی قسم تعریف بالمثال ہے،خواہ وہ مثال معرف (بالفتح) کا جزئی (فرد) ہوجیسے تمہارا قول:اسم جیسے زیداور فعل جیسے ضرب،یا (وہ مثال) معرف (بالفتح) کا جزئی (فرد) نہ ہوجیسے تمہارا قول:علم نور کی طرح ہے اور جہل تاریکی کی طرح ہے اور یہ حقیقت میں اس مشابہت ومماثلت کے ذریعہ پہچان کرانا ہے جومشابہت معرف (بالفتح) اور مثال کے درمیان ہوتی ہے، پس اگر وہ مشابہت امتیاز کا فائدہ دینے والی ہے تو وہ اس معرف (بالفتح) کا خاصہ ہے،پس اس کے ذریعہ تعریف رسم ناقص ہوگی ،معرف (بالکسر) کی مذکورہ چارقسموں میں داخل ہوگی، ورنہ یعنی اور اگر وہ مشابہت امتیاز کا فائدہ دینے والی نہ ہوتو اس کے ذریعہ تعریف کرنا مناسب نہیں،پس مثال کے ذریعہ تعریف کرنا جداگانہ قسم نہیں ہے (بلکہ وہ رسم ناقص ہے)

علامہ تفتازانی نے رقم فرمایا: **(وقد اجیز فی الناقص ان یکون اعم)**

(شرح تہذیب:ص23-مکتبہ میزان لاہور)

ترجمہ: ناقص (حدناقص ورسم ناقص) میں جائز قرار دیا گیا ہے کہ (معرف بالکسر) اعم ہو۔

شارح عبداللہ یزدی نے لکھا: **(قوله:وقد اجیز فی الناقص:اه)اشارة الی ما اجازه المتقدمون حیث حققوا انه یجوز التعریف بالذاتی الاعم کتعریف الانسان بالحیوان فیکون حدا ناقصا-او بالعرض العام کتعریفه بالماشی فیکون رسما ناقصا-بل جوزوا التعریف بالعرض الاخص ایضا کتعریف**

الحیوان بالضاحک-لکن المصنف لم یعتد به لزعمه انه التعریف بالاخفی وھو غیر جائز اصلًا (شرح تہذیب:ص23-مکتبہ میزان لاہور)

ترجمہ:ماتن کا قول (وقد اجیز فی الناقص :الخ)اس کی طرف اشارہ ہے جس کو متقدمین نے جائز قرار دیا کہ متقدمین نے ثابت کیا کہ ذاتی اعم سے تعریف جائز ہے جیسے انسان کی تعریف حیوان سے،پس یہ تعریف حدناقص ہوگی ،یاعرض عام سے تعریف جیسے انسان کی تعریف ماشی سے،پس یہ تعریف رسم ناقص ہوگی ، بلکہ متقدمین نے عرض اخص سے تعریف کوبھی جائز قرار دیا جیسے حیوان کی تعریف ضاحک سے،لیکن مصنف نے اس کا لحاظ نہیں کیا،ان کے اس خیال کے سبب کہ یہ اخفی کے ذریعہ تعریف ہےاور یہ بالکل صحیح نہیں۔

متقدمین کے یہاں عرض اخص سے بھی تعریف جائز ہے۔یہ رسم ناقص ہوگی، جیسے ضاحک انسان کے لیے خاصہ ہےاورحیوان کے لیےعرض اخص ہے۔اس سے واضح ہوگیا جوامرکسی نوع کے لیے خاصہ ہو،وہ اس کی جنس کے لیےعرض اخص ہوتا ہے۔

تعریف اول کا تجزیہ

ضروری دینی کی تعریف اول ضروری دینی کی حدتام ہے۔جس کی تفصیل باب سوم میں مرقوم ہے۔تعریف سوم ضروری دینی کی قسم دوم کی حدتام ہےاوربعض دیگرتعریفات قسم دوم کی تعریف بالرسم یاضروری دینی کی تعریف بالرسم ہے۔اسی باب میں اس کی تفصیل ہے۔

تعریف دوم کا تجزیہ

تعریف دوم:ضروری دینی: وہ دینی امر ہےجس کا ثبوت حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بدیہی ہو۔

کسی امر کاقطعی الثبوت بالمعنی الاخص ہونااور بدیہی الثبوت ہونا دونوں ایک ہی بات ہے۔تعریف دوم دراصل تعریف اول کی متبادل اورمشہورتعبیر ہے۔حاضر دربار رسالت

کوضروری دینی کا بدیہی حصول حاسہ سمع وبصر سے ہوگا اور دربار رسالت کے غیر حاضر کو ضروری دینی کا بدیہی حصول خبرمتواتر کے ذریعہ ہوگا۔

تعریف سوم کا تجزیہ

تعریف سوم:ضروری دینی: وہ دینی امر ہے جوحضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر ہو۔

یہ تعریف ضروری دینی کی قسم دوم (غیر حاضر کے لیےضروری دینی) کی حدتام ہے۔ اس کی تفصیل اسی باب کے شروع میں مرقوم ہے۔غیر حاضر کے لیےکوئی امر دینی اسی وقت قطعی الثبوت بالمعنی الاخص ہوگا جب وہ حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر ہو۔

تواتر کے علاوہ کوئی ایسی صورت نہیں کہ غیر حاضر کے لیے کوئی امر دینی قطعی الثبوت بالمعنی الاخص ہوسکے۔امر دینی کے قطعی الثبوت ہونے کی دوہی صورت ہے:(1)اس امر دینی کوحضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے سماعت کرے۔(2)حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام سےتواتر کے ساتھ اسے وہ امر دینی موصول ہو۔

خبرمتواتر اورافادۂ یقین

خبرمتواتر سے علم یقینی حاصل ہوتا ہے،جیسا کہ آنکھوں سے دیکھ کرکسی چیز کا یقینی علم حاصل ہوتا ہے۔خبرمتواتر سے حاصل ہونے والے بدیہی علم کا انکار تعنت وہٹ دھرمی ہے۔

(1)امام سرخسی حنفی نے رقم فرمایا:(لِأَن خبر التَّوَاتُر يثبت علم الْيَقِين)

(اصول السرخسی: جلداول:ص294-مکتبہ شاملہ)

ترجمہ: کیوں کہ خبرمتواترعلم یقینی کا افادہ کرتی ہے۔

(2)(أَن الثَّابِت بِخَبَر التَّوَاتُر وَالثَّابِت بالمعاينة فِي وُقُوع الْعلم بِهِ سَوَاء)

(اصول السرخسی: جلداول:ص289-مکتبہ شاملہ)

ترجمہ:خبر متواتر اور معاینہ سے ثابت ہونے والا امر علم یقینی کے افادہ میں برابر ہے۔

خبر متواتر سے بدیہی طور پر یقین حاصل ہوتا ہے اور خبر متواتر کے راویوں کا جھوٹ پر متفق ہونا محال عادی ہے۔جب کوئی دینی امر تواتر کے ساتھ ثابت ہو جائے تو مکلّف کو تصدیق وتکذیب کا اختیار نہیں، بلکہ قطعی دلیل سے جو ثابت ہو،اسے ماننا لازم ہے۔

(3)علامہ تفتازانی نے رقم فرمایا:(**ثم حصول العلم من التواتر ضروری لا یفتقر الی ترکیب الحجة حتی انه یحصل لمن لا یعلم ذلک کالصبیان**)

(التلویح مع التوضیح: جلد دوم:ص4: دارالکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ:تواتر سے یقین کا حصول بدیہی ہے۔ترکیب دلیل کی ضرورت نہیں، یہاں تک کہ بدیہی علم اسے بھی حاصل ہو جاتا ہے جو دلیل وحجت کی ترتیب کا علم نہیں رکھتے جیسے بچے۔

خبر متواتر سے یقین کا حصول بدیہی ہے،یعنی حصول یقین کے لیے نظر واستدلال کی ضرورت نہیں اور یہ بات واضح ہے کہ یقین بدیہی کا انکار تعنت وہٹ دھرمی ہے۔

(4)امام غزالی نے رقم فرمایا:(**والتواتر ینکره الانسان بلسانه–ولا یمکنه ان یجهله بقلبه**)(فیصل التفرقة بین الاسلام والزندقہ:ص63)

ترجمہ:انسان اپنی زبان سے تواتر (امر متواتر) کا انکار کرتا ہے اور اس کے لیے ممکن نہیں کہ وہ اپنے دل میں اس سے لاعلم ہو۔

جاہل ہونے سے یقین سے خالی ہونا مراد ہے،یعنی اس کے دل میں امر متواتر کا یقین پایا جائے گا، کیوں کہ خبر متواتر سے اضطراری یقین حاصل ہوتا ہے،اس کو دور نہیں کیا جا سکتا۔

(5)محدث ابن حجر عسقلانی نے خبر متواتر کی بحث میں رقم فرمایا:(**(فالاول المتواتر وهو المفید للعلم الیقینی)فاخرج النظری علی ما یاتی تقریره(بشروطه) التی تقدمت والیقین هو الاعتقاد الجازم المطابق وهذا هو المتعمد ان الخبر المتواتر یفید العلم الضروری وهو الذی یضطر الانسان الیه بحیث**

لا یمکن دفعه) (نزہۃ النظر شرح نخبۃ الفکر:ص10-11-مجلس برکات مبارک پور)

ترجمہ: پس پہلی قسم خبر متواتر ہے،اور خبر متواتر اپنے گزشتہ شرائط کے ساتھ علم یقینی کا (علم بدیہی) افادہ کرتی ہے، پس علم نظری کو نکال دیا جیسا کہ اس کی تشریح آنے والی ہے اور یقین وہ اعتقاد ہے جو یقینی اور واقع کے مطابق ہو،اور یہی معتمد ہے کہ خبر متواتر یقین بدیہی کا افادہ کرتی ہے اور یقین بدیہی وہ ہے کہ جو انسان کو اضطراری طور پر حاصل ہوجاتا ہے،اس طرح کہ وہ اس کو دور نہیں کرسکتا ہے۔

خبر متواتر سے اضطراری یقین حاصل ہوتا ہے۔اس کے انکار کی کوئی صورت نہیں۔

تعریف چہارم کا تجزیہ

تعریف چہارم:ضروری دینی:وہ دینی امر ہے جو اہل اسلام کے درمیان عہد رسالت سے اجماعی ہو۔

جو دینی امر دینی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر ہو،اس پر اہل اسلام کا عہد رسالت سے ہی اجماع متصل ہوتا ہے، کیوں کہ وہ عہد رسالت ہی میں متواتر ہوتا ہے اور جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قطعی الثبوت بالمعنی الاخص امر دینی کے انکار کی کوئی صورت نہیں، پس عہد رسالت ہی میں اس پر اجماع متصل ہوتا ہے اور اجماع متصل ہونا ضروری دینی کی قسم دوم کا خاصہ ہے، پس یہ تعریف قسم دوم کی تعریف بالرسم ہے۔

مجتہدین وفقہا کے اجماعی مسائل عہد رسالت سے اجماعی نہیں ہوسکتے ، بلکہ مجتہدین کے اجماع کے بعد اجماعی ہوں گے۔غیر نبی کے قول پر جو اجماع ہوتا ہے، وہ اجماع مجرد ہے۔اس میں اجتہاد کا دخل ہوتا ہے۔عہد رسالت میں اجماع مجرد کی نہ ضرورت تھی ،نہ ہی اجماع کی صورت تھی ۔اس وقت دینی امور خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیے جاتے تھے۔اگر کوئی صحابی دور میں ہوتے اور مجتہد ہوتے تو اجتہاد کا حکم تھا،ورنہ

اہل علم سے سوال کا حکم ہے۔عہد رسالت میں اجماع مجرد نہ ہونے کا تفصیلی بیان ہمارے رسالہ:''اجماع متصل اورضروریات دین''میں ہے۔

اجماع متصل میں اجتہاد کا دخل نہیں ہوتا ہے، بلکہ اس امر دینی کے قطعی الثبوت بالمعنی الاخص ہونے کی وجہ سے اس پر اجماع ہوتا ہے۔ایسا اجماع صرف حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر امر دینی پر ہوتا ہے۔امر غیر متواتر میں احتمال بعید یا شبہ ہوتا ہے،لہٰذا اس میں اجماع مجرد ہوتا ہے۔ضروریات اہل سنت اور اجماعی عقائد ومسائل میں اجماع مجرد پایا جاتا ہے۔یہ امور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر نہیں ہوتے ہیں۔

غیر متواتر امر دینی پر اجماع متصل نہ ہونے کا ذکر آغاز باب میں بیان کر دیا گیا۔

امام قاضی عیاض مالکی نے رقم فرمایا:(وکذلک نقطع بتکفیر کل من کَذَّبَ وَاَنْکَرَقَاعِدَۃً من قواعد الشرع ومَا عُرِفَ یَقِیْنًا بالنقل المتواتر من فعل الرسول صلی اللّٰہ علیہ وسلم وَوَقَعَ الاجماعُ الْمُتَّصِلُ عَلَیْہِ.

کَمَنْ اَنْکَرَ وُجُوْبَ الصَّلٰوۃِ الْخَمْسِ وَعَدَدَ رَکْعَاتِہَا وَسَجْدَاتِہَا– وَیَقُوْلُ اِنَّمَا اَوْجَبَ اللّٰہُ عَلَیْنَا فی کتابہ الصَّلَاۃَ عَلَی الْجملۃ–وکونہا خَمْسًا وَعَلٰی ھذہ الصفات والشُّرُوْطِ لَا اَعْلَمُہٗ–اِذْ لَمْ یُرِدْ فِیْہِ فِی الْقُرْاٰنُ نَصٌّ جَلِیٌّ–والخبر بہ عن الرسول صلی اللّٰہ علیہ وسلم خبرٌ واحدٌ–وکذلک اَجْمَعَ عَلٰی تکفیر مَنْ قَالَ مِنَ الْخَوَارِجِ اَنَّ الصَّلَاۃَ طَرْفَیِ النَّہَار)

(کتاب الشفا: جلد دوم:ص288)

ترجمہ:اسی طرح ہم ہر اس شخص کے کافر ہونے کا یقین رکھتے ہیں جو شریعت کے قواعد میں سے کسی قاعدہ کی تکذیب وانکار کرے،اور جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس فعل کا انکار کرے جو نقل متواتر سے یقینی طور پر معلوم ہو،اور جس پر اجماع متصل واقع ہو چکا ہو، جیسے جو نماز پنج گانہ کی فرضیت اور اس کی رکعات وسجدوں کی تعداد کی تکذیب

وانکار کرے، اور کہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن مقدس میں ہم پر اجمالی طور پر نماز فرض فرمایا، اور نمازوں کا پانچ ہونا اور ان کا ان صفات وشرائط کے ساتھ ہونے کا مجھے علم نہیں ، کیوں کہ اس بارے میں قرآن عظیم میں نص صریح وارد نہیں، اور اس بارے میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث خبر واحد ہے، اور اسی طرح خوارج میں سے اس کی تکفیر پر اجماع ہے جو کہے کہ نماز صرف دن کی دونوں طرف (صبح وشام) میں ہے۔

قاضی عیاض مالکی کے قول (**وَمَا عُرِفَ یَقِیْنًا بالنقل المتواتر من فعل الرسول صلی اللّٰہ علیہ وسلم وَوَقَعَ الاجماعُ الْمُتَّصِلُ عَلَیْہِ**) میں اجماع متصل کی وضاحت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عمل مبارک جو تواتر کے ساتھ امت مسلمہ تک پہنچا اور اس کے اعتقاد پر اجماع متصل قائم رہا، وہ امر دینی ضروریات دین میں سے ہے۔ اعمال نبویہ کی طرح جو اقوال نبویہ تواتر اور اجماع متصل کے ساتھ امت مسلمہ کو ملے، وہ تمام متواتر امور ضروریات دین سے ہیں۔ ان میں سے کسی کا انکار کفر ہے۔

امام خفاجی نے فرمایا: **(وقوله: (المتصل) ان الذی لم یتخلله عدم اجماع یقطعه)** (نسیم الریاض: جلد چہارم: ص513- دار الکتاب العربی بیروت)

ترجمہ: اجماع متصل کہ جس میں عدم اجماع متخلل نہ ہو، جو اسے منقطع کردے۔

ملا علی قاری نے فرمایا: **((المتصل) الذی لم یتخلله عدم اجماع)** (شرح الشفاء للقاری مع نسیم الریاض: جلد چہارم: ص513- دار الکتاب العربی بیروت)

ترجمہ: اجماع متصل جس میں عدم اجماع متخلل نہ ہو۔

امام شہاب الدین خفاجی حنفی مصری نے رقم فرمایا: **((اَوْ اَنْکَرَ قَاعِدَۃً من قواعد الشریعة) وفی نسخة "الشرع" والمراد بالقواعد مَا بُنِیَ عَلَیْہِ الاسلامُ کَاِقَامِ الصَّلٰوۃِ وَاِیْتَاءِ الزَّکٰوۃِ وصومِ رمضانِ وَالْحَجِّ- فَلَیْسَ الْمُرَادُ بالقاعدة مُصْطَلَحُ اَصْحَابِ المعقول- فَلِذَا فَسَّرَ بقوله(وَمَا عُرِفَ یَقِیْنًا بِالنَّقْلِ**

الْمُتَوَاتِرِ)الذی یمتنع کذب قائله)

(نسیم الریاض: جلد چہارم:ص513-دارالکتاب العربی بیروت)

ترجمہ:(یا شریعت کے قواعد میں سے کسی قاعدہ کا انکار کرے) کتاب الشفا کے ایک نسخہ میں(الشریعۃ کی جگہ)''الشرع'' ہے،اور قواعد سے اسلام کے بنیادی امور مراد ہیں جیسے نماز قائم کرنا،زکات ادا کرنا،رمضان کا روزہ رکھنا اور حج کرنا،پس قاعدہ سے ارباب علوم عقلیہ کی اصطلاح مراد نہیں،اسی لیے اپنے قول(جونقل متواتر کے ذریعہ یقینی طور پر معلوم ہو) کے ذریعہ تشریح فرمائی۔خبر متواتر کے قائلین کا کذب محال ہوتا ہے۔

قاضی عیاض مالکی کی عبارت میں قواعد سے اسلام کے بنیادی احکام مراد ہیں جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ مروی ہیں۔حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تمام متواتر دینی امور کا یہی حکم ہے کہ اس کا انکار کفر ہے اور عہد رسالت سے ان دینی امور پر اجماع متصل قائم ہوتا ہے۔ایسے اجماعی متواتر امور کو ضروریات دین کہا جاتا ہے۔جو مومنین تفصیلی طور پر ان متواتر امور کو جانتے ہیں،وہ ان پر تفصیلی ایمان رکھتے ہیں اور جن کو اجمالی علم ہے،ان کے حق میں اجمالی ایمان کافی ہے۔ان امور کا انکار کفر ہے۔

ملا علی قاری حنفی نے قواعد کی تشریح میں رقم فرمایا:(ای باصل من اصول مما بُنِیَ عَلَیْہِ کَمَا بَیَّنَہ عَلَیْہِ الصلوٰۃ والسلام(بنی الاسلام علٰی خمس-شهادة ان لا اله الااللّٰہ وان محمدًا رسول اللّٰہ واقام الصلوٰۃ وایتاء الزکٰوۃ وصوم رمضان والحج))(شرح الشفاء للقاری: جلد چہارم:ص513-دارالکتاب العربی بیروت)

ترجمہ:یعنی دین کے اصول میں سے کسی اصل کا انکار کرے جس پر اسلام کی بنیاد ہے،جیسا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ اسلام کی بنیاد پانچ امور پر ہے:(۱)اس بات کی شہادت کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضور اقدس سیدنا ومولانا محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں(۲)اور نماز قائم کرنا(۳)اور

زکات دینا(۵)اورحج کرنا۔

اجماع مجرد کاوقوع کب ہوا؟

عہد رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں اجماع مجرد کا وجودنہیں ہوسکااورعہد رسالت کے بعداجماع متصل نہیں ہوسکتا۔یہ ممکن ہے کہ کسی صحابی کوعہد رسالت میں کسی امر دینی پراجماع متصل کی خبر نہ ہو،لیکن وہ تمام دینی امور کی اجمالی تصدیق کے سبب اس اجماع میں شامل وداخل ہوں گے،پھر جب ان کوتفصیلی علم ہوجائے تو ان کواس اجماعی امر دینی کو قبول کرنا ہوگا۔لاعلمی کے سبب معذور رہوں گے۔عہد نبوی میں اجماع مجرد کی صورت نہیں۔

عہد نبوی میں کسی خلیفۃ المسلمین کے انتخاب کے لیےارباب حل وعقد کا اجماع نہیں ہوسکتا،کیوں کہ عہد مسعود میں مومنین کے انتظامی امور بھی حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست اقدس میں تھے،پس عہد نبوی میں ارباب حل وعقد کا اجماع نہیں ہوسکتا۔

عہد نبوی میں اجماع مجتہدین کی بھی صورت نہیں۔عہد نبوی میں اجتہاد کی اجازت تھی،لیکن عہد نبوی میں اجماع مجتہدین کے وجود کی کوئی صورت نہیں۔

اجماع مجتہدین یہ ہے کہ ایک زمانے کے تمام مجتہدین کسی حکم شرعی پرمتفق ہوجائیں، اورکائنات عالم میں حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عظیم مجتہدکون سکتے ہیں اور جب اس اجماع میں خودشارع علیہ الصلوٰۃ والسلام شریک ہوں تووہ حکم شرعی قول نبوی سے ثابت ہوگا،نہ کہ اجماع امت سے ثابت ہوگا۔اگر دیگر تمام مجتہدین نے ہی اجتہاد کیا ہو،اورحضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی تصویب فرمادی ہوتو یہ حکم بھی قول نبوی سے ثابت ہوا ،نہ کہ اجماع مجتہدین سے۔مجتہدین کا اجماع عہد نبوی کے بعد ہوتا ہے۔

صدرالشریعہ بخاری نے رقم فرمایا:(**وعلم المسائل الاجماعية يشترط الا في زمن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم لعدم الاجماع في زمنه**)

(التوضیح مع التلویح: جلداول:ص 31 - دارالکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ: (مجتہد کے لیے) مسائل اجماعیہ کا علم شرط ہے ،مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مسعود میں (شرط نہیں)،آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمان مبارک میں اجماع کے معدوم ہونے کے سبب۔

مجتہد کے لیے باب عملیات کے اجماعی مسائل کو جاننا شرط ہے ،لیکن عہد نبوی کے مجتہدین کے لیے یہ شرط نہیں، کیوں کہ عہد نبوی میں اجماع مجرد کا وجود نہیں۔

حضور اقدس سرور دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال مبارک کے بعد کسی عہد میں کسی امر شرعی پر امت محمدیہ کے مجتہدین کے اتفاق کا نام اجماع ہے۔

امام بدرالدین زرکشی شافعی (۷۴۵ھ-۷۹۴ھ) نے اجماع کی بحث میں رقم فرمایا:

(اما فی الاصطلاح فھو اتفاق مجتھدی امة محمد صلی اللّٰہ علیه وسلم بعد وفاته صلی اللّٰہ علیه وسلم فی حادثة علٰی امر من الامور فی عصر من الاعصار) (البحرالمحیط : جلد چہارم:ص 436)

ترجمہ: لیکن اصطلاح میں پس اجماع حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کسی زمانے میں کسی نو پیدا امر پر امت محمدیہ کے مجتہدین کا اتفاق ہے۔

امام زرکشی نے رقم فرمایا: **(وقولنا: بعد وفاته صلی اللّٰہ علیه وسلم-قَیْدٌ لابد منه علٰی رایھم،فان الاجماع لاینعقد فی زمانه علیه السلام)**

(البحرالمحیط : جلد چہارم:ص 436)

ترجمہ: ہماراقول (بعد وفاتہ صلی اللہ علیہ وسلم) علما کی رائے کے مطابق ایک لازمی قید ہے، کیوں کہ اجماع حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں منعقد نہیں ہوتا۔

عہد نبوی میں اجماع مجرد کا انعقاد نہیں ہوا۔بعض علما نے عہد نبوی میں اجماع مجرد یعنی اجماع مجتہدین کے امکان عقلی کا قول کیا ہے، لیکن اس کا وجود نہیں ہوسکا۔

تعریف پنجم کا تجزیہ

تعریف پنجم:ضروری دینی:وہ دینی امر ہے جس کا قطعی بالمعنی الاخص ذکر قرآن مقدس میں ہو، یا جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر ہو۔

شریعت اسلامیہ کا اصل ماخذ قرآن مقدس ہی ہے، لیکن بہت سی ضروریات دین کا صریح ذکر قرآن عظیم میں نہیں ہے، مثلاً پانچ وقت کی نماز کا صریح ذکر قرآن مقدس میں نہیں ہے، پس قرآن مقدس میں مذکور ہونا ضروری دینی یا ضروری دینی کی دونوں قسموں میں سے کسی قسم کی فصل قریب نہیں۔اسی طرح قرآن مجید میں مذکور ہونا ضروری ضروری دینی یا ضروری دینی کی دونوں قسموں میں سے کسی قسم کا خاصہ نہیں ہے، بلکہ عرض عام ہے، کیوں کہ قرآن مجید میں ضروری دینی اور غیر ضروری دینی ہر قسم کا مسائل کا ذکر ہے، لہٰذا یہ تعریف ضروری دینی کے عرض عام پر مشتمل ہے اور تعریف بالرسم ہے۔

متواتر ہونا مطلق ضروری دینی کا خاصہ غیر شاملہ ہے اور ضروری دینی کی قسم دوم کے لیے فصل قریب ہے۔اس کی تفصیل اس باب کے شروع میں مرقوم ہوئی۔

اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو تعریف پنجم تعریف سوم کی مثل ہے۔اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جو امر دینی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر ہو، وہ ضروری دینی ہے۔

قرآن مقدس اول سے آخر تک حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر ہے۔ قرآن مقدس کی مفسر آیات طیبہ میں جن دینی امور کا بیان ہے، وہ تمام دینی امور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر ہیں اور جن ضروریات دین کا صریح بیان قرآن مقدس میں نہیں ہے، ایسی تمام ضروریات دین بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر ہیں ، پس اس تعریف کا خلاصہ یہ ہوا کہ ضروریات دین وہ دینی امور ہیں جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر ہیں ، پس تعریف پنجم اور تعریف سوم معنوی طور پر ایک ہیں ، گرچہ

دونوں کے تعبیری الفاظ جداگانہ ہیں،لیکن معنوی طور پر فرق نہیں ہے۔

تعریف ششم کا تجزیہ

تعریف ششم:ضروری دینی: وہ دینی امر ہے جس کوخواص اورخواص کے صحبت یافتہ عوام جانتے ہوں۔

(1) خواص اورخواص کے صحبت یافتگان کا جاننا ضروری دینی کی قسم دوم کا خاصہ نہیں ، کیوں کہ خواص اورخواص کے صحبت یافتگان ضروریات دین کے علاوہ ضروریات اہل سنت ظنی اجماعی عقائد ومسائل اور غیر اجماعی ظنی عقائد ومسائل کوبھی جانتے ہیں۔یہ سب دینی امور ہیں،پس خواص وعوام کا جاننا ضروری دینی کی قسم دوم کا خاصہ نہیں، بلکہ عرض عام ہے، لہٰذا یہ تعریف قسم دوم کی تعریف بالرسم ہے۔

ضروری دینی کی قسم اول وہ دینی امر ہے جس کوکسی صحابی نے زبان نبوی سے سماعت کیا ہو۔ممکن ہے کہ ان صحابی کواس امر دینی کی روایت کا موقع ہی نہ مل سکا ہوتو دیگر خواص وعوام اس امر دینی کونہیں جان سکیں گے، بالفرض اگر وہ روایت بھی کردیں تو ایک صحابی کی روایت خبر واحد ہوگی۔دوسروں کے لیے وہ امر دینی ضروری دینی نہیں ہوگا، پس اگر غیر حاضرین اسے جانیں گے تو غیر ضروری دینی امر دینی کی حیثیت سے جانیں گے۔

اگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی کثیر تعداد نے اس امر دینی کوحضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سماعت کیا اوران نفوس قدسیہ نے اس امر دینی کی روایت کی تو یہ امر دینی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر اور غیر حاضر کے لیے بھی ضروری دینی ہے ،پس خواص وخواص کے صحبت یافتگان کا جاننا ضروری دینی کی قسم دوم کا وصف قرار پایا۔

کثیر تعداد سے وہ تعداد مراد ہے جس کی خبر متواتر خبر ہوسکے۔ایک یا دوتین افراد کی خبر متواتر خبر نہیں ہوتی، بلکہ خبر واحد ہے۔خبر متواتر کے راویوں کی تعداد متعین نہیں۔

(2)اگر مذکورہ وصف کومطلق ضروری دینی کا خاصہ غیر شاملہ مانا جائے تو تعریف ششم مطلق ضروری دینی کی تعریف بالرسم قرار پائے گی ، نیز اس اعتبار سے قسم دوم کی دیگر تعریفات رسمیہ بھی ضروری دینی کی تعریف بالرسم قرار پائیں گی ،یعنی یہ تعریف عرض اخص کے ذریعہ ہوگی اورعرض اخص سے تعریف کرنا تعریف بالرسم ہے جومتقدمین مناطقہ کے یہاں جائز تھی۔متاخرین کے یہاں یہ تعریف جائز نہیں، کیوں کہ تعریف بالاخفی ہے۔

(3)درج ذیل تشریح کے اعتبار سے خواص وعوام کا جاننا ضروری دینی کا خاصہ ہوگا، اس اعتبار سے تعریف ششم مطلق ضروری دینی کی تعریف بالرسم ہوگی۔

خواص وخواص کے صحبت یافتگان کے جاننے سے مراد یہ ہوکہ بلانظر واستدلال خواص وخواص کے صحبت یافتگان کویقین بالمعنی الاخص حاصل ہوجاتا ہے کہ یہ دینی امر ہے اور یہ وصف ضروری دینی کی دونوں قسموں میں پایا جاتا ہےاور یہ وصف ضروری دینی کا خاصہ قرار پائے گا،پس تعریف ششم مطلق ضروری دینی کی تعریف بالرسم قرار پائے گی۔

جب کوئی شخص حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے کوئی امر دینی سنے گا تو اسے یقین بالمعنی الاخص حاصل ہوجائے گا کہ یہ دینی امر ہے۔اسی طرح جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بیان فرمودہ امر دینی خبر متواتر سے اسے موصول ہوتو بھی اسے یقین بالمعنی الاخص حاصل ہوجائے گا کہ یہ دینی امر ہے، پس ضروری دینی کی دونوں قسموں میں بلانظر واستدلال اس بات کا یقین بالمعنی الاخص حاصل ہوجاتا ہے کہ یہ دینی امر ہے۔

ضروریات دینیہ کے علاوہ ضروریات اہل سنت یاظنی احکام میں امر دینی کے امر دینی ہونے کا یقین بالمعنی الاخص حاصل نہیں ہوتا ہے، پس بلانظر واستدلال اس امر کے امر دینی ہونے کا یقین بالمعنی الاخص حاصل ہونا مطلق ضروری دینی کا خاصہ قرار پایا۔اس طرح تعریف ششم مطلق ضروری دینی کی تعریف بالرسم قرار پائی۔

ضروری دینی کے علاوہ دیگر امور دینیہ میں اس بات کا یقین بالمعنی الاخص حاصل نہیں

ہوتا ہے کہ یہ دینی امر ہے۔ جب غیر ضروریات دین قطعی الثبوت بالمعنی الاخص ہی نہیں ہیں تو ان امور کے دینی امور ہونے کا یقین بالمعنی الاخص کیسے حاصل ہوگا۔ضروریات اہل سنت کے دینی امور ہونے کا یقین بالمعنی الاعم حاصل ہوتا ہے اور ظنیات کے دینی امور ہونے کا ظن حاصل ہوتا ہے،اسی لیے ضروریات دین کے علاوہ دیگر دینی امور کے انکار پر تکفیر کلامی نہیں ہوتی ہے، کیوں کہ غیر ضروریات دین کا دینی امور ہونا قطعی الثبوت بالمعنی الاخص نہیں۔

خواص اور خواص کے صحبت یافتگان کو معلوم ہوتا ہے کہ جو امر دینی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر ہے، وہ ضروری دینی اور اپنے ثبوت کے اعتبار سے قطعی بالمعنی الاخص ہوتا ہے۔ جو مومنین علما کے صحبت یافتہ نہ ہوں اور ان کو معلوم نہ ہو کہ دین کا کون سا مسئلہ قطعی ہوتا ہے اور کون سا مسئلہ ظنی ہوتا ہے تو اسے یہ بتا بھی دیا جائے کہ یہ مسئلہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر ہے تو بھی اسے معلوم نہ ہو سکے گا کہ یہ مسئلہ دین کا قطعی مسئلہ ہے، یا ظنی مسئلہ، بلکہ عام مومنین قطعی اور ظنی کو بھی نہیں سمجھتے ہیں۔

ہاں ،تمام مومنین تمام دینی مسائل کو صحیح مانتے ہیں ۔کسی امر دینی کا انکار نہیں کرتے ہیں، پس شرعی اعتبار سے ان پر کوئی الزام نہیں ۔ان کے حق میں اجمالی تصدیق کافی ہے اور اجمالی علم کے وقت اجمالی تصدیق ہی ضروری ہے۔ جب ان کو تفصیل سے علم ہو جائے کہ یہ دین اسلام کا قطعی وضروری دینی مسئلہ ہے، پھر اس کا وہ انکار کرے تو حکم کفر وارد ہوگا۔

(4)الحاصل یہاں دو امر ہیں :(1) کسی امر کے بارے میں یہ معلوم ہونا کہ یہ مذہب اسلام کا مسئلہ ہے ۔(2) کسی امر کے بارے میں یہ معلوم ہونا کہ یہ دینی مسئلہ اپنے ثبوت کے اعتبار سے قطعی ہے یا ظنی ۔ یہ دونوں الگ امر ہیں ۔علمائے کرام اور علما کے صحبت یافتگان کو اتنی استعداد اور اتنا علم ہو جاتا ہے کہ وہ دینی مسائل میں قطعی اور ظنی اور ضروری دینی وغیر ضروری دینی کا فرق کر سکیں اور غیر صحبت یافتہ مومنین کو اس قدر علم وشعور نہیں ہوتا ہے کہ وہ دینی مسائل میں قطعی وظنی ،ضروری دینی اور غیر ضروری دینی میں فرق کر سکیں۔

غیر صحبت یافتگان کو اس فرق کا علم نہیں ہوتا ہے۔وہ امور دینیہ کی اجمالی تصدیق کرتے ہیں۔جن امور کا تفصیلی علم ہے،اس کی تفصیلی تصدیق کرتے ہیں۔عدم علم کی صورت میں اجمالی تصدیق کافی ہے۔عام مومنین قطعی اور ظنی ،ضروری دینی اور غیر وری دینی میں فرق نہیں کر سکتے۔انہیں اس قدر علم نہیں،لہٰذا وہ معذور ہیں۔

ضروری دینی کی تعریف میں جو کہا جاتا ہے کہ ضروری دینی وہ دینی امر ہے جس کو خواص اور خواص کے صحبت یافتگان جانتے ہوں،اس کا یہی مفہوم ہے جو بیان ہوا کہ صحبت یافتگان ضروری وغیر ضروری میں فرق کر لیتے ہیں۔ان کو یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ کون سا دینی مسئلہ ضروریات دین میں سے ہے اور کون سا مسئلہ ضروریات دین سے خارج ہے۔جب خواص اور صحبت یافتگان کو معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ دینی مسئلہ قطعی الثبوت بالمعنی الاخص ہے تو بلانظر واستدلال ان کو اس کے امر دینی ہونے کا یقین بالمعنی الاخص حاصل ہو جاتا ہے۔

(5)اگر تعریف ششم میں ضروریات دین کے جاننے سے کامحض جاننا مراد ہو تو خواص کے غیر صحبت یافتہ مومنین بھی بہت سی ضروریات دین وغیر ضروریات دین کو جانتے ہیں، پھر علما وجہلا،صحبت یافتگان وغیر صحبت یافتگان میں کوئی فرق نہیں ہوگا۔محض یہ فرق ہوگا کہ خواص اور ان کے صحبت یافتگان زیادہ مسائل جانتے ہیں اور جہلا اور غیر صحبت یافتگان کم مسائل جانتے ہیں۔یہ کہنا غلط ہے کہ علما اور علما کے صحبت یافتگان تمام ضروریات دین کو بالفعل جانتے ہیں۔تمام ضروریات دین کا تفصیلی علم عام بندوں کو نہیں ہے، کیوں کہ بعض ضروریات دین کی تفصیل بیان نہیں کی گئی۔بہت سے امور کا اجمالی ذکر ہوا۔ایسے امور پر اجمالی ایمان کافی ہے۔ضروریات دین میں بے شمار امور عقلیات میں سے ہیں،جن کا احاطہ بہت مشکل ہے،ایسی صورت میں تمام ضروریات دین کے علم کا دعویٰ قابل قبول نہیں۔

(6)غیر معلوم ضروریات دین کی اجمالی تصدیق ایمان کے لیے کافی ہے،اسی اجمالی تصدیق کے سبب عام مومنین مومن ہیں۔نہ تمام ضروریات دین کا تفصیلی علم سب کو

حاصل ہے، نہ ہی بلاعلم ہم پر تفصیلی تصدیق فرض ہے۔ جب تفصیلی علم ہوگا،تب تفصیلی تصدیق فرض ہوگی۔ جب تک اجمالی علم ہے،اجمالی تصدیق کافی ہےاور ہم بحمدہ تعالیٰ مومن ہیں۔

حضورصدرالشریعہ قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:''ایمان اسے کہتے ہیں کہ سچے دل سےان سب باتوں کی تصدیق کرے جوضروریات دین ہیں اور کسی ایک ضرورت دینی کے انکار کو کفر کہتے ہیں ، اگر چہ باقی تمام ضروریات کی تصدیق کرتا ہو۔ضروریات دین وہ مسائل دین ہیں جن کو ہر خاص وعام جانتے ہیں ، جیسے اللہ عزوجل کی وحدانیت ، انبیا کی نبوت ، جنت ونار،حشر ونشر وغیرہا،مثلاً یہ اعتقاد کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔حضورصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کوئی نیا نبی نہیں ہوسکتا۔

عوام سے مرادوہ مسلمان ہیں جو طبقہ علما میں نہ شمار کیے جاتے ہوں،مگر علما کی صحبت سے شرفیاب ہوں اور مسائل علمیہ سے ذوق رکھتے ہوں، نہ وہ کہ کوردہ اور جنگل اور پہاڑوں کے رہنے والے ہوں جوکلمہ بھی صحیح نہیں پڑھ سکتے کہ ایسے لوگوں کا ضروریات دین سے ناآشنا ہونا اس ضروری کو غیرضروری نہ کردے گا۔البتہ ان کے مسلمان ہونے کے لیے یہ بات ضروری ہے کہ ضروریات دین کے منکر نہ ہوں اور یہ اعتقاد رکھتے ہوں کہ اسلام میں جو کچھ ہے،حق ہے،ان سب پر اجمالاً ایمان لائے ہوں''۔

(بہارشریعت: حصہ اول:ص172-173-المدینۃ العلمیہ)

(7)اگر یہ کہا جائے کہ خواص اوران کے صحبت یافتگان بہت سی ضروریات دین کو بالفعل جانتے ہیں تو یہ بھی ضروریات دین کا خاصہ نہیں، کیوں کہ علما اوران کے صحبت یافتگان ان مسائل دینیہ کوبھی بالفعل جانتے ہیں جوضروریات دین میں سے نہیں ہیں،جیسے ضروریات اہل سنت (قطعی بالمعنی الاعم مسائل دینیہ)اورفقہی ظنی واجتہادی مسائل (ظنی مسائل دینیہ) ،پس خواص اور صحبت یافتگان کا بہت سی ضروریات دین کو بالفعل جاننا ضروریات دین کے لیے خاصہ نہیں ہوگا، بلکہ عرض عام ہوگا اور یہ تعریف رسم تام نہیں، بلکہ رسم ناقص ہوگی۔

(8) الحاصل یہاں عوام وخواص کی معرفت سے مراد یہ ہے کہ عوام وخواص کو بلانظر واستدلال ضروری دینی کا یقین بالمعنی الاخص یعنی یقین بدیہی حاصل ہوجاتا ہے۔استدلال کے سبب جو یقین حاصل ہو،وہ یقین نظری ہوتا ہے۔ایسے امور کو نظریات دین کہا جاتا ہے۔یہ ضروریات دین کی قسم دوم ہے۔چند صدیوں سے امور کو ضروریات اہل سنت کہا جانے لگا۔

نسبت کا یقینی ہونا اور امر دینی کا یقینی ہونا دوامر

مذکورہ بالا بحث میں بتایا گیا کہ علما کے غیر صحبت یافتگان اور جاہل مسلمانوں کو یہ یقین ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ مذہب اسلام کا ہے،یعنی اس مسئلہ کی نسبت مذہب اسلام کی طرف قطعی ہے۔اب وہ مسئلہ فی نفسہ قطعی ہے یا ظنی ۔یہ عام لوگوں کو معلوم نہیں ہوتا ہے۔اسی طرح بعض گڑھے ہوئے مسائل بھی عوام کے درمیان مشہور ہوتے ہیں۔جاہل مسلمان کو ایسے مسائل کے بارے میں بھی یہ یقین ہوتا ہے کہ یہ دین اسلام کا مسئلہ ہے،لیکن یہ یقین نہیں۔اس کو جہل مرکب کہا جاتا ہے۔یہاں جاہل سے وہ مراد ہے جو شرعی علوم سے ناواقف ہو۔

جس طرح عام مسلمانوں کو دینی مسائل کے دینی ہونے کا یقین ہوتا ہے،اور فی نفسہ اس مسئلہ کے قطعی یا ظنی ہونے کا علم نہیں ہوتا ہے۔یہی صورت اجتہادی مسائل کی ہے۔اجتہادی مسائل کی نسبت حضرات ائمہ مجتہدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی طرف یقینی ہوتی ہے،لیکن ان میں سے کون سا مسئلہ عنداللہ حق ہے اور کون سا مسئلہ صحت کو نہ پاسکا،اس کا علم نہ خود مجتہد کو ہوتا ہے،نہ ان کے مقلدین کو۔

مجتہد اپنے اصول وقوانین کی روشنی میں اجتہاد کرتا ہے اور تمام مسائل اصول کی روشنی میں حق اور صحیح ہوتے ہیں،لیکن عنداللہ تمام حق ہوں،ایسا نہیں ہوسکتا۔ایک ہی امر کو بعض مجتہد جائز اور بعض ناجائز بتاتے ہیں اور ایک ہی امر عنداللہ جائز ہو،اور ناجائز بھی ہو،ایسی نہیں ہوسکتا،ورنہ جواز وعدم جواز کا اجتماع لازم آئے گا،حالاں کہ اجتماع متضادین محال ہے۔

ہاں،جس مجتہد کا اجتہاد حق کو نہ پا سکا،وہ بھی اپنی محنت ومشقت اورخلوص نیت کے سبب ایک اجر کے مستحق ہیں ۔اگر ان کا اجتہاد صحت کو پالیا تو دو اجر کے مستحق ہوں گے ۔ الحاصل یہاں ہمیں صرف یہ یقین ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ فلاں مجتہد کا استخراج کردہ ہے۔

وہ مسئلہ عنداللہ حق ہے، یا نہیں ۔نہ اس کا علم ہوتا ہے،نہ ہی اس کی ضرورت ہے۔یہ سب ظنی مسائل ہیں ۔ظنی مسائل میں ہر مقلد کو اپنے امام مجتہد کے قول پر عمل کا حکم ہے۔

(1)علامہ احمد جیون جون پوری قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:((ان المجتهد یخطئی ویصیب-والحق فی فی موضع الخلاف واحد)ولکن لا یعلم ذلک الواحد بالیقین،فلهذا قلنا بحقیة المذاهب الاربعة)

(نورالانوار:جلد دوم:ص301-دارالکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ:مجتہد مخطی ومصیب ہوتا ہےاوراختلافی مسئلہ میں ایک ہی (عنداللہ)حق ہوتا ہے،لیکن اس ایک حق کا یقینی علم نہیں (کہ کون سا قول حق ہے)،اسی لیے ہم نے مذاہب اربعہ(حنفی ومالکی,شافعی وحنبلی)کے حق ہونے کا قول کیا۔

(2)علامہ احمد جیون جون پوری قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:((قالت المعتزلة :کل مجتهد مصیب-والحق فی موضع الخلاف متعدد)ای فی علم اللّٰه تعالٰی-وهذا باطل-لان منهم من یعتقد حرمة شیء-منهم من یعتقد حله وکیف یجتمعان فی الواقع وفی نفس الامر)

(نورالانوار:جلد دوم:ص300-دارالکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ:معتزلہ نے کہا کہ ہر مجتہد حق کو پانے والا ہےاورعلم الٰہی میں مقام اختلاف میں متعدد حق ہےاور یہ قول باطل ہے،کیوں کہ مجتہدین میں سے بعض کسی چیز کی حرمت کا اعتقاد رکھتے ہیں اوران میں سے بعض اس چیز کی حلت کا اعتقاد رکھتے ہیں اورنفس الامراور واقع میں حرمت وحلت جمع کیسے ہوگی(کیوں کہ اجتماع متضادین جائز نہیں)

(3)((والمختار انه مصیب ابتداء مخطئی انتهاء)لانه اتی بما کلف به فی ترتیب المقدمات وبذل جهده فیه.فکان مصیبا فیه وان اخطأ فی آخر الامر وعاقبة الحال-فکان معذورا،بل ماجورا-لان المخطئی له اجر والمصیب له اجران)(نورالانوار:جلددوم:ص304-دارالکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ:(اجتہادی خطا سے متعلق)مذہب مختار یہ ہے کہ مجتہد ابتدائی طور پرصحت کو پانے والا اورنتیجہ میں لغزش والا ہے،کیوں کہ اس نے اس پرعمل کیا جس کا وہ ترتیب مقدمات میں مکلّف ہے،اوراس میں محنت ومشقت کی،پس وہ اس امر میں صحت کو پانے والا ہے،گر چہ وہ انجام کاراورنتیجہ میں خطا کر جائے،پس وہ معذور ہے،بلکہ ماجور ہے،کیوں کہ خطا کرجانے والے مجتہد کے واسطےایک اجراورصحت کو پانے والے کے لیے دواجر ہے۔

اصول وضوابط کے استعمال،حق کو پانے میں محنت ومشقت اوردلائل شرعیہ میں تدبر وتفکر کے اعتبار سے ہر مجتہدکوحق ماناجاتا ہے،گر چہ مطلوب کے پانے میں خطاہوجائے۔

جس طرح اجتہادی مسائل میں صرف ہمیں اتناعلم ویقین ہوتا ہے کہ یہ فلاں مجتہد کا بیان کردہ مسئلہ ہے۔اسی طرح جاہل مسلمانوں کواتناعلم ویقین ہوتا ہے کہ یہ دینی مسئلہ ہے۔یہ مسئلہ قطعی ہے یاظنی ۔یہ اسے معلوم نہیں ہوتا ہے،جیسے اجتہادی مسائل میں بندوں کو یہ معلوم نہیں کہ کون سامسئلہ عنداللہ حق ہےاورکون سامسئلہ صحت وحقانیت کونہ پاسکا۔

سوال: جب جاہل آدمی کو ہرمسئلہ کا یقین ہوتا ہے کہ یہ دینی مسئلہ ہےتوکسی بھی دینی مسئلہ کے انکار پراس پرحکم کفر نافذ ہونا چاہئے،کیوں کہ علم یقینی کے بعدانکارکرنے پرحکم کفر عائد ہوتا ہے،گر چہ وہ مسئلہ یقینی نہ ہو،بلکہ باطل ہو،جیسے حدیث موضوع کوحدیث نبوی اعتقادکرکے انکارکیاتو منکر پرحکم کفرعائدہوتا ہے۔وہی صورت یہاں ہونی چاہئے؟

جواب: جاہل مسلمان کوصرف اس بات کا یقین ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ دین اسلام کا ہے،لیکن یہ معلوم نہیں ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ قطعی ہے،یاظنی ۔جب کسی کوقطعی طور پرمعلوم ہوکہ یہ

مسئلہ دین کا قطعی مسئلہ ہے۔اس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش ہی نہیں ۔اس کے باوجود وہ اس کا انکار کرے، یا اس میں شک کرے، تب حکم کفر نافذ ہوتا ہے۔

جاہل مسلمان کو اس مسئلہ کی قطعیت وظنیت کا علم نہیں ہوتا ہے۔ جاہل سنی مسلمان کو معلوم ہے کہ فاتحہ، نیاز ،مولود وعرس وغیرہ جائز ہے،لیکن یہ نہیں معلوم کہ یہ مسئلہ قطعی ہے یا غیر قطعی اور اس کے انکار کا کیا حکم ہے۔اگر جاہل مسلمان نے کسی مسئلہ کو دین کا قطعی مسئلہ یقین کیا،مثلاً اہل علم نے کسی ضروری دینی مسئلہ سے متعلق اسے بتایا کہ یہ دین کا قطعی مسئلہ ہے۔اس میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں اور وہ مسئلہ اس کے نزدیک متواتر اور یقینی وقطعی بالمعنی الاخص ہو گیا،اس کے باوجود وہ اس ضروری دینی انکار کرتا ہے تو اب اس پر حکم کفر نافذ ہوگا، کیوں کہ یہ انکار اس کے حق میں بھی ضروری دینی کا انکار ہے۔

اسی طرح اس نے کسی غیر ضروری دینی مسئلہ کو قطعی بالمعنی الاخص اور ضروری دینی اعتقاد کر لیا اور سمجھا کہ یہ مسئلہ مذہب اسلام کا قطعی ویقینی مسئلہ ہے۔اس کو اس مسئلہ کے قطعی وضروری ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں رہا،اس کے باوجود وہ اس امر کا انکار کرتا ہے تو یہاں تلاعب بالدین،استخفاف بالدین اور عزم کفر پایا گیا،لہٰذا منکر کی تکفیر ہوگی۔

الحاصل علما کے غیر صحبت یافتگان اور جاہل مسلمانوں کو یہ یقین حاصل ہو جاتا ہے کہ یہ مسئلہ دین اسلام کا ہے۔اب وہ مسئلہ اپنے ثبوت کے اعتبار سے بدیہی ہے یا نظری ،قطعی ہے یا ظنی ۔اس کا علم وادراک ہر ایک کو نہیں ہوتا ہے۔ جاہل مسلمانوں کو بھی اس بات کا یقین حاصل ہوتا ہے کہ پانی بیٹھ کر پینا اسلامی طریقہ ہے، کیوں کہ ہر مسلمان کی زبان سے وہ یہی بات سنتا ہے۔اب بیٹھ کر پانی پینا ضروری دینی ہے یا غیر ضروری دینی ۔یہ عام لوگوں کو معلوم نہیں ۔جاہل مسلمان بھی جانتا ہے کہ اذان میں ''اللہ اکبر'' کہا جاتا ہے۔اس کو اس بات کا یقین حاصل ہوتا ہے، کیوں کہ وہ ہر موذن کو ایسا کہتے سنتا ہے۔اب اذان میں ''اللہ اکبر'' کہنا اپنے ثبوت کے اعتبار سے قطعی ہے یا ظنی ۔یہ ہر ایک کو معلوم نہیں ہوتا ہے۔دراصل یہ

ان کا اعتقاد ہوتا ہے۔ایسوں لوگ اجمالی تصدیق کے سبب مومن مانے جاتے ہیں۔

مندرجہ ذیل اقتباس میں عوام کے اعتقاد کا ذکر ہے کہ بلا دلیل عوام کا اعتقاد ہوتا ہے۔

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:(**ولبعض متأخری اصولیین عبارۃ اخری اوجز مماذکرناہ مع زیادۃ علٰی ذلک–وھی ان الیقین جزم القلب مع الاستناد الی الدلیل القطعی–والاعتقاد جزم القلب من غیر استناد الی الدلیل القطعی کاعتقاد العامی–والظن تجویز امرین احدھما اقوٰی من الاٰخر–والوھم تجویز امرین احدھما اضعف من الاٰخر–و الشک تجویز امرین لامزیۃ لاحدھما علی الاٰخر انتھی–اہ ملخصًا**)

(بعض متاخرین اصولیوں کے نزدیک ایک دوسری عبارت ہے جو ہماری مذکورہ عبارت سے زیادہ مختصر ہے،لیکن اس میں کچھ اضافہ بھی ہے،وہ یہ ہے کہ یقین دل کی پختگی کو کہتے ہیں جب کہ اس میں دلیل قطعی کی سند بھی ہو۔اعتقاد دل کی پختگی ہے،لیکن کسی دلیلِ قطعی کی طرف اضافت نہیں ہوتی ،جیسے عام آدمی کا اعتقاد۔ظن دو باتوں کا یوں جائز قرار دینا کہ ان میں سے ایک دوسری کی نسبت زیادہ قوی ہو۔وہم دو باتوں کا (اس طرح) جائز قرار دینا کہ ان میں سے ایک، دوسری کی نسبت ضعیف ہو،اور شک دو باتوں کا یوں جائز قرار دینا کہ ان میں سے ایک کو دوسری پر کوئی فوقیت حاصل نہ ہو۔اھ ملخصا۔ت)

(فتاویٰ رضویہ: جلد چہارم:ص494- جامعہ نظامیہ لاہور)

تعریف ہفتم کا تجزیہ

تعریف ہفتم :ضروری دینی: وہ دینی امر ہے جس کو خواص وعوام جانتے ہوں۔

خواص وعوام کے جاننے سے مراد یہ ہے کہ خواص وعوام تمام مومنین کو بلانظر واستدلال ضروری دینی کے دینی مسئلہ ہونے کا یقین بالمعنی الاخص حاصل ہو جاتا ہے۔بلا استدلال

دینی مسئلہ ہونے کا یقین بالمعنی الاخص حاصل ہونا مطلق ضروری دینی کا خاصہ ہے، نیز ضروریات دینیہ کے علاوہ دیگر دینی امور قطعی الثبوت بالمعنی الاخص نہیں ہیں، پس ان امور کے دینی امور ہونے کا یقین بالمعنی الاخص حاصل نہیں ہوگا۔

ضروریات اہل سنت کا یقین استدلال سے حاصل ہوتا ہے اور عوام کو طریق استدلال واصول استدلال معلوم نہیں، لہٰذا عوام کو ضروریات اہل سنت کا یقین حاصل نہیں ہوتا ہے۔ ہاں، اہل علم کے بتانے سے ان کو یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ دین کا قطعی بالمعنی الاعم مسئلہ ہے۔

نیز ضروریات اہل سنت قطعی بالمعنی الاعم دینی امور ہیں تو ان امور کے دینی امور ہونے کا یقین بالمعنی الاعم حاصل ہوگا۔ ان امور کے دینی امور ہونے کا یقین بالمعنی الاخص حاصل نہیں ہوگا، پس دینی امور ہونے کا یقین بالمعنی الاخص حاصل ہونا ضروری دینی کا خاصہ ہے۔ اس تشریح کے اعتبار سے تعریف ہفتم ضروری دینی کی تعریف بالرسم ہے۔

درج ذیل عبارت میں ضروریات اہل سنت کو ضروریات دین کی قسم دوم سے تعبیر کیا گیا ہے، اور بیان کیا گیا ہے کہ عدم استدلال کے سبب عوام کو ضروریات اہل سنت کا یقین حاصل نہیں ہوتا ہے۔ بتانے کے بعد عوام کو ضروریات اہل سنت کا یقین حاصل ہو جاتا ہے۔ اس کی تفصیل معروضات وتاثرات (حصہ سوم: باب ہفتم) میں مرقوم ہے۔

امام ابن حجر ہیتمی نے امام تقی الدین سبکی شافعی سے نقل کرتے ہوئے رقم فرمایا:

(ثم المعلوم بالضرورة من الشرع قسمان:احدهما ما يعرفه الخاصة والعامة–والثانی ما قد يخفی علٰی بعض العوام–ولا ينافی هذا–قولنا انه معلوم بالضرورة–لان المراد من مارس الشريعة–عَلِمَ مِنْهَا ما يحصل به العلم الضروری بذلک–وهذا يحصل لبعض الناس دون بعض بحسب الممارسة وكثرتها اوقلتها اوعدمها.

فالقسم الاول من انكره من العوام والخواص فَقَدْ كَفَرَ–لانه

کَالْمُکَذِّب لِلنَّبِیِّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی خبرہ-ومن ھذا القسم انکار وجوب الصلٰوۃ والصوم والزکاۃ والحج ونحوھا وتخصیص رسالتہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ببعض الانس-فمن قال ذلک-فلا شک فی کفرہ وان اعترف بانہ رسول اللّٰہ-لان عموم رسالتہ الٰی جمیع الانس مما یعلمہ الخواص والعوام بالضرورۃ من الدین.

والقسم الثانی من انکرہ من العوام الذین لم یحصل عندھم من ممارسۃ الشرع-ما یحصل بہ العلم الضروری،لم یکفر-وان کانت کثرۃ الممارسۃ توجب للعلماء العلم الضروری بہ)

(الفتاوی الحدیثیہ:ص144-دارالفکر بیروت)

ترجمہ:شریعت سے بداہۃً معلوم امر کی دوقسمیں ہیں:ان میں سے ایک وہ ہے جس کوخواص وعوام جانتے ہیں،اور دوسری قسم وہ ہے جوبعض عوام پرکبھی مخفی رہتی ہے،اور یہ ہمارے اس قول کے منافی نہیں کہ یہ بداہۃً معلوم ہے،کیوں کہ مراد ہے کہ جوشریعت (شرعی علوم) کی مشق وممارست کرے،وہ جان لے گا کہ شریعت کے بعض اموروہ ہیں جن کا بدیہی علم حاصل ہوتا ہے،اور یہ بدیہی علم بعض لوگوں کوحاصل ہوتا ہے اوربعض لوگوں کوحاصل نہیں ہوتا ہے،مزاولت وممارست اوراس کی کثرت یااس کی قلت یاعدم ممارست کے اعتبار سے۔

پس عوام وخواص میں سے جوکوئی شخص قسم اول کا انکارکرے تووہ یقیناً کافر ہے،اس لیے کہ وہ حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خبرمیں ان کی تکذیب کرنے والے کی طرح ہے اوراسی قسم سے نماز،روزہ،زکات اورحج وغیرہ کی فرضیت کا انکار،اورحضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت کوبعض انسانوں کے ساتھ خاص کرنا ہے،پس جوایسا قول کرے، اس کے کفرمیں کوئی شک نہیں ہے،اگرچہ وہ اعتراف کرے کہ حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں،کیوں کہ حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تمام انسانوں کا عمومی

طور پر رسول ہونا ان امور سے ہے،جس کوخواص وعوام بدیہی طور پر دین سے جانتے ہیں۔

اور (ضروریات دین کی) دوسری قسم کا عوام میں سے وہ لوگ انکار کردیں جن کو شریعت کی ممارست حاصل نہیں،جس کے ذریعہ ان کوعلم بدیہی حاصل ہوتو وہ کافرنہیں،گرچہ کثرت ممارست علمائے کرام کے لیےاس کے بدیہی علم کا سبب ہو۔

منقولہ بالاعبارت میں ضروریات دین کی دونوں قسم اوران کےاحکام کا بیان ہے۔

ضروریات دین کی قسم دوم کو بعد میں ضروریات اہل سنت کہا جانے لگا۔عہد ماضی میں ضروریا ت اہل سنت کی اصطلاح مستعمل نہ تھی۔منقولہ بالا اقتباس میں بتایا گیا کہ عوام کوضروریات اہل سنت کا بدیہی علم یعنی بدیہی یقین حاصل نہیں ہوتا ہے۔

بلا نظر واستدلا ل دینی امور کے دینی امور ہونے کا یقین بالمعنی الاخص حاصل ہونا ضروری دینی کا خاصہ ہے،پس تعریف ہفتم مطلق ضروری کی تعریف بالرسم ہے۔

اس تعریف کی ایک تشریح یہ ہے کہ مشہورضروریات دین کوخواص وعوام جانتے ہیں ۔ اس صورت میں یہ تعریف تمام ضروریات دین کو جامع نہیں ہوگی ،یعنی غیر مشہورضروریات دین کو جامع نہیں ہوگی ،لیکن یہ حدتام نہیں کہ جامع ومانع ہونالازم ہو۔رسم ناقص جوعرض عام سے کی جائے ،وہ یقیناً دخول غیر سے مانع نہیں ہوتی ہے،مثلاً انسان کی تعریف بالرسم حیوان ماشی سے کی جائے تو یہ دخول غیر سے مانع نہیں ۔اس میں انسان کے علاوہ دیگر حیوانات بھی شامل ہیں،لیکن یہ تعریف بالرسم ہے،جیسا کہ اسی باب کے شروع میں تفصیل مرقوم ہے۔

تعریف ہشتم کا تجزیہ

تعریف ہشتم:ضروری دینی: وہ دینی امر ہے جو(مومنین کے لیے) بدیہی ہو۔

ضروری دینی کا مومنین کے حق میں بدیہی ہونا ضروری دینی کا خاصہ ہے، کیوں کہ ضروری دینی کے علاوہ کوئی دینی امر مومنین کے لیے بدیہی نہیں ہوتا۔ضروری دینی کے خواص

وعوام کے لیے بدیہی ہونے سے مراد یہ ہے کہ خواص وعوام سب کو ضروری دینی کے حق اور نفس الامر کے مطابق ہونے کا بدیہی علم (یقین بالمعنی الاخص) حاصل ہو جاتا ہے۔

تمام ضروریات دین دراصل نظری ہیں، لیکن جب مسلمانوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنا نبی ورسول مان لیا تو اب مومنین کے حق میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادفرمودہ احکام کی حقانیت اور ان کا نفس الامر کے مطابق ہونا، یعنی ان احکام کا احکام خداوندی ہونا بدیہی ہو گیا، پس جب کوئی مسلمان حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے کوئی حکم دینی سنے تو اسے یقین بالمعنی الاخص حاصل ہوگا کہ یہ حکم خداوندی ہے۔ اسی طرح جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بیان فرمودہ حکم خبر متواتر سے اسے موصول ہو تو بھی اسے یقین بالمعنی الاخص حاصل ہو جائے گا کہ یہ حکم خداوندی ہے، پس ضروری دینی کی دونوں قسموں میں بلانظر واستدلال اس امر دینی کے حکم خداوندی ہونے کا یقین بالمعنی الاخص حاصل ہو جاتا ہے، پس یہ تعریف ضروری دینی کی تعریف بالرسم ہے۔

بداہت (بدیہی ہونے) کے معانی

(۱) ثبوت کے اعتبار سے بدیہی ہونا، یعنی قطعی الثبوت بالمعنی الاخص ہونا۔

امر متواتر بدیہی الثبوت یعنی قطعی الثبوت بالمعنی الاخص ہوتا ہے۔

اس کے بالمقابل قطعی الثبوت بالمعنی الاعم اور ظنی الثبوت ہے۔

(2) دلالت کے اعتبار سے بدیہی ہونا، یعنی قطعی الدلالت بالمعنی الاخص ہونا۔

مفسر کلام بدیہی الدلالۃ یعنی قطعی الدلالت بالمعنی الاخص ہوتا ہے۔

(3) مناطقہ کے یہاں بدیہی وہ امر ہے جو نظر واستدلال کا محتاج نہ ہو، یعنی بلا نظر واستدلال اس کا یقین بالمعنی الاخص حاصل ہو جائے۔ بدیہی میں یقین بدیہی پایا جاتا ہے۔ کسی امر کے یقینی ہونے کا معنی ہے، اس کا نفس الامر کے مطابق ہونا، پس بدیہی وہ امر ہے

جس کا بلانظر واستدلال نفس الامر کے مطابق ہونا معلوم ہو۔

بداہت کے تینوں معانی ضروریات دین کے لیے ثابت ہیں۔

تمام ضروریات دینیہ ثبوت کے اعتبار سے بدیہی ہیں۔حاضر دربار رسالت کے لیے ضروری دینی بدیہی ہے،کیوں کہ حاضر دربار رسالت اس کو زبان نبوی سے سماعت کرتے ہیں اور غیر حاضر کے لیے ضروری دینی اس لیے بدیہی ہے کہ اس کو تواتر کے ساتھ موصول ہوا۔

ضروری دینی قطعی الدلالت بالمعنی الاخص قول نبوی (وحی متلو و وحی غیر متلو) سے ثابت ہوتا ہے،لہٰذا ضروری دینی کے ماخذ ومبنیٰ کا بدیہی الدلالت ہونا لازم ہے۔

ضروری دینی کا نفس الامر کے مطابق ہونا بدیہی نہیں ہے، بلکہ نظری ہے،لیکن حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان کے سبب مومنین کو اس کا نفس الامر کے مطابق ہونا بلا نظر واستدلال معلوم ہو جاتا ہے، پس ضروری دینی ملحق بالبدیہی اور اصل کے اعتبار سے نظری ہے۔ضروری دینی کے اصل کے اعتبار سے نظری اور ملحق بالبدیہی ہونے کی بحث باب ہشتم میں ہے۔تعریف ہشتم میں بدیہی ہونے سے مراد یہ ہے کہ بلا نظر واستدلال ضروری دینی کا نفس الامر کے مطابق ہونا یعنی حق وصادق ہونا مومنین کو معلوم ہے۔یہ مفہوم بعض تشریح کے اعتبار سے تعریف ششم وتعریف ہفتم پر بھی منطبق ہو جاتا ہے۔

ضروریات دین بدیہی کیسے؟

شرح عقائد کے درج ذیل اقتباس میں بتایا گیا ہے کہ ضروری دینی ثبوت کے اعتبار سے بدیہی ہے،یعنی وہ متواتر ہوگا یا زبان نبوی سے مسموع ہوگا اور اس کے مضمون کا یقین یعنی اس امر دینی کا نفس الامر کے مطابق ہونا (یعنی ان احکام کا احکام خداوندی ہونا) استدلال سے حاصل ہوگا،لیکن استدلالی ہونے کے باوجود وہ بدیہی (ملحق بالبدیہی) ہو چکا ہے۔

درج ذیل اقتباس میں مندرجہ ذیل امور کے بیان پر توجہ دی جائے۔

ثبوت کے اعتبار سے بدیہی ہونے کا بیان (العلم الضروری فی المتواتر:الخ)

مضمون کے استدلالی ہونے کا بیان (واما انہ استدلالی:الخ)

ثابت ہونے والے امر کے مثل بدیہی ہونے کا بیان (والعلم الثابت بہ یضاہی)

مضمون کے یقینی ہونے کا بیان (فللقطع بان من اظہر اللہ تعالیٰ:الخ)

علامہ تفتازانی نے خبر رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قطعی ویقینی اور استدلالی ہونے کے بارے میں رقم فرمایا:(واما كونه موجبا للعلم فللقطع بان من اظهر الله تعالى المعجزة على يده تصديقًا له فى دعوى الرسالة كان صادقا فيما اتى به من الاحكام واذا كان صادقا يقع العلم بمضمونها قطعا.

واما انه استدلالى فلتوقفه على الاستدلال،واستحضار انه خبر من ثبت رسالته بالمعجزات-وكل خبر هذا شانه فهو صادق ومضمونه واقع.

(والعلم الثابت به)اى بخبر الرسول(يضاهى)اى يشابه(العلم الثابت بالضرورة) كالمحسوسات والبديهيات والمتواترات(فى التيقن)اى عدم احتمال النقيض(والثبات)اى عدم احتمال الزوال بتشكيك المشكك فهو علم بمعنى الاعتقاد المطابق الجازم الثابت والا لكان جهلا او ظنا او تقليدا.

فان قيل:هذا انما يكون فى المتواتر فقط فيرجع الى القسم الاول.

قلنا:الكلام فيما علم انه خبر الرسول سُمع من فيه-او تواتر عنه ذلك-او بغير ذلك ان امكن-واما خبر الواحد فانما لم يفد العلم لعروض الشبهة فى كونه خبر الرسول.

فان قيل:فاذا كان متواترا او مسموعا من فى رسول الله صلى الله عليه وسلم كان العلم به ضروريا كما هو حكم سائر المتواترات والحسيات،لا استدلاليا.

قلنا:العلم الضروری فی المتواتر هو العلم بکونه خبر الرسول علیه السلام-لان هذا المعنی هو الذی تواتر الاخبار به-وفی المسموع من فی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم هو ادراک الالفاظ وکونها کلام الرسول صلی اللّٰہ علیه وسلم-والاستدلالی هو العلم بمضمونه وثبوت مدلوله-مثلا قوله علیه السلام:البینة علی المدعی والیمین علی من انکر،علم بالتواتر انه خبر الرسول علیه السلام وهو ضروری-ثم علم منه انه یجب ان تکون البینة علی المدعی وهو استدلالی)

(شرح العقائد النسفیہ :ص37-39-مجلس برکات مبارک پور)

ترجمہ:لیکن خبر رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سبب یقین ہونا تو اس بات کے یقینی ہونے کے سبب ہے کہ جس کے دعویٰ رسالت کی تصدیق کے لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ پر معجزہ ظاہر فرمایا،وہ ان احکام میں سچے ہوں گے جو وہ لائے ،اور جب وہ سچے ہیں تو ان احکام کے مضمون کا علم یقینی ہوگا۔

لیکن یہ کہ وہ(خبرنبوی)استدلالی ہے تو اس کے استدلال اوراس استحضار پرموقوف ہونے کی وجہ سے ہے کہ یہ ان کی خبر ہے جن کی رسالت معجزات سے ثابت ہے اور ہرخبر جس کی یہ شان ہو،وہ سچی ہوتی ہے اوراس کا مضمون حق ہوتا ہے۔

اورجوعلم خبررسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثابت ہو،وہ یقینی ہونے یعنی نقیض کا احتمال نہ رکھنے اور ثبات ومضبوطی یعنی شک ڈالنے والے کے شک ڈالنے سے زوال کا احتمال نہ رکھنے میں بداہۃً ثابت ہونے والے علم جیسے محسوسات وبدیہیات ومتواترات کے مشابہہ ہوتا ہے ،پس یہ علم اس اعتقاد کے معنی میں ہے جو نفس الامر کے مطابق ،یقینی اور ناقابل زوال ہو،ورنہ وہ جہل یاظن یاتقلید ہوجائے گا۔

پس اگراعتراض کیا جائے کہ یہ صرف خبر متواتر میں ہوتا ہے،پس یہ(خبرصادق کی

دوقسموں میں سے)قسم اول (خبرمتواتر) کی طرف پلٹے گا۔

ہم جواب دیں گے کہ گفتگواس سے متعلق ہے جس کے بارے میں معلوم ہے کہ یہ خبر رسول ہے، وہ ان کے دہن مبارک سے سنی گئی ہو یا وہ ان سے متواتر ہو، یا اس کے علاوہ کسی ذریعہ سے معلوم ہو، اگر یہ ممکن ہو، لیکن خبر واحد تو اس کے خبر رسول ہونے میں شبہہ عارض ہوجانے کی وجہ سے وہ یقین کا افادہ نہیں کرتی ہے۔

پس اگراعتراض کیا جائے کہ جب خبر رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام خبرمتواتر ہے یا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دہن مبارک سے سنی گئی ہے تو تمام متواترات کی طرح اس کا علم بدیہی ہوگا، نہ کہ استدلالی۔

ہم جواب دیں گے کہ خبر متواتر میں اس کے خبر رسول ہونے کا علم بدیہی ہوتا ہے، اس لیے کہ یہی وہ معنی ہے جس کا خبر دینا متواتر ہے، اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دہن مبارک سے سنے ہوئے کلام میں الفاظ کا ادراک اور اس کا کلام رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام ہونا بدیہی ہوتا ہے، اوراس کے مضمون کا علم اوراس کے مدلول کا ثبوت استدلالی ہوتا ہے، مثلاً حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے: دلیل مدعی پر ہے اور قسم اس پر ہے جو انکار کرے۔تواتر کے ساتھ معلوم ہوا کہ یہ خبر رسول ہے اور یہ (اس کا خبر نبوی ہونا) بدیہی ہے، پھراس سے یہ معلوم ہوا کہ مدعی پر دلیل کا ہونا واجب ہے اور یہ استدلالی ہے۔

منقولہ بالا اقتباس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب کلام نبوی تواتر سے مروی ہو، یا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنا گیا ہوتو اس کا کلام نبوی ہونا بدیہی ہے، لیکن اس کلام نبوی سے اس کے مضمون یعنی حکم شرعی کا اثبات نظری واستدلالی ہے۔

علامہ تفتازانی نے قول نبوی سے ثابت ہونے والے مضمون سے متعلق فرمایا: **ھو استدلالی** (اس کے مضمون کا علم استدلالی ہے)۔اس کے استدلالی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ مضمون کا علم (یقین) درج ذیل دومقدمات کی ترتیب سے حاصل ہوتا ہے:

(۱) هذا خبر من ثبت رسالته بالمعجزات

(۲)وکل خبر هذا شانه فهو صادق ومضمونه واقع.

(۱)یہ ان کی خبر ہے جن کی رسالت معجزات سے ثابت ہے۔

(۲)اور ہر وہ خبر جوایسی ہو،وہ سچی ہوتی ہے اوراس کا مضمون حق ہوتا ہے۔

چوں کہ تمام مومنین نے حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت ونبوت کوتسلیم کرلیا ہے،لہٰذا مومنین کواب ان مقدمات کی ترتیب اور انظر وستدلال کی ضرورت باقی نہ رہی اورمتواتر کلام نبوی یا زبان اقدس سے سنے ہوئے کلام نبوی سے ثابت ہونے والے شرعی احکام(ضروریات دین)تمام مومنین کے لیےمثل بدیہی ہوگئے کہ جس طرح بدیہیات کے لیےنظر واستدلال کی ضرورت نہیں ہوتی ہے،اسی طرح حدیث موتواتر اور حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے سنی ہوئی حدیث سےضروریات دین کا ثبوت اوران کا یقین بلانظر واستدلال حاصل ہوجاتا ہے،یعنی خواص وعوام تمام مومنین کو بلانظر واستدلال ان احکام شرعیہ(ضروریات دین) کا یقین حاصل ہوجاتا ہے، پس یہ کہنا غلط ہے کہ بعض مومنین کے لیےبعض ضروریات دین نظری ہوتی ہیں اوربعض دوسروں کے لیے بدیہی ہوتی ہیں۔ضروریات دین تمام مومنین کے لیےمثل بدیہی ہوتی ہیں۔

مضمون کےاستدلالی ہونے کا بیان درج ذیل عبارت میں بھی ہے۔

علامہ تفتازانی نے رقم فرمایا:**((وهو)ای خبر الرسول صلی اللّٰہ علیه وسلم (یوجب العلم الاستدلالی)ای الحاصل بالاستدلال،ای النظر فی الدلیل)**

(شرح العقائدالنسفیہ :ص 37-مجلس برکات مبارکپور)

ترجمہ:خبر رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علم استدلالی ،یعنی استدلال ،یعنی دلیل میں غوروفکر سے حاصل ہونے والےعلم کا سبب ہے

ضروری دینی کے مضمون کے یقینی ہونے کا سبب صدق رسول کا عقلی طور پر واجب

ہونا ہے، پس رسول کے قول سچا ہونا یعنی نفس الامر کے مطابق ہونا واجب ہے۔

علامہ بدایونی نے بیان کیا کہ حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے صدق کا اعتقاد رکھنا واجب ہے:(**ومنه الصِّدْق–هو مطابقةُ حُكْمِ الخبر لِلْوَاقِع اِيْجَابًا اَوْ سَلبًا وهو واجبٌ عَقلِیٌّ فی حق كل نبی–لا يُتَصَوَّرُ عَدْمُه–اِذْ لَوْتُصُوِّرَ لَمَا قُبِلَ مِنْهُمْ شَیْءٌ مِمَّا جَاءُوْا به–وَلِاَنَّه لَوْجَازَعَلَيْهِمْ الكذب لَجَازَفی خبره تعالٰی–لِتَصْدِيْقِه اِيَّاهُمْ بِالْمُعْجِزَة النَّازِلَةِ مَنْزِلَةَ قَوْلِه تَعَالٰی(صَدَّقَ عَبْدِیْ فِیْ كُلِّ مَا يُبَلِّغُ عَنِّیْ)–وَتَصْدِيْقُ الكاذب مِنَ الْعَالِمِ بكذبه محض الكذب وهو عليه محال فملزومه وهو جَوَازُ الْكذب عَلَيْهِمْ كذلک–وَنَصَّ اللّٰهُ تَعَالٰی وَصَدَّق اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ(وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی–وَقَدْ جَاءَ كُمْ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ)**

(المعتقد المنتقد:ص111-المجمع الاسلامی مبارک پور)

ترجمہ:اسی میں سے صدق ہے۔ یہ خبر کے حکم کا ایجابی یا سلبی طور پر واقع کے مطابق ہونا ہے اور یہ ہر نبی کے حق میں واجب عقلی ہے،اس کے عدم کا تصور نہیں کیا جا سکتا، کیوں کہ صدق کا معدوم ہونا متصور ہوتو ان (انبیائے کرام علیہم السلام) کی جانب سے وہ قبول نہ کیا جائے گا جو وہ (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) لائے ،اوراس لیے کہ اگران کا کذب جائز ہوتو اللہ تعالیٰ کی خبر میں بھی جائز ہوگا، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے معجزہ کے ذریعہ ان (انبیائے کرام) کی تصدیق کی جو معجزہ اللہ تعالیٰ کے قول (میرے بندے نے سچ کہا ان تمام امور میں جو میری طرف سے پہنچائے) کی منزل میں ہے،اور کاذب کے کذب کو جاننے والے کی جانب سے کاذب کی تصدیق کذب محض ہے اور کذب اللہ تعالیٰ پر محال ہے ،پس اس کا ملزوم یعنی انبیائے کرام کے کذب کا جائز ہونا بھی محال ہے،اور اللہ تعالیٰ نے نص فرمائی اور اللہ ورسول (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے سچ فرمایا:(اور یہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی مرضی سے نہیں بولتے ہیں اور تمہارے رب کی جانب سے تمہارے پاس حق آ چکا ہے)

صدق رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام عقلاً واجب ہے، پس جب مومنین نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کورسول و نبی مان لیا تو مومنین کی نظر میں ان کے قول کا صادق وحق ہونا عقلاً واجب ہو گیا۔اب مومنین کو استدلال کی ضرورت نہیں کہ یہ اس رسول کا قول ہے جن کی رسالت ونبوت معجزہ سے ثابت ہے اور جن کی رسالت ونبوت معجزہ سے ثابت ہو، ان کا قول سچا ہوتا ہے، لہٰذا یہ قول سچا ہے۔اب مسلمانوں کو اس طرح استدلال کی ضرورت نہیں۔

علامہ بدایونی قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:(**وفی شرح المواقف:اجتمع اهل الملل والشرائع کلها علٰی وجوب عصمتهم عن تعمد الکذب فیما دل المعجز القطعی علٰی صدقهم فیه کدعوی الرسالة وما یبلغونه من اللّٰه الی الخلائق–اذ لو جاز علیهم التقول والافتراء فی ذٰلک،لادی الی ابطال دلالة المعجزة وهو محال**)(المعتقد المنتقد:ص110-المجمع الاسلامی مبارک پور)

ترجمہ:شرح مواقف میں ہے:تمام ادیان ومذاہب کے لوگ حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اس امر میں قصداً کذب سے معصوم ہونے کے واجب ہونے پر متفق ہیں جس امر میں قطعی معجزہ نے ان کے صادق ہونے کو بتایا جیسے رسالت کا دعویٰ اور جو کچھ وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے مخلوقات تک پہنچاتے ہیں، کیوں کہ اگر ان پر اس بارے میں اختراع اور افترا جائز ہوتو یہ معجزہ کی دلالت کے ابطال کی طرف پہنچانے والا ہوگا اور یہ محال ہے۔

علامہ بدایونی قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:(**وفیه،کون الکذب فی التبلیغ محالا عقلیا وان تجویزه علٰی نبی کفر بالاجماع–وهکذا فی الشفاء–وکذا تجویز صدور الکفر والشرک من النبی کما فی الشفاء وشروحه وکذا ظهور المعجزة علٰی ید الکاذب عند الماتریدیة والشیخ ابی الحسن الاشعری والامام وکثیر من المتکلمین کما فی شرح المقاصد–وکذا**

اجتماع کمالات النبی فی غیر الانبیاء کما فی شرح العقائد للنسفی)

(المعتقد المنتقد :ص122:المجمع الاسلامی مبارک پور)

ترجمہ:شرح مواقف میں ہے:(نبی ورسول سے)تبلیغ دین میں کذب کا ہونا محال عقلی ہےاور نبی پر کذب کو جائز ماننا بالا جماع کفر ہے،اسی طرح کتاب الشفا میں ہےاور اسی طرح نبی سے کفر وشرک کے صدور کو جائز ماننا کفر ہے جیسا کہ شفا وشروح شفا میں ہے۔

اوراسی طرح ماتریدیہ،شیخ ابوالحسن اشعری اورامام اعظم اور بہت سے متکلمین کے یہاں جھوٹے مدعی نبوت کے ہاتھ پر معجزہ کا ظہور محال عقلی ہے جیسا کہ شرح مقاصد میں ہے اور اسی طرح نبی کے کمالات کا غیر انبیا میں جمع ہونا محال ہے جیسا کہ شرح عقائد نسفی میں ہے۔

ضروریات دین کی تعریفات میں تناقض نہیں

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:''صدہا مسائل میں اضطراب شدید نظر آتا ہے کہ ناواقف دیکھ کر گھبرا جاتا ہے،مگر صاحب توفیق جب ان میں نظر کو جولان دیتا اور دامن ائمہ کرام مضبوط تھام کر راہ تنقیح لیتا ہے۔توفیق ربانی ایک سررشتہ اس کے ہاتھ رکھتی ہے جو ایک سچا سانچا ہو جاتا ہے کہ ہر فرع خود بخود اپنے محمل پر ڈھلتی ہے اور تمام تخالف کی بدلیاں چھنٹ کر اصل مراد کی صاف شفاف چاندنی نکلتی ہے۔اس وقت کھل جاتا ہے کہ اقوال سخت مختلف نظر آتے تھے۔حقیقۃً سب ایک ہی بات فرماتے تھے۔الحمد للہ فتاوائے فقیر میں اس کی بکثرت نظیریں ملیں گی:**وللّٰہ الحمد تحدیثا بنعمۃ اللّٰہ وما توفیقی الا باللّٰہ وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ من امدنا بعلمہ وایدنا بنعمہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلم:آمین والحمد للّٰہ رب العٰلمین''**۔

(فتاویٰ رضویہ:جلد16:ص376۔377-جامعہ نظامیہ لاہور)

ضروریات دین کی تعریفات وتعبیرات میں بھی اختلاف اور تضاد وتناقض نہیں۔فصل

دوم وفصل سوم میں ان تعریفات وتعبیرات کی جوتشریحات رقم کی گئی ہیں،ان سے واضح ہے کہ ان تعریفات وتعبیرات میں تناقض نہیں ہے۔اجمالی اشارات درج ذیل ہیں۔

تعریف اول مطلق ضروری دینی کی حدتام ہے۔تعریف دوم اسی کے ہم معنی ہے، کیوں کہ قطعی الثبوت بالمعنی الاخص ہونا اور بدیہی الثبوت ہونا دونوں ایک ہی بات ہے۔

تعریف سوم ضروری دینی کی قسم دوم کی حدتام ہے۔تعریف چہارم ضروری دینی کی قسم دوم کی تعریف بالرسم ہے۔تعریف پنجم دراصل تعریف دوم کی دوسری تعبیر ہے۔

تعریف ششم بعض تشریح کے اعتبار سے ضروری دینی کی قسم دوم کی تعریف بالرسم ہے اور بعض اعتبار سے مطلق ضروری دینی کی تعریف بالرسم ہے۔تعریف ہفتم اور تعریف ہشتم مطلق ضروری دینی کی تعریف بالرسم ہے،پس تعریفات میں تناقض وتضاد نہیں ہے۔

<u>وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم والصلوۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم وآلہ العظیم</u>

باب پنجم

باسمہ تعالیٰ وبحمدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الاعلیٰ وآلہ واصحابہ اجمعین

تعریف ششم وہفتم میں خواص وعوام کا ذکر

ضروریات دین کی تعریف ششم وہفتم میں خواص وعوام کا ذکر آتا ہے۔تعریف ششم میں ہے کہ ضروری دینی وہ دینی امر ہے جس کو خواص اور خواص کے صحبت یافتہ عوام جانتے ہیں۔تعریف ہفتم میں ہے کہ ضروری دینی وہ دینی امر ہے جس کی معرفت میں خواص وعوام مشترک ہوں۔تعریف ششم میں صحبت یافتہ عوام کا ذکر ہے اور تعریف ہفتم میں عوام کا ذکر ہے۔دونوں کے مفہوم میں فرق ہے۔تعریف ششم وہفتم کی تشریح باب سوم وچہارم میں مرقوم ہوئی۔دونوں تعریف کی اضافی تشریح اس باب میں مرقوم ہے۔

تعریف ششم:ضروری دینی وہ دینی امر ہے جس کو خواص اور خواص کے صحبت یافتہ عوام جانتے ہوں۔

امام ابن حجر شافعی نے رقم فرمایا:(**وقوله:فما القدر المعلوم من الدين بالضرورة؟**

جوابه:أنه قد سبق ضابطه وهو أن يكون قطعياً مشهورًا بحيث لا يخفى على العامة المخالطين للعلماء بأن يعرفوه بداهة من غير إفتقار إلى نظر واستدلال)(فتاویٰ حدیثیہ:ص141-مکتبہ شاملہ)

ترجمہ:سائل کا قول کہ ضروریات دین کی متعینہ مقدار کیا ہے؟

اس کا جواب ہے کہ اس کا ضابطہ گزر چکا ہے۔وہ یہ کہ ضروری دینی ایسا قطعی ومشہور ہو کہ علمائے کرام کی صحبت میں رہنے والے عوام سے پوشیدہ نہ ہو،اس طرح کہ وہ عوام نظر واستدلال کی حاجت کے بغیر بدیہی طور پر اسے جان لیں۔

اس تعریف میں صحبت یافتہ عوام کا ذکر ہے۔علما کی صحبت اور خواص وعوام کے معانی کا

تعین باب حاضر میں کیا گیا ہے۔خلاصہ یہ کہ بالکل ان پڑھ اور جاہل عوام دونوں تعریف سے خارج ہیں، کیوں کہ وہ ضروری دینی اور قطعی وظنی کا معنی ومفہوم بھی نہیں سمجھتے ہیں۔

خواص وعوام کے متعدد معانی

تعریف ششم میں خواص اور عوام سے کون حضرات مراد ہیں۔ایک قول یہ ہے کہ خواص سے حضرات ائمہ مجتہدین مراد ہیں اور صحبت یافتہ عوام سے علمائے کرام مراد ہیں۔

خواص وعوام کے متعدد معانی ہیں،مثلاً حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بالمقابل تمام غیر انبیا عوام ہیں۔حضرات اولیائے کرام علیہم الرحمۃ والرضوان کے بالمقابل تمام غیر اولیا عوام ہیں۔حضرات ائمہ مجتہدین علیہم الرحمۃ والرضوان کے بالمقابل تمام غیر مجتہدین عوام ہیں۔نبراس کی عبارت سے ظاہر ہے کہ تعریف ششم میں خواص سے حضرات ائمہ مجتہدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور صحبت یافتہ عوام سے غیر مجتہد فقہا وعلما مراد ہیں۔

علامہ عبد العزیز ملتانی (۱۲۰۶ھ-۱۲۳۹ھ) نے تعریف ایمان کی تشریح میں رقم فرمایا:

((هو التصديق بما جاء به الرسول من عند الله تعالىٰ)اى تصديق النبى عليه الصلوة والسلام بالقلب)قيد به،لان العامة قد يسمون الاقرار تصديقًا.

(فى جميع ما علم بالضرورة)قيل:اراد بالضرورة مايقابل الاستدلال -فالضرورى كالمسموع من فم رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم- او المنقول عنه بالتواتر-كالقرآن والصلوات الخمس وصوم رمضان وحرمة الخمر والزنا.

والاستدلالى......

وقيل:اراد بالضرورة الاشتهار بين الخاصة والعامة-ضروريا كان الحكم او استدلاليا-واورد عليه انه يلزم عدم تكفير من ينكر الحكم

القطعي الغير المشتهر بين العامة–كحد القذف؟

وقد يجاب بتفسير الخاصة بالمجتهدين والعامة بسائر العلماء.

وكتب الشارح علٰى هوامش الكتاب:ان المراد بالضرورة اليقين– فلا يكفر بانكار الظني كالثابت بالاجتهاد او خبر الواحد)

(النبراس شرح شرح العقائد:ص531-مکتبہ یاسین استنبول ترکی)

ترجمہ:ایمان اس امر کی تصدیق کرنا ہے جسے حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لائے، یعنی ان تمام امور میں حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تصدیق دل سے کرنا ایمان ہے جن امورکوآپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اللہ تعالیٰ کی جانب سے لانا بدیہی طور پر ثابت ہے۔

دل سے تصدیق کی قیدلگائی گئی،کیوں کہ عام لوگ کبھی زبانی اقرارکوتصدیق کہتے ہیں۔

(فی جمیع ماعلم بالضرورۃ) کہا گیا کہ ضرورت سے وہ مراد ہے جواستدلال کے مقابل ہے،پس ضروری (بدیہی) جیسے حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنا ہوا کلام،یا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ منقول کلام جیسے قرآن مقدس،نماز پنج گانہ اوررمضان کا روزہ اورشراب وزنا کی حرمت۔

اوراستدلالی......

اورایک قول ہے کہ ضرورت سے خواص وعوام کے درمیان مشہور ہونا مراد ہے۔وہ حکم بدیہی ہو یا استدلالی۔اس پراعتراض کیا گیا کہ اس سے اس کی عدم تکفیرلازم آتی ہے جو عوام کے درمیان غیرمشہورقطعی حکم کا انکارکرے، جیسے حدقذف اورخواص کی تفسیر مجتہدین کے ذریعہ اورعوام کی تفسیر جملہ علما کے ذریعہ بیان کرکے اس اعتراض کا جواب دیاجاتا ہے۔

اورشارح (علامہ تفتازانی) نے کتاب کے حاشیہ پررقم فرمایا کہ ضرورت سے یقین مراد ہے،پس ظنی جیسے اجتہاد سے ثابت ہونے والے امر یا خبرواحد کے انکار پرکافرنہیں ہوگا۔

منقولہ بالا اقتباس میں ''ضرورت'' کے تین معانی بیان کیے گئے ہیں۔

پہلا معنی:ضرورت سے بداہت مراد ہے،یعنی ضروری دینی وہ امر ہے جو بدیہی ہو۔

ضروری دینی ثبوت کے اعتبار سے بدیہی ہوتا ہے اور معنوی طور پر گرچہ استدلالی ہے ،یعنی استدلال سے اس کے معنی کا یقین حاصل ہوتا ہے،لیکن مومنین کے لیے اس کی حقانیت وصداقت واضح ہے، کیوں کہ نبی ورسول کا سچا ہونا ان کی نظر میں مثل بدیہی ہے۔انہیں استدلال کی ضرورت نہیں، پس ضروری دینی معنوی طور پر بھی مومنین کے لیے بدیہی ہے۔

دوسرا معنی:ضرورت سے خواص وعوام کے درمیان مشہور ہونا مراد ہے۔اس صورت میں خواص سے مجتہدین اور عوام سے علمائے کرام مراد ہیں اور مجتہدین وعلما کو ضروری دینی کی معرفت کی استعداد حاصل ہوتی ہے اوران کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ضروریات دین قطعی الثبوت بالمعنی الاخص دینی امور ہیں اور بہت سی ضروریات دین ان کے درمیان مشہور بھی ہوتی ہیں کہ فلاں فلاں دینی امور ضروریات دین سے ہیں، کیوں کہ وہ ان میں مشغول رہتے ہیں۔

تیسرا معنی:ضرورت کا معنی یقین ہے۔تمام ضروریات دین یقینی ہوتی ہیں۔

بداہت کے متعدد معانی

بداہت کے تین معانی باب چہارم کے اخیر میں مرقوم ہیں۔دو معنی درج ذیل ہے۔

(1)بداہت کا ایک معنی ہے: ثبوت کے اعتبار سے بدیہی (قطعی الثبوت بالمعنی الاخص) ہونا۔کسی نے زبان نبوی سے کوئی کلام سنا، یا تواتر کے ساتھ اسے قول نبوی موصول ہوا تو قول مسموع وقول متواتر کے قول نبوی ہونے لیے استدلال کی ضرورت نہیں ، بلکہ بلا استدلال اس کے قول نبوی ہونے کا یقین حاصل ہوجا تا ہے۔یہ ثبوت کے اعتبار سے بدیہی ہونا ہے۔النبر اس کی تشریح کے مطابق ایمان کی تعریف میں ضرورت سے یہی معنی مراد ہے۔ اس معنی کا خلاصہ ہے کہ کسی کی طرف کسی امر کی نسبت بدیہی (قطعی بالمعنی الاخص) ہو۔

(2)بداہت کا ایک معنی ہے: نظر واستدلال کے بغیر کسی امر کا یقین بدیہی حاصل

ہوجانا۔اس کوبھی بدیہی الثبوت کہا جاتا ہے۔اس معنی کا خلاصہ ہے:معنی کا بدیہی ہونا،یعنی بلانظر واستدلال معنی کا یقین بالمعنی الاخص حاصل ہوجانا۔اس کے بالمقابل نظری ہے۔

ضروری دینی اپنی اصل کے اعتبار سے استدلالی ونظری ہیں،لیکن حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان کے سبب ان کے بیان کردہ احکام وتعلیمات کی صداقت وحقانیت مومنین کے لیے بدیہی (ملحق بالبدیہی) ہوچکی ہیں۔انہیں ان اقوال کی حقانیت کی معرفت کے لیےنظر واستدلال کی ضرورت نہیں ہوتی ہے۔اس کی تفصیل باب ہشتم میں ہے۔

حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بیان کردہ تمام احکام اس اعتبار سےنظری ہیں کہ وہ احکام خداوندی ہیں۔ان احکام کےاحکام خداوندی ہونے کے لیےنظر واستدلال کی حاجت ہے،گرچہ مومنین کونظر واستدلال کی حاجت باقی نہ رہی،لیکن بعض امور فی نفسہ بدیہی ہوتے ہیں اوربعض امورفی نفسہ نظری ہوتے ہیں۔اس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

کبھی کوئی امر فی نفسہ نظری ہوتا ہے،مثلاً توحید الٰہی نظری ہے،لیکن جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نےہمیں بتا دیا کہ اللہ ایک ہےاور ہم نےحضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت ونبوت کوتسلیم کرلیاہےاور نبی ورسول کا صدق عقلاً واجب ہے،پس توحیدالٰہی کا حق ہونا ہمارے لیے بدیہی ہے،کیوں کہ یہ نبی ورسول(علیہ الصلوٰۃ والسلام) کا قول ہے اور نبی ورسول کا قول سچا ہوتا ہے،پس توحید الٰہی کی حقانیت کے واسطے ہمیں نظر واستدلال کی ضرورت نہیں،گرچہ یہ مسئلہ فی نفسہ نظری ہے۔

کبھی کوئی امرفی نفسہ بدیہی ہوتا ہے۔اگرکوئی عام آدمی بھی بیان کرےتو انسان کو اس کا یقین حاصل ہوجاتا ہے،یعنی بداہت عقل سےاس کی صداقت واضح ہوجاتی ہے،مثلاً زید کا خیال تھا کہ لنگور کی دم لنگور سے بڑی ہے۔بکر نے اس کو جز وکل کا معنی سمجھایا۔جز وکل کےمعنی کےسمجھنے کے بعد زید کے لیے بلا استدلال واضح ہوگیا کہ لنگور کی دم لنگور سے بڑی نہیں ،کیوں کہ لنگور جسم اوردم کے مجموعہ کا نام ہےتو لنگور کی دم لنگور سے بڑی نہیں ہے۔

علامہ تفتازانی نے رقم فرمایا:((وما ثبت منہ)ای من العلم الثابت بالعقل(بالبداهة)ای باول التوجه من غير احتياج الى تفكر(فهو ضروری كالعلم بان كل الشیء اعظم من جزئه)فانه بعد تصور معنى الكل والجزء والاعظم لا يتوقف علٰى شیء-ومن توقف فيه حيث زعم ان جزء الانسان كاليد مثلا اعظم منه فهو لم يتصور معنى الجزء والكل)

(شرح العقائد النسفیہ :ص41-مجلس برکات مبارک پور)

ترجمہ: جو علم عقل سے بدیہی طور پر ثابت ہو،یعنی نظر وفکر کی ضرورت کے بغیر اول توجہ سے حاصل ہو، پس وہ ضروری ہے، جیسے اس کا علم کہ شئ کا کل اس کے جز سے بڑا ہوتا ہے،اس لیے کہ کل، جز اور بڑا کے معانی کے تصور کے بعد(اس کا علم) کسی چیز پر موقوف نہیں ہوتا ہے،اور جس نے اس میں توقف کیا یہ خیال کرتے ہوئے کہ انسان کا جز مثلاً ہاتھ انسان سے بڑا ہے تو اس نے جز اور کل کے معنی کا تصور نہیں کیا۔

المعتقد کے درج ذیل اقتباس میں ہے کہ ضروریات دین کو ضروری وبدیہی کہنے کی وجہ یہ ہے کہ دین کی طرف اس کی نسبت خواص وعوام کے لیے بدیہی ہوتی ہے،کسی کو شک وشبہ نہیں ہوتا اور یہ صورت اسی امر دینی میں ہوگی جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قطعی الثبوت بالمعنی الاخص ہو،کیوں کہ قطعی الثبوت بالمعنی الاعم میں احتمال بعید ہوتا ہے تو نسبت بدیہی نہیں ہوگی اور ظنی الثبوت میں احتمال قریب ہوتا ہے تو نسبت بدیہی نہیں ہوگی۔

اسی طرح یہ بھی بتایا گیا کہ تمام احکام شرعیہ اپنی اصل کے اعتبار سے نظری ہیں،یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک گرچہ بدیہی الثبوت ہو،لیکن اس ارشاد مبارک میں بیان کردہ امر دینی کا اثبات نظری ہے(مگر مومنین کے لیے یہ بدیہی ہو چکا)

علامہ فضل رسول بدایونی قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:<u>(ومسائله القضايا النظرية الشرعية الاعتقادية-وما يُقَالُ لِبَعْضِهَا اَنَّهَا من ضروريات الدين</u>

فَمَعْنَاهُ اَنَّہ اِشْتَرَکَ فی معرفة اضافته الی الدین خواص اهل الدین وعوامهم مع عدم قبول التشکیک،فساغ علی ادراکها اطلاق الضرورة بطریق المشابهة-لا لالتحاقه بالضروریات،کذا قال اللاقانی

والاحکام الشرعیة کلها نظریة بحسب الاصل-اذ لا تثبت الا بعد ثبوت النبوة-وهی لا تثبت الا بعد العلم بالمعجزة وهو نظری-کذا قال النابلسی)(المعتقد المنتقد:ص15-المجمع الاسلامی مبارک پور)

ترجمہ:علم کلام کے مسائل نظری شرعی واعتقادی قضایا ہیں اور جو ان میں سے بعض کو کہا جاتا ہے کہ یہ ضروریات دین سے ہے تو اس کا معنی یہ ہے کہ دین کی طرف اس کی نسبت کی معرفت میں اہل اسلام کے خواص وعوام شریک ہیں،کسی تشکیک کو قبول کیے بغیر،پس اس کے علم وادراک پر ضرورت وبداہت کا اطلاق جائز ہے مشابہت کے طور پر،نہ کہ اس کے بدیہیات میں شامل ہونے کی وجہ سے۔ایسا ہی امام لاقانی نے فرمایا۔

اور تمام احکام شرعیہ اصل کے اعتبار سے نظری ہیں،اس لیے کہ نبوت کے ثبوت کے بعد ہی ان کا ثبوت ہوتا ہے اور نبوت کا ثبوت معجزہ کے علم کے بعد ہی ہوتا ہے اور نبوت کا ثبوت نظری ہے۔امام عبد الغنی نابلسی نے ایسا ہی فرمایا۔

ضروریات دین کی شہرت اور خواص وعوام کا معنی

ضروری دینی کی تعریف میں کہا جاتا ہے کہ یہ ایسے دینی امور ہیں جو خواص وعوام کے درمیان مشہور ہو۔یہ تعریف بھی قابل تشریح ہے،کیوں کہ اس سے غلط فہمی ہو جاتی ہے۔

النبر اس کی عبارت میں بتایا گیا کہ ضرورت کا ایک معنی ہے خواص وعوام کے درمیان مشہور ہونا۔اس پر یہ اعتراض ہوا کہ بہت سے قطعی مسائل جو مشہور نہیں ہیں،پس ان کے انکار پر تکفیر نہیں ہوگی،کیوں کہ جب ضرورت کا معنی شہرت ہے تو بہت سے مسائل قطعی بالمعنی

الاخص ہونے کے باوجود مشہور نہیں ہیں ۔اس اعتراض کا جواب دیا گیا کہ خواص سے حضرا ت ائمہ مجتہدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین مراد ہیں اور عوام سے غیر مجتہد علما مراد ہیں۔

اس سے واضح ہوگیا کہ اگر ضرورت سے شہرت مراد ہوتو اس وقت خواص سے مجتہدین اور عوام سے علمائے کرام مراد ہیں ،یعنی ضروری دینی وہ دینی امر ہے جو مجتہدین اور علمائے کرام کے درمیان مشہور ہو۔علما سے بھی وہ علما مراد ہوں گے جو عندالشرع عالم ہوں۔

دراصل حضرات ائمہ مجتہدین نے ہی امت مسلمہ کو شرعی مسائل کی تفصیلی معلومات فراہم کیں۔ان نفوس عالیہ نے اپنی حیات مستعار کو دین خداوندی کی خدمت کے لیے وقف کر دیا۔امت مسلمہ کو جن مسائل کی ضرورت درپیش ہوسکتی تھی ،ان مسائل کو قرآن وحدیث اور قیاس کے ذریعہ حل فرمایا۔ائمہ مجتہدین مسائل بھی بتائے اور مسائل کے مراتب ودرجات بھی بیان فرمائے کہ یہ فرض ہے ، یہ واجب ۔ یہ سنت ہے ، یہ مستحب ۔ یہ حرام ہے ، یہ مکروہ تحریمی ، یہ مکروہ تنزیہی وغیرہ۔ جو احکام ومسائل ضروریات دین میں سے تھے ، ان کو بھی انہوں نے واضح فرمایا۔فرض قطعی اور حرام قطعی ضروریات دین میں سے ہیں۔

قرون اولیٰ میں علم کلام اور علم فقہ دو مستقل اور جداگانہ علم نہ تھے، بلکہ علم فقہ میں علم کلام اور علم تصوف شامل تھے۔علم فقہ سے علم فقہ وکلام وتصوف تینوں مراد ہوتے تھے۔حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے علم عقائد میں جو رسالہ رقم فرمایا،اس کا نام ’’الفقہ الاکبر‘‘ ہے۔اس زمانے میں علم کلام بھی علم فقہ کا ایک حصہ تھا۔امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ علم عقائد کے بھی بحر ناپیدا کنار تھے اور مذہب اسلام کے عظیم مناظر تھے۔

حضرت امام ابومنصور ماتریدی (۲۳۸ھ-۳۳۳ھ) نے اعتقادی مسائل کی تحقیق وتنقیح میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طریق کار کو اپنایا۔حضرت امام ابوالحسن اشعری (۲۶۰ھ-۳۲۴ھ) نے امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طرز تحقیق کو اختیار فرمایا۔یہ دونوں ائمہ کرام علم کلام کے امام ہیں۔امام ابومنصور ماتریدی باب فقہ میں حضرت

امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے مقلد تھے اور امام ابوالحسن اشعری باب فقہ میں حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ والرضوان کے مقلد تھے۔چند ظنی فروعی مسائل میں دونوں کا اختلاف ہے اور اصحاب علم وفضل نے بتایا کہ وہ لفظی اختلافات ہیں: واللہ تعالیٰ اعلم

صحبت یافتہ عوام سے کون حضرات مراد ہیں؟

ضروری دینی کی تعریف ششم میں صحبت یافتہ عوام سے وہ علمائے اسلام مراد ہیں جوحضرات ائمہ مجتہدین کے صحبت یافتہ ہوں۔خواہ براہ راست ان کے صحبت یافتہ ہوں،یا ان کے صحبت یافتگان کے صحبت یافتہ ہوں۔صحبت وتربیت کی وضاحت مندرجہ ذیل ہے۔

عرف عام میں صحبت سے یہی مراد ہے کہ کسی کے ساتھ نشست وبرخاست کی جائے۔ اپنا کچھ وقت کسی کی معیت میں گزارا جائے۔خواہ اس صحبت ومعیت کا مقصد کچھ بھی ہو۔

ضروریات دین کی منقولہ بالا تعریف میں خواص کی صحبت ومعیت سے مراد علمی تربیت اور تحقیقی مشق ومزاولت ہے۔یہ بات روشن بدیہیات میں سے ہے کہ ضروریات دین کی معرفت اور غیر ضروریات سے ضروریات دین کی تمیز اسی وقت حاصل ہوگی،جب اس امر کی تربیت اور اس کی مشق ومزاولت ہو۔علمی صحبت کا مفہوم مندرجہ ذیل ہے۔

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس باب میں کہ اگر کوئی شخص جس نے سوائے کتب فارسی اور اردو کے جو کہ معمولی درس میں پڑھی ہوں،اور اس نے کسی مدرسہ اسلامیہ یا علمائے گرامی سے کوئی سند تحصیل علم نہ حاصل کی ہو۔اگر وہ شخص مفتی بنے،یا بننے کا دعویٰ کرے،اور آیات قرآنی اور احادیث کو پڑھ کر اس کا ترجمہ بیان کرے،اور لوگوں کو باور کرائے کہ وہ مولوی ہے تو ایسے شخص کا حکم یا فتویٰ اور اقوال قابل تعمیل ہیں یا نہیں،اور ایسے شخص کا کوئی دوسرا شخص حکم نہ مانے تو اس کے لئے شریعت میں کیا حکم ہے؟

الجواب: سند کوئی چیز نہیں۔بہتیرے سند یافتہ محض بے بہرہ ہوتے ہیں اور جنہوں

نے سند نہ لی،اُن کی شاگردی کی لیاقت بھی ان سند یافتوں میں نہیں ہوتی۔علم ہونا چاہئے اور علم الفتویٰ پڑھنے سے نہیں آتا،جب تک مدتہا کسی طبیب حاذق کا مطب نہ کیا ہو۔

مفتیان کامل کے بعض صحبت یافتہ کہ ظاہری درس وتدریس میں پورے نہ تھے،مگر خدمت علمائے کرام میں اکثر حاضر رہتے اور تحقیق مسائل کا شغل ان کا وظیفہ تھا۔فقیر نے دیکھا ہے کہ وہ مسائل میں آج کل کے صدہا فارغ التحصیلوں، بلکہ مدرسوں، بلکہ نام کے مفتیوں سے بدرجہا زائد تھے،پس اگر شخص مذکور فی السوال خواہ بذات خود خواہ بفیض صحبت علمائے کاملین علم کافی رکھتا ہے۔جو بیان کرتا ہے، غالباً صحیح ہوتا ہے۔اس کی خطا سے اس کا صواب زیادہ ہے تو حرج نہیں اور اگر دونوں وجوہِ علم سے عاری ہے۔صرف بطور خود اردو، فارسی کتابیں دیکھ کر مسائل بتائے اور قرآن وحدیث کا مطلب بیان کرنے پر جرأت کرتا ہے تو یہ سخت اشد کبیرہ ہے،اور اس کے فتویٰ پر عمل جائز نہیں،اور نہ اس کا بیان حدیث وقرآن سننے کی اجازت۔حدیث میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:**اجرأکم علی الفتیا اجرأکم علی النار** ۔تم میں جو شخص فتویٰ دینے پر زیادہ جرأت رکھتا ہے،وہ آتش دوزخ پر زیادہ دلیر ہے۔

اورارشادفرمایا:صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے:**من قال فی القراٰن برایه فاصاب فقد اخطاء**۔جس نے قرآن کے معنی اپنی رائے سے بیان کئے،اس نے اگر ٹھیک کہے تو غلط کہے۔

اورفرماتے ہیں:صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:**من قال فی القراٰن بغیرعلم فلیتبؤ مقعده من النار** ۔جو بغیرعلم کے قرآن کے معنی کہے،وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالے۔والعیاذ باللہ تعالیٰ،واللہ تعالیٰ اعلم۔(فتاویٰ رضویہ:جلدنہم:جزاول:ص 231-رضااکیڈمی ممبئ)

منقولہ بالافتویٰ میں مرقوم ہے کہ علم فتویٰ پڑھنے سے نہیں آتا ہے، بلکہ جس طرح طبابت اسی وقت آتی ہے،جب طبیب حاذق کے پاس مشق وممارست کیا ہو۔اسی طرح علمائے کرام کی صحبت میں رہنے والے کا مشغلہ تحقیق مسائل ہو،تب ان کو فتویٰ نویسی آئے

گی۔اگرلوگ علمائے کرام وفقہائے عظام کی خدمت میں بیٹھے رہیں اورتحقیق مسائل ان کا شغل نہ ہوتو ان کوفتویٰ نویسی نہیں آ سکتی۔فتویٰ مذکورہ کا درج ذیل اقتباس بغور پڑھیں۔

''مفتیان کامل کے بعض صحبت یافتہ کہ ظاہری درس وتدریس میں پورے نہ تھے،مگر خدمت علمائے کرام میں اکثر حاضر رہتے اورتحقیق مسائل کاشغل ان کا وظیفہ تھا۔فقیر نے دیکھا ہے کہ وہ مسائل میں آج کل کے صدہا فارغ التحصیلوں، بلکہ مدرسوں، بلکہ نام کے مفتیوں سے بدرجہازائد تھے''۔(فتویٰ سابق)

منقولہ بالاعبارت سے ظاہر ہوگیا کہ علمائے کرام کی صحبت سے علما کے ساتھ محض نشست وبرخاست مرادنہیں ہے، بلکہ ان سے علمی اکتساب اورحصول فیض مراد ہے۔

امام الائمہ اپنے استاذ فقہ کی صحبت میں

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دس سال تک حضرت امام حماد بن ابی سلیمان رضی اللہ عنہ کے پاس فقہ اسلامی کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد کوفہ سے بصرہ چلے گئے ، پھرواپس آ کرآٹھ سال تک حضرت حماد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس فقہ کی تعلیم میں مشغول رہے۔اس طرح آپ کل اٹھارہ سال تک اپنے استاذ فقہ حضرت امام حماد بن ابی سلیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م۱۲۰ھ) کی خدمت میں رہے۔حضرت حماد بن ابی سلیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے جانشین بنائے گئے۔

حافظ ذہبی وخطیب بغدادی نے تحریرفرمایا:(**قال احمد بن عبد اللّٰہ العجلی حدثنی اَبِیْ قال:قال ابو حنیفة:قدمتُ البصرة فظننت انی لا اُسْأَلُ عن شیء الا اَجَبْتُ فیہ–فَسَأَلُوْنی عن اشیاء،لم یکن عندی فیھا جواب–فجعلت علٰی نفسی انی لا اُفَارِقُ حمادًا حتّٰی یموت–فَصَحِبْتُہٗ ثمانی عشرةَ سَنَةً**)

(سیراعلام النبلاء:ج6:ص398–تاریخ بغداد:ج13:ص333)

ترجمہ: حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں بصرہ آیا تو میں نے خیال کیا کہ مجھ سے جس چیز کے بارے میں بھی سوال کیا جائے گا، میں اس کا جواب دوں گا، پس لوگوں نے مجھ سے چند چیزوں کے بارے میں سوال کیا، جن کے بارے میں کوئی جواب میرے پاس نہیں تھا تو میں نے اپنے اوپر لازم کرلیا کہ میں حضرت حماد بن ابی سلیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جدا نہیں ہوں گا، یہاں تک کہ ان کی وفات ہوجائے، پس میں اٹھارہ سال ان کی صحبت میں رہا۔

امام حماد بن ابی سلیمان کی جانشینی

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دس سال تک حضرت امام حماد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس علم فقہ حاصل کرتے رہے۔ دس سال بعد حضرت امام حماد بن ابی سلیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی حیات مبارکہ میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ قدس سرہ العزیز کو اپنا جانشین مقرر فرما کر کسی ضرورت کے سبب دو ماہ کے لیے بصرہ تشریف لے گئے۔

خطیب بغدادی نے رقم فرمایا: **(فجائه فی تلک اللیلة نعی قرابة له قد مات بالبصرة وترک مالًا و لیس له وارثًا غیره فامرنی ان اجلس مکانه فما هو الا ان خرج حتّٰی وردت عَلَیَّ مسائل لم اسمعها منه-فکنت اجیب واکتب جوابی فغاب شهرین ثم قدم فعرضت علیه المسائل و کانت نحوًا من ستین مسألة فوافقنی فی اربعین وخالفنی فی عشرین واٰلیت علٰی نفسی ان لا افارقه حتی یموت فلم افارقه حتّٰی مات)**

(تاریخ بغداد ج13 ص333-مکتبہ شاملہ)

ترجمہ: پس اسی رات کو ان کے پاس ان کے ایک رشتہ دار کی موت کی خبر آئی، وہ بصرہ میں انتقال کئے تھے اور انہوں نے مال چھوڑا تھا اور امام حماد کے علاوہ ان کا کوئی وارث

نہیں تھا، پس انہوں نے مجھے حکم دیا کہ میں ان کی جگہ بیٹھوں، پھر وہ بصرہ چلے گئے، یہاں تک کہ مجھ سے کچھ مسائل دریافت کئے گئے جنہیں میں نے ان سے نہ سنا تھا تو میں جواب دیتا اور اپنا جواب لکھ لیتا، پس وہ دو ماہ غیر حاضر رہے، پھر کوفہ آئے تو میں نے ان کے پاس وہ مسائل پیش کئے اور وہ قریباً ساٹھ مسائل تھے۔ انہوں نے چالیس مسائل میں میری موافقت فرمائی اور بیس مسائل میں میری مخالفت کی، پس میں نے اپنے اوپر قسم کھایا کہ میں ان سے جدا نہ ہوں گا، یہاں تک کہ ان کی وفات ہوجائے، پس میں ان سے جدا نہ ہوا، یہاں تک کہ ان کی وفات ہوگئی۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اٹھارہ سال تک اپنے استاذ فقہ حضرت شیخ فقیہ حماد بن ابی سلیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں علم فقہ کی مشق وممارست فرماتے رہے۔صحبت ومعیت سے علمی تربیت اور مشق ومزاولت مراد ہے۔

الحاصل مذکورہ بالا اقتباسات سے واضح ہوگیا کہ علمائے کرام کی صحبت سے ان کے پاس علمی مشق کرنا مراد ہے۔النبر اس کی عبارت میں بیان کیا گیا کہ خواص سے حضرات ائمہ مجتہدین اور عوام سے ان کے صحبت یافتہ علمائے کرام مراد ہیں۔عہد حاضر کے علمائے کرام گرچہ حضرات ائمہ مجتہدین کے براہ راست صحبت یافتہ نہیں ،لیکن سلسلہ درسلسلہ حضرات ائمہ مجتہدین کے صحبت یافتگان کے صحبت یافتہ اور تربیت یافتہ ہیں۔

ضروریات دین کی تعریف ششم میں صحبت سے علمی صحبت مراد ہے۔ضروریات دین کا ملکہ اسی وقت حاصل ہوگا، جب ضروریات دین کے بارے میں مشق ومزاولت ہو۔

جس طرح فن حدیث کی مشق وممارست سے علم فقہ میں کمال حاصل نہیں ہوسکتا۔فن فقہ کی مشق ومزاولت سے علم عقائد میں مہارت حاصل نہیں ہوسکتی۔اسی طرح دیگر امور کی مشق وممارست سے ضروریات دین کی معرفت اور اس کی تمیز حاصل نہیں ہوسکتی۔

فتاویٰ رضویہ و بہار شریعت میں صحبت یافتہ عوام کی درج ذیل تشریح ہے۔

(1)امام اہل سنت علیہ الرحمۃ والرضوان نے رقم فرمایا:(**فسرت الضروریات بما یشترک فی علمه الخواص والعوام-اقول: المراد العوام الذین لهم شغل بالدین واختلاط بعلمائه-والا فکثیرمن جهلة الاعراب لا سیما فی الهند والشرق لا یعرفون کثیرًا من الضروریات-لا بمعنٰی اَنَّهُمْ لَهَا منکرون بل هم عنها غافلون-فشتان ما عدم المعرفة ومعرفة العدم-وان کان جهلًا مرکبًا فلا تجهل**)(فتاویٰ رضویہ:جلداول:ص6-رضااکیڈمی ممبئی)

ترجمہ:ضروریات دین کی تفسیر یہ کی گئی ہے کہ وہ دینی مسائل جن کوعوام وخواص سب جانتے ہوں۔اقول:عوام سے مراد وہ لوگ ہیں جو دینی مسائل سے ذوق وشغل رکھتے ہوں اورعلما کی صحبت سے فیض یاب ہوں،ورنہ بہت سے اعرابی جاہل خصوصاً ہندوستان اورمشرق میں ایسے ہیں جو بہت میں ایسے ہیں جو بہت سے ضروریات دین سے آشنا نہیں۔اس معنی میں نہیں کہ ضروریات دین کے منکر ہیں،بلکہ وہ ان سے غافل ہیں۔بڑا فرق ہے عدم علم اورعلم عدم میں۔خواہ یہ جہل مرکب ہی ہوتو اس فرق سے بےخبر نہ رہو۔

(2)حضورصدرالشریعہ قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:''ایمان اسے کہتے ہیں کہ سچے دل سے ان سب باتوں کی تصدیق کرے جوضروریات دین ہیں اورکسی ایک ضرورت دینی کے انکارکوکفرکہتے ہیں،اگرچہ باقی تمام ضروریات کی تصدیق کرتا ہو۔ضروریات دین وہ مسائل دین ہیں جن کو ہرخاص وعام جانتے ہیں،جیسے اللہ عزوجل کی وحدانیت،انبیا کی نبوت،جنت ونار،حشرونشر وغیرہا،مثلاً یہ اعتقاد کہ حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔حضورصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کوئی نیا نبی نہیں ہوسکتا۔

عوام سے مراد وہ مسلمان ہیں جو طبقہ علما میں نہ شمار کیے جاتے ہوں،مگرعلما کی صحبت سے شرفیاب ہوں اورمسائل علمیہ سے ذوق رکھتے ہوں،نہ وہ کہ کوردہ اورجنگل اور پہاڑوں کے رہنے والے ہوں جوکلمہ بھی صحیح نہیں پڑھ سکتے کہ ایسے لوگوں کا ضروریات دین سے

ناآشنا ہونا اس ضروری کو غیر ضروری نہ کردے گا۔البتہ ان کے مسلمان ہونے کے لیے یہ بات ضروری ہے کہ ضروریات دین کے منکر نہ ہوں اور یہ اعتقاد رکھتے ہوں کہ اسلام میں جو کچھ ہے،حق ہے،ان سب پر اجمالاً ایمان لائے ہوں''۔

(بہارشریعت:حصہ اول:ص172-173-المدینۃ العلمیہ)

عہد حاضر میں بھی عوام مسلمین کا ایک طبقہ علمائے کرام ومشائخ عظام کی صحبت ومعیت میں رہتا ہے،لیکن ان میں سے بہت کم لوگ حصول علم دین کی نیت سے علما ومشائخ کی صحبت وخدمت میں رہتے ہیں۔اکثر عوام محض اس مقصد سے علما وصالحین سے ربط وتعلق اوران کی خدمت وصحبت میں رہتے ہیں کہ انہیں دین ودنیا کی برکتیں حاصل ہوں۔یہ بھی مقصد خیر ہے، لیکن ایسے صحبت یافتہ عوام کو مذکورہ بالاتعریف میں وارد شدہ لفظ''عوام''کے ضمن میں شامل نہیں کیا جاسکتا۔ایسے عوام فیض یافتہ ضرور ہیں،لیکن یہ لوگ علمی تربیت حاصل نہ کرسکے۔

عہد ماضی میں حضرات اولیائے کرام علیہم الرحمۃ والرضوان کی خدمت وصحبت میں بھی دوقسم کے مریدین وطالبین حاضر رہتے۔بعض نفوس عالیہ ان مشائخ عظام کی تربیت ورہنمائی میں راہ سلوک کی منزلیں طے کرتے اور بعض مریدین محض حصول برکت کے واسطے حضرات اولیائے کرام قدست اسرارہم کی خدمتوں میں حاضر رہتے۔بیعت کی بھی دوقسمیں ہیں۔بیعت سلوک اور بیعت برکت۔جوجس قصد سے حاضر ہوا،اس نے وہی پایا۔

ضروری دینی کی تعریف میں علم سے مراد ملکہ

النبراس کے حوالہ سے بیان کیا جاچکا ہے کہ ضروریات دین کی تعریف میں خواص سے حضرات ائمہ مجتہدین مراد ہیں اور عوام سے مجتہدین کرام کے صحبت یافتہ علمائے اسلام۔

ضروریات دین کی تعریف ششم میں ضروری دینی کے علم سے ملکہ مراد ہے،علم بالفعل مراد نہیں،یعنی خواص اوران کے صحبت یافتہ علمائے کرام کوایسا ملکہ حاصل ہوجاتا ہے جس

سے انہیں ضروریات دین کا ادراک حاصل ہوجاتا ہے کہ یہ ضروری دینی ہے۔

خواص کے صحبت یافتگان کو یہ معلوم رہتا ہے کہ قطعی الدلالت بالمعنی الاخص آیات مقدسہ،قطعی الدلالت بالمعنی الاخص احادیث متواترہ اوراجماع متصل سے جوامر دینی ثابت ہو، وہ ضروری دینی ہے۔وہ قطعی وغیر قطعی ،متواتر وغیر متواتر اوراجماع متصل واجماع مجرد میں فرق وتمیز کی قوت رکھتے ہیں اورضروری دینی وغیرضروری دینی میں فرق کرسکتے ہیں۔

اسی طرح ضروریات عقلیہ وغیرضروریات عقلیہ کے فرق وتمیز کی قوت رکھتے ہیں۔

مشق ومزاولت کے سبب خواص کے صحبت یافتگان کو ملکہ حاصل ہوجاتا ہے، جب کہ غیرصحبت یافتگان کو یہ بھی معلوم نہیں ہوتا ہے کہ قطعی الدلالت کیا ہے،حدیث متواتر کیا ہے اوراجماع متصل کیا ہے۔غیرصحبت یافتگان کوبھی بہت سی ضروریات دین کا علم بالفعل ہوتا ہے،لیکن ان کووہ ملکہ حاصل نہیں ہوتا ہے جس سے وہ ضروری دینی کا ادراک کرسکیں ،نہ ہی وہ ضروریات دین وغیرضروریات دین میں فرق وتمیز کی قوت رکھتے ہیں۔

یہاں علم سے مراد ملکہ ہے اور غیرصحبت یافتگان ملکہ سے عاری ہوتے ہیں ،گرچہ انہیں بھی بہت سی ضروریات دین کا علم بالفعل ہوتا ہے۔اگرتعریف ششم میں جاننے سے علم بالفعل مرادلیا جائے تو معنی ہوگا کہ صحبت یافتگان کو بہت سی ضروریات دین کا بالفعل علم ہوتا ہےاور غیرصحبت یافتگان کوان سے کم ضروریات دین کا علم ہوتا ہے۔

علوم وفنون کی تعریفات میں لفظ علم سے ملکہ مراد

حضرت صدرالشریعہ بخاری نے علم فقہ کی ایک تعریف اس طرح نقل فرمائی:

(وقیل:العلم بالاحکام الشرعیة العملیة من ادلتها التفصیلیة)

(التنقیح مع التوضیح والتلویح:جلداول ص18:درالکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ:شرعی عملی احکام کواس کے تفصیلی دلائل سے جاننا علم فقہ ہے۔

علم فقہ کی منقولہ بالا تعریف فقہائے شوافع نے بیان فرمائی ہے۔توضیح کے حاشیہ ’’تلویح‘‘میں علامہ تفتازانی نے اس کی صراحت فرمائی ہے۔

علامہ تفتازانی نے رقم فرمایا:(**قوله:(وقيل:العلم)عرف اصحاب الشافعی رحمه اللّٰه تعالى الفقه بانه:العلم بالاحكام الشرعية العملية من ادلتها التفصيلية**)(التلویح مع التوضیح:جلداول:ص21-دارالکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ:ماتن کا قول(قیل:العلم)حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اصحاب نے فقہ کی تعریف کی کہ فقہ شرعی عملی احکام کوان کے تفصیلی دلائل سے جاننا ہے۔

منقولہ بالا تعریف میں لفظ علم سے حضرت علامہ ابن حاجب مالکی قدس سرہ العزیز نے’’خاص استعداد‘‘یعنی ملکہ مرادلیا ہے۔علم بالفعل مرادنہیں لیا ہے۔

علامہ سعدالدین تفتازانی شافعی(۷۲۲ھ-۷۹۲ھ)نے رقم فرمایا:

(**اجاب ابن الحاجب بان المراد بالاحكام المجموع-ومعنى العلم بها التهيؤ لذلك**)(التلویح مع التوضیح:جلداول:ص21-دارالکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ:علامہ ابن حاجب مالکی نے جواب دیا کہ احکام سے مجموعی احکام مراد ہیں اور علم کا معنی ان احکام کی استعداد ہے۔

علامہ ابن حاجب مالکی نے فرمایا کہ فقہ کی تعریف میں علم سے علم کی استعداد وملکہ مراد ہے۔حضرت صدرالشریعہ بخاری علیہ الرحمۃ والرضوان نے علامہ ابن حاجب مالکی قدس سرہما العزیز کی توضیح پر یہ اعتراض کیا کہ لفظ علم بول کر استعداد مرادنہیں لیا جاسکتا۔

صدرالشریعہ بخاری نے رقم فرمایا:(**لا يليق فى الحدود ان يذكر العلم ويراد به تهيؤ مخصوص-اذ لا دلالة للفظ عليه اصلا**)

(التوضیح والتلویح:جلداول:ص31:درالکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ:حدودوتعریفات میں یہ مناسب نہیں کہ لفظ علم کا ذکر کیا جائے اوراس سے خاص

استعداد مراد لیا جائے،اس لیے کہ لفظ علم کی اس (استعداد خاص) پر بالکل کوئی دلالت نہیں۔

علامہ تفتازانی نے صدرالشریعہ بخاری کے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے رقم فرمایا کہ لفظ علم سے استعداد اور ملکہ مراد ہوتا ہے اور علوم وفنون کی تعریفات وحدود میں لفظ علم سے ملکہ ہی مراد ہے،لہٰذا علامہ ابن حاجب مالکی کا علم سے استعداد وملکہ مراد لینا صحیح ہے۔

علامہ تفتازانی نے رقم فرمایا:(**لا نسلم ان لا دلالة للفظ العلم علی التهیؤ المخصوص–فان معناه:ملکة یقتدر بها علی ادراک جزئیات الاحکام–واطلاق العلم علیها شائع ذائع فی العرف–کقولهم فی تعریف العلوم: "علم کذا وکذا"–فان المحققین علی ان المراد به هذه الملکة–ویقال لها ایضا الصناعة،لا نفس الادراک–وکقولهم:وجه الشبه بین العلم والحیاة کونهما جهتی الادراک**)

(التوضیح والتلویح:جلد اول ص31:درالکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ:ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ لفظ علم کی دلالت خاص استعداد پر نہیں،اس لیے کہ خاص استعداد کا معنی ہے:ایسا ملکہ جس کے ذریعہ احکام کے جزئیات کے ادراک پر قدرت حاصل ہو،اور عرف میں اس (ملکہ) پر لفظ علم کا اطلاق شائع وذائع ہے،جیسے اہل علم کا علوم کی تعریفات میں کہنا:(یہ)علم ایسا ایسا ہے،پس محققین اس پر ہیں کہ اس سے مراد ملکہ ہے،اور علوم کو صناعت بھی کہا جاتا ہے،نہ کہ نفس ادراک،اور جیسے اہل علم کا قول کہ:علم اور حیات کے درمیان وجہ شبہ ان دنوں کا جہت ادراک ہونا ہے۔

جس طرح علم اور حیات میں وجہ شبہ یہ ہے کہ دونوں سبب ادراک ہیں،اسی طرح علم اور ملکہ میں وجہ شبہ یہ ہے کہ دونوں سبب ادراک ہیں،پس اسی مشابہت کے سبب علم کا اطلاق ملکہ پر ہوتا ہے اور علم سے ملکہ مراد لیا جاتا ہے اور علوم وفنون کی تعریفات میں کہا جاتا ہے کہ یہ علم ایسا ہے،مثلاً علم منطق ایسے قوانین کا جاننا ہے جن کی رعایت ذہن کو خطا فی الفکر سے

بچاتی ہے تو یہاں علم سے مراد ملکہ ہے۔یہی محققین کا مذہب ہے کہ علم سے ملکہ مراد ہے۔

اسی طرح ضروریات دین کی تعریف ششم میں علم سے ملکہ مراد ہے۔علم بالفعل مراد نہیں۔بہت سی ضروریات دین کا علم غیر صحبت یافتہ عوام کو بھی ہوتا ہے،مثلاً جاہل مسلمان بھی جانتے ہیں کہ اسلام میں پانچ فرائض ہیں:ایمان،نماز،روزہ،حج،زکات۔

اسی طرح بہت سے دینی مسائل کا بھی ان کو علم ہوتا ہے۔جاہل مسلمان بھی جانتے ہیں کہ نماز میں بات چیت کرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔قبلہ رخ ہوکر نماز پڑھنا ہے۔روزہ کی حالت میں کھانے پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔پانی بیٹھ کر پینا چاہئے،وغیرہ۔

ہاں،جاہل مسلمانوں کو یہ ملکہ حاصل نہیں ہوتا کہ وہ ضروریات دین اور غیر ضروریات دین میں فرق کرسکیں اور صحبت یافتہ عوام کو یہ ملکہ حاصل ہوجاتا ہے کہ وہ ضروریات دین وغیر ضروریات دین میں فرق کرسکیں۔ان کو یہ اصول وقانون معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید کی قطعی الدلالت آیات مقدسہ،قطعی الدلالت احادیث متواترہ،اجماع متصل اور عقل صحیح سے ثابت ہونے والے دینی امور ضروریات دین ہیں۔یہ چاروں ضروریات دین کے دلائل ہیں۔

سوال:جس طرح ائمہ مجتہدین کو اجتہاد واستنباط کا کامل ملکہ ہونے کے باوجود کسی سبب سے ان سے اجتہادی خطا کا صدور ہوتا ہے،اسی طرح خوص وخواص کے صحبت یافتگان کو ضروریات دین کی فہم وتمیز میں تحقیقی خطا کا صدور عقلی طور پر ممکن ہے یا نہیں؟

جواب:ضروریات دین کے دلائل قطعی بالمعنی الاخص ہوتے ہیں،یعنی قطعی الثبوت بھی اور قطعی الدلالت بھی،اس لیے ضروریات دین میں خطا قبول نہیں اور اجتہاد کے ذریعہ غلط راہ اختیار کرنے والا کافر ومرتد ہے اور دین اسلام سے خارج ہے۔قطعیات میں اجتہاد کی اجازت نہیں۔خطا کا سبب یہی ہوگا کہ اس نے اجتہاد کیا ہو،اور اپنی عقل کو دخل دیا ہو۔

ضروریات وبدیہیات میں سوفسطائیہ کا اختلاف ہے،لیکن ضروریات وبدیہیات میں اختلاف قابل قبول نہیں،کیوں کہ ضروریات وبدیہیات کی دلیل قطعی بالمعنی الاخص ہوتی ہے۔

ظنیات میں اجتہاد کی اجازت ہے اور اجتہاد میں خطا ممکن ہے، پس محل اجتہاد میں اجتہادی خطا کے سبب مجتہد معذور ہے، بلکہ اپنی محنت ومشقت صرف کرنے کے سبب ماجور ہے،یعنی ایک ثواب کا مستحق ہے۔اصابت حق پر دوثواب کا مستحق ہے۔قطعیات میں نہ اجتہاد کی اجازت ہے، نہ اجتہاد کی ضرورت ہے،اس لیے ضروریات دین میں اجتہادی خطا کا تصور نہیں۔جو دینی امر تواتر سے ثابت ہے،اسے ماننے کا حکم ہے۔

ضروری دینی کی تعریف ہفتم

تعریف ہفتم:ضروری دین وہ دینی امر ہے جس کو خواص وعوام جانتے ہوں۔

(1)امام ابن حجر ہیتمی شافعی مکی نے رقم فرمایا:(**المراد بالضروری ما یشترک فی معرفته الخاص والعام**)(تحفۃ المحتاج: جلدنہم:ص104-مکتبہ شاملہ)

ترجمہ:ضروری دینی سے مراد وہ امر دینی ہے جس کی معرفت میں خاص وعام مشترک ہوں۔

(2)سیف اللہ المسلول علامہ فضل رسول بدایونی قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:

(**فَمَا کَانَ ثبوته ضَرُوْرَةً عَنْ نَقْلٍ اِشْتَهَرَ وَتَوَاتَرَ فَاسْتَوٰی مَعْرِفَةُ الخاص والعام**)(المعتقد المنتقد:ص210-المجمع الاسلامی مبارکپور)

ترجمہ: پس وہ دینی منقول امر کہ مشہور ومتواتر نقل کے ذریعہ جس کا بدیہی طور پر ثبوت ہو،جس میں خاص وعام کی معرفت برابر ہو۔(ایسا منقول امر دینی ضروری دینی ہے)

ضروری دینی کی معرفت میں خواص وعوام کے مشترک ہونے سے مراد یہ ہے کہ خواص وعوام دونوں کو ضروری دینی کا علم بدیہی طور پر حاصل ہوتا ہے۔نظر وکسب اور استدلال کی ضرورت نہیں ہوتی ہے۔اس امر دینی کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے خواص وعوام سماعت کریں تو بھی بلا استدلال اس کا یقین بدیہی حاصل ہوگا۔اگر خبر

متواتر کے ذریعہ کسی ضروری دینی کا علم حاصل ہوتو بھی بلا استدلال اس کا یقین بدیہی حاصل ہوگا۔ضروری دینی کے علم میں خواص وعوام کے مشترک ہونے کا مفہوم ہے کہ دونوں طبقہ کو بلا نظرواستدلال ضروری دینی کا بدیہی یقین حاصل ہوتا ہے۔

(3)امام جلال الدین محلی شافعی نے رقم فرمایا:((جاحد المجمع علیه المعلوم من الدین بالضرورة)وھو ما یَعْرِفُه مِنْهُ الخواص والعوام من غیر قبولٍ لِلتَّشْکِیْکِ فالتحق بالضروریات کوجوب الصلٰوة والصوم وحرمةِ الزنا والخمر(کَافِرٌ قَطْعًا)لان جَحْدَہ یستلزم تکذیب النَّبِیِّ صلی اللّٰه علیه وسلم فیه)(شرح جمع الجوامع:جلد دوم:ص201-مکتبہ شاملہ)

ترجمہ:(جس اجماعی امر کا دین سے ہونا بداہۃً معلوم ہو)،یہ ایسا امر دینی ہے جس کو خواص وعوام کسی شک وشبہہ کو قبول کیے بغیر جانتے ہوں،پس ضروریات دین میں نماز وروزہ کی فرضیت،زنا وشراب کی حرمت شامل ہے۔(اس اجماعی امر کا منکر یقینی طور پر کافر ہے) اس لیے کہ اس کا انکار اس امر میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تکذیب کو مستلزم ہے۔

(4)اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:

(فسرت الضروریات بما یشترک فی علمه الخواص والعوام)

(فتاویٰ رضویہ:جلداول:ص6-رضا اکیڈمی ممبئی)

ترجمہ:ضروریات دین کی تفسیر یہ کی گئی کہ(وہ دینی مسائل)جن کے علم میں خواص وعوام مشترک ہوں۔

(5)علامہ بدایونی نے رقم فرمایا(قیل:الایمان ھو التصدیق بالقلب فقط ای قبول القلب واذعانه لما علم بالضرورة انه من دین محمد صلی اللّٰه تعالی علیه وسلم بحیث یعلمه الخاصة والعامة من غیر افتقار الی نظر واستدلال)(المعتقد المنتقد:ص194-المجمع الاسلامی مبارک پور)

ترجمہ: کہا گیا کہ ایمان صرف دل سے تصدیق کرنا ہے،یعنی دل سے قبول کرنا اور اس کا اعتقاد کرنا ہے جس کے بارے میں بدیہی طور پر معلوم ہے کہ یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دین سے ہے،اس طرح کہ خواص وعوام نظر واستدلال کی طرف احتیاج کے بغیر اس کو جانتے ہوں۔

(6) محقق چلپی نے رقم فرمایا:(**ما اشتهر كونه من الدين بحيث يعلمه العامة بلا دليل كوحدة الصانع ووجوب الصلوة اوحرمة الخمر حتى لولم يصدق بوجوب الصلوة مثلا عند سوالها فهو كافر عند الجمهور**)

(حاشیۂ چلپی علیٰ شرح العقائد: جلدسوم:ص145)

ترجمہ:(ضروری دینی وہ ہے کہ)جس کا دین سے ہونا ایسا مشہور ہو کہ عام مومنین بلا دلیل اس کو جانتے ہوں جیسے توحید خداوندی،نماز کی فرضیت یا شراب کی حرمت،یہاں تک کہ اگر مثلاً سوال کے وقت نماز کی فرضیت کی تصدیق نہ کرے تو وہ جمہور کے یہاں کافر ہے۔

باب اول میں تعریف ہفتم کی تشریح میں متعدد حوالے منقول ہیں،ان سے واضح ہے کہ خواص وعوام کی معرفت سے مراد یہ ہے کہ سب لوگ اسے بلا استدلال دین کا مسئلہ جانتے ہوں،یعنی نظر واستدلال کی ضرورت نہ ہو،اور خواص وعوام کسی کو اس کے دینی مسئلہ ہونے میں شک وشبہ نہ ہو،پس جاننے سے بلا استدلال علم یقینی حاصل ہونا مراد ہے۔

مثلاً مذہب اسلام میں پانچ وقت کی نماز فرض ہے۔عام مسلمانوں کو بھی اس کے دینی مسئلہ ہونے میں کوئی شک نہیں اور نہ ہی کسی کو اس کے دینی مسئلہ ہونے پر استدلال کی ضرورت ہوتی ہے۔اسی طرح جب تمام ضروریات دین قطعی الثبوت بالمعنی الاخص ہوتی ہیں تو ان کے دینی مسئلہ ہونے میں کسی مومن کو شک وشبہ نہیں ہوتا ہے،نہ ہی استدلال کی ضرورت ہوتی ہے۔اس سے ظاہر ہو گیا کہ ضروریات دین کو جاننے سے بالفعل جاننا مراد نہیں،بلکہ بلانظر واستدلال یقین کا حاصل ہونا اور شک وشبہ سے پاک ہونا مراد ہے۔

اگر جاننے سے بالفعل جاننا مراد ہوتو یہ تعریف محض مشہور ضروریات دین پر منطبق ہو گی اور غیر مشہور ضروریات دین تعریف سے خارج ہو جائیں گی،لیکن اس سے تعریف پر اعتراض وارد نہیں ہوگا، کیوں کہ یہ ضروری دینی کی حدتام نہیں کہ جامع ومانع ہونا لازم ہو۔

ضروری دینی کے مشہور ہونے کا معنی

غیر حاضر کے لیے ضروریات دین متواتر دینی امور ہیں اور جو متواتر ہوگا، وہ مشہور ضرور ہوگا، کیوں کہ شہرت کے بعد تواتر کا درجہ ہے،لیکن کسی امر کے متواتر ہونے یا مشہور ہونے کا یہ معنی نہیں نہیں کہ ہرایک فرد اس کو بالفعل جانے، بلکہ متواتر اس کو کہتے ہیں کہ آغاز امر سے ہرعہد میں اس کے اتنے راوی ہوں کہ کذب پر ان کا متفق ہونا محال ہو۔شہرت شرعیہ کے لیے آغاز امر سے ہرعہد میں تین راوی ہونا کافی ہے ۔ضروری دینی کی تعریف میں شہرت سے مراد یہ ہے کہ وہ علما کے صحبت یافتگان پر مخفی نہ ہو،جیسا کہ فتاویٰ حدیثیہ کی درج ذیل عبارت میں ہے۔اس سے ضروری دینی کے مشہور ہونے کا معنی واضح ہو جاتا ہے۔

امام ابن حجر شافعی نے رقم فرمایا:(**وقوله:فما القدر المعلوم من الدين بالضرورة؟**

جوابه:أنه قد سبق ضابطه وهو أن يكون قطعياً مشهورًا بحيث لا يخفى على العامة المخالطين للعلماء بأن يعرفوه بداهة من غير إفتقار إلى نظر واستدلال)(فتاویٰ حدیثیہ:ص141-مکتبہ شاملہ)

ترجمہ:سائل کا قول کہ ضروریات دین کی متعینہ مقدار کیا ہے؟

اس کا جواب ہے کہ اس کا ضابطہ گزر چکا ہے۔وہ یہ کہ ضروری دینی ایسا قطعی ومشہور ہو کہ علمائے کرام کی صحبت میں رہنے والے عوام سے پوشیدہ نہ ہو،اس طرح کہ وہ عوام نظر واستدلال کی حاجت کے بغیر بدیہی طور پر اسے جان لیں۔

ضروری دینی کے مشہور ہونے کا معنی ہے کہ وہ علما کے صحبت یافتگان سے مخفی نہ ہو۔

غیرصحبت یافتگان سے مخفی ہونے پر اعتراض نہیں ہوگا۔نبراس کی منقولہ عبارت میں بھی بتایا گیا کہ خواص سے مجتہدین اور عوام سے علمائے کرام مراد ہیں،پس ضروری دینی کے مشہور ہونے کا معنی ہے کہ وہ علمائے کرام سے مخفی نہ ہو۔دراصل خواص وعوام کے مختلف معانی ہیں۔

تعریف ششم وتعریف ہفتم کی تشریح باب چہارم میں بھی مرقوم ہے۔تعریف ہفتم کی تشریح میں جو بیان کیا گیا کہ ضروری دینی کے جاننے سے مراد یہ ہے کہ خواص وعوام کو بلانظر واستدلال ضروری دینی کا یقین حاصل ہوجائے اور شک وشبہ نہ رہے تو یہ تشریح بھی اہل علم عوام پر منطبق ہوگی۔جو یہ جانتے ہوں کہ حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر امر شک وشبہ سے بالاتر ہوتا ہے اوراس میں حصول یقین کے لیے نظر واستدلال کی ضرورت نہیں ہوتی ہے اور یہ جان سکیں کہ کون سا امر متواتر ہے اورکون سا غیرمتواتر۔الغرض تعریف ہفتم بھی تعریف ششم کی طرح ہے کہ اس میں بھی عوام سے صحبت یافتہ عوام مراد ہیں۔

جومومنین اتنی علمی استعداد نہ رکھتے ہوں،ان کا شمار مذکورہ عوام میں نہیں ہوگا۔ایسے لوگ تصدیق اجمالی کے سبب مومن ہوں گے۔ایمان کے لیے تصدیق اجمالی کافی ہے۔

ایمان تصدیق شرعی کا نام ہے۔کوئی غیرمسلم صدق دل سے کلمہ پڑھتا ہے اور مومن ہوجاتا ہے۔وہ خودبھی دل میں یہ یقین رکھتا ہے کہ وہ مذہب اسلام قبول کر چکا ہے اور بوقت ضرورت اپنی زبان سے اپنے مسلمان ہونے کا اقرار بھی کرتا ہے۔وہ اسلام کوحق مانتا ہے۔

مذہب اسلام قبول کرنے کا مفہوم یہ ہوا کہ اس نے دین اسلام کے تمام عقائد کوقبول کرلیا۔یہ اجمالی تصدیق ہے۔کسی نومسلم کو اسلام کے تمام اہم عقائد کا تفصیلی علم نہیں ہوتا ہے۔ہاں،قبول اسلام کے وقت جن عقائد کا تفصیلی علم ہے،ان کی تفصیلی تصدیق لازم ہے،پھر جب دیگر اسلامی عقائد کا تفصیلی علم ہو تو بوقت علم ان عقائد کی تفصیلی تصدیق لازم ہے۔اگر کسی ضروری دینی کا انکار کرے،تب وہ کافر قرار پائے گا۔نومسلم کو تمام ضروریات دین کا تفصیلی علم نہیں ہوتا ہے۔امام اہل سنت قدس سرہ العزیز کا ایک فتویٰ درج ذیل ہے۔

مسئلہ: ایک کافر مرد یا عورت ایمان لائے، اور زبان سے کلمہ طیبہ پڑھے، اور وہ ہر دو کلمہ کے معنی نہیں جانتے، اور اردو زبان بھی نہیں جانتے، فقط زبان انگریزی یا کافری سسوٹو زبان جانتے ہیں، اور کوئی کلمہ کے معنے سمجھانے والا بھی نہیں ہے اور اگر ہے بھی تو وہ معنی سمجھتے نہیں، اس صورت میں اگر وہ زبان سے کلمہ پڑھے اور اپنی زبان سے اتنا اقرار کرے کہ میں آج سے اپنا مذہب عیسائی وغیرہ اپنی راضی خوشی سے چھوڑ کر دین محمدی ﷺ قبول کرتا ہوں تو اتنا اقرار کافی ہوگا یا نہیں؟ اور وہ ہر دو مسلمان ٹھہریں گے یا نہیں؟

الجواب: بے شک مسلمان ٹھہریں گے، اگر چہ کلمہ طیبہ کا ترجمہ نہ جانیں، بلکہ اگر چہ کلمہ طیبہ نہ بھی پڑھا ہو کہ اتنا ہی کہنا کہ میں نے وہ مذہب چھوڑ کر دین محمدی قبول کیا، ان کے اسلام کے لیے کافی ہے۔ محیط، پھر انفع الوسائل میں ہے: **الکافر اذا اقر بخلاف ما اعتقد یُحکم باسلامه**۔ شرح سیر کبیر میں ہے: **لو قال انا مسلم فھو مسلم و کذا لو قال: انا علٰی دین محمد او علی الحنفیة او علٰی دین الاسلام**۔ انفع الوسائل میں ہے: **و کذا لو قال: اسلمنا** – الکل فی ردالمحتار: واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ افریقہ: ص143)

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم والصلوٰۃ والسلام علٰی رسولہ الکریم وآلہ العظیم

باب ششم

باسمہ تعالیٰ وبحمدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الاعلیٰ وآلہ واصحابہ اجمعین

بعض ضروریات دین کا تفصیلی علم محال

تمام ضروریات دین کو تفصیلی طور پر جاننا ہر مومن پر فرض نہیں، کیوں کہ تمام ضروری دینی کا تفصیلی علم ممکن نہیں۔مومن ہونے کے لیے لازم ہے کہ تمام ضروریات دین کی اجمالی تصدیق کرے، پھر جس کا تفصیلی علم حاصل ہو جائے،اس پر تفصیلی ایمان فرض ہے۔عدم علم کی صورت میں اجمالی ایمان کافی ہے۔تفصیلی علم ہونے پر تفصیلی تصدیق سے انکار کفر ہے۔

الغرض تمام ضروریات دین کا تفصیلی علم ہر مومن پر فرض نہیں، کیوں کہ بعض ضروریات دین کا تفصیلی علم محال بالغیر ہے اور بعض ضروریات دین کا تفصیلی علم محال بالذات ہے۔

امت مسلمہ کو ان امور کا اجمالی علم ہے، تفصیلی علم یا تو محال بالذات ہے یا محال بالغیر۔

فصل اول

اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کا تفصیلی علم محال بالذات

صفات الٰہیہ کی مختلف قسمیں ہیں مثلاً صفات ذاتیہ، صفات اضافیہ، صفات ثبوتیہ، صفات سلبیہ،صفات نفسیہ،صفات فعلیہ۔ان صفات کی بحث علم کلام کی کتابوں میں مرقوم ہے۔یہاں ہماری مراد وہ صفات ہیں جن پر ایمان لانا فرض اور ضروریات دین سے ہے۔

(1)امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:(وذاتہ سبحانہ وتعالیٰ غیر متناهية–وصفاته غير متناهيات–وكل صفة منها غير متناهية)

(القمع المبین: فتاویٰ رضویہ: جلد15:ص477-جامعہ نظامیہ لاہور)

ترجمہ: اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات پاک غیر متناہی ہے، اللہ تعالیٰ کی صفات مقدسہ

غیر متناہی ہیں اوران صفات الٰہیہ میں سے ہر صفت غیر متناہی ہے۔

(2)اللہ تعالیٰ کے غیر متناہی ہونے کا معنی ہے کہ وہ حد ونہایت سے پاک ہے۔

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:''حد وطرف ونہایت سے پاک ہے اور اس معنی پر نامحدود بھی نہیں کہ بے نہایت پھیلا ہوا ہو، بلکہ یہ معنی کہ مقدار وغیرہ تمام اعراض سے منزہ ہے۔غرض نامحدود کہنا نفی حد کے لیے ہے، نہ اثبات مقدار بے نہایت کے لیے''۔

(فتاویٰ رضویہ: جلد یازدہم:ص220-221-رضا اکیڈمی ممبئی)

(3)ملا علی قاری حنفی نے رقم فرمایا:(**فکما ان صفات اللّٰہ تعالیٰ غیر متناهية-لا يبلغ كنه معرفتها احد**)(مرقاۃ المفاتیح: جلد ہشتم:ص219-مکتبہ شاملہ)

ترجمہ:جس طرح اللہ تعالیٰ کی صفات غیر متناہی ہیں،اسی طرح ان صفات کی حقیقت کی معرفت تک کوئی نہیں پہنچ سکتا۔

(4)امام عبد الرؤف مناوی نے رقم فرمایا:((**فكما ان صفاته غير متناهية-لا يبلغ كنه معرفتها احد**)(فیض القدیر: جلد پنجم:ص335-مکتبہ شاملہ)

ترجمہ:جس طرح اللہ تعالیٰ کی صفات غیر متناہی ہیں،اسی طرح ان صفات کی حقیقت کی معرفت تک کوئی نہیں پہنچ سکتا۔

صفات الٰہیہ غیر متناہی ہیں، پھر ہر صفت غیر متناہی ہے۔صفات ذاتیہ جن کی تعداد سات ہے اور ماتریدیہ کے یہاں تکوین بھی اس میں شامل ہے۔اس طرح آٹھ صفات ذاتیہ ہیں جن کی تفصیل علم کلام میں مرقوم ہے۔ان صفات کو ماننا ضروریات دین سے ہے۔

صفات ذاتیہ مثلاً اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اللہ تعالیٰ کا علم غیر متناہی ہے اور غیر متناہی کا تفصیلی علم اور غیر متناہی علم بندوں کو حاصل نہیں ہوسکتا،لہٰذا اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کا تفصیلی علم بندوں کو حاصل نہیں ہوسکتا،لیکن اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات پر اجمالی ایمان لانا فرض اور ضروریات دین میں سے ہے،مثلاً اللہ تعالیٰ کی قدرت غیر متناہی ہے اور غیر متناہی

ممکنات پرقدرت ہے۔ بندوں کوان غیر متناہی ممکنات کا تفصیلی علم نہیں ، کیوں کہ غیر متناہی کا تفصیلی علم بندوں کے لیے محال بالذات ہے،لیکن یہ ایمان رکھنا فرض ہے کہ اللہ تعالیٰ غیر متناہی ممکنات پر قادر ہے،گرچہ ان غیر متناہی مقدورات کا ہمیں تفصیلی علم نہیں ہے۔

علامہ بدایونی نے رقم فرمایا:(**والعقیدۃ ان مقدوراته تعالی لا تتناهی**)

(المعتقد المنتقد :ص24-المجمع الاسلامی مبارک پور)

ترجمہ:عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مقدورات غیر متناہی ہیں۔

(5)امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:''ذات وصفات حضرت عزت احاطہ وتناہی سے بری ہیں،ممکن نہیں کہ جمیع مخلوقات کا علم مل کراس کی ذات علیہ یا کسی صفت کریمہ کومحیط ہوسکے۔کبھی کوئی اسے پورا نہ جان سکے گا۔مومنین واولیا وانبیا اور خود حضور سید الانبیا علیہ وعلیہم افضل الصلوات واکمل التسلیمات ابدالا باد تک اس کی معرفت میں ترقی فرمائیں گے۔ ہرروز اس کے وہ محامد معلوم ہوں گے جوکل تک نہ معلوم تھے اور یہ سلسلہ ابد تک رہے گا،کبھی ختم نہ ہوگا۔روزانہ بے شمار علوم متعلق ذات وصفات ان پر منکشف ہوں گے اور ہمیشہ ذات وصفات میں نامتناہی غیر معلوم رہے گا کہ وہ محیط کل ہے، کسی کے احاطہ میں نہیں آسکتا''۔(فتاویٰ رضویہ: جلد ششم :ص197-رضا اکیڈمی ممبئی)

(6)قرآن مقدس میں ہے:(**ولا یحیطون بشیء من علمه الا بما شاء**)

(سورہ بقرہ: آیت255)

ترجمہ:اوروہ نہیں پاتے اس کے علم میں سے،مگر جتنا وہ چاہے۔

بندے اللہ تعالیٰ کے علم کا احاطہ نہیں کرسکتے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا علم غیر متناہی ہے، اور بندوں کے لیے غیر متناہی کا تفصیلی علم محال بالذات ہے اور بندوں کے لیے غیر متناہی علم بھی محال بالذات ہے،لیکن بندوں کواس پر ایمان لانا فرض ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم بندوں کے احاطہ سے باہر ہے، پس جوعلم الٰہی بندوں کے علم واحاطہ سے باہر ہے،اس علم الٰہی پر ایمان لانا

فرض ہے،گر چہ معلومات الٰہیہ کاتفصیلی علم بندوں کے لیےمحال بالذات ہے۔علم الٰہی کے غیر متناہی ہونے کی تفصیلی بحث ''الدولۃ المکیہ'' کےابتدائی حصہ میں ہے۔

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:(**فثبت ان احاطة احد من الخلق بمعلومات اللّٰه تعالٰی علٰی جهة التفصیل التام محال شرعًا وعقلًا**)

(الدولۃ المکیہ :ص103-داراہل السنہ کراچی)

ترجمہ: پس ثابت ہوگیا کہ مخلوقات میں سے کسی کا اللہ تعالیٰ کی معلومات کامکمل تفصیلی طریقے پراحاطہ(علم)شرعاًاورعقلاً محال ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کی حقیقت کاعلم محال بالذات

اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کی حقیقت کاعلم بندوں کے لیےمحال ہے،لیکن اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات پرایمان لانافرض اورضروریات دین میں سے ہے۔

(1)امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے قرآن مجید کی وحدت سےمتعلق بحث میں رقم فرمایا:(**عرف هذا من عرف-ومن لم یقدر علٰی فهمه فعلیه ان یؤمن به کما یؤمن باللّٰه وسائر صفاته من دون ادراک الکنه**)

(المعتمد المستند :ص36-المجمع الاسلامی مبارک پور)

ترجمہ:جس نے (اس مسئلہ کو) سمجھا،وہ سمجھا اور جواس کے سمجھنے پرقادر نہ ہو،اس پر واجب ہے کہ اس پرایمان لائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ اوراس کی صفات پرایمان لایا حقیقت کےادراک کے بغیر۔

(2)سیف اللہ المسلول علامہ فضل رسول بدایونی قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:

(**قالوا:اول واجب بایجاب اللّٰه علینا عرفان اللّٰه-ای معرفة وجوده والوهیته وما له من الکمال-لا کنه ذاته وصفاته-لامتناعه عقلا وشرعا**)

(المعتقد المنتقد :ص16-المجمع الاسلامی مبارک پور)

ترجمہ:علمائے اسلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے واجب کرنے سے ہمارے اوپر سب سے پہلا واجب اللہ تعالیٰ کی معرفت ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کے موجود ہونے اور معبود حقیقی ہونے کی معرفت اوراللہ تعالیٰ کی صفات کمالیہ کی معرفت، نہ کہ اس کی ذات کی حقیقت اور صفات کی حقیقت کی معرفت، کیوں کہ یہ عقلاً اور شرعاً محال ہے۔

(3)حضورصدرالشریعہ اعظمی قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:''اس کی ذات کاادرک عقلاً محال کہ جو چیز سمجھ میں آتی ہے، عقل اس کومحیط ہوتی ہےاوراس کوکوئی احاطہ نہیں کرسکتا۔ البتہ اس کے افعال کے ذریعہ سے اجمالاً اس کی صفات ، پھران صفات کے ذریعہ سے معرفت ذات حاصل ہوتی ہے''۔(بہارشریعت: حصہ اول:ص3-المدینۃ العلمیہ)

بندوں کے لیےاللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کی حقیقت کاعلم محال ہے،لیکن اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات پرایمان لانا فرض ہے،گرچہ بندوں کواللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کا بہت کم اوراجمالی علم ہے۔اجمالی ایمان کے لیےاجمالی معرفت کافی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے اسمائے طیبہ غیرمتناہی

امام فخرالدین رازی نے رقم کیا:(واعلم أن لنا فی تفسیر أسماء اللّٰہ کتاباً کبیرًا کثیر الدقائق شریف الحقائق سمیناہ(بلوامع البینات فی تفسیر الأسماء والصفات)من أراد الاستقصاء فیہ فلیرجع إلیہ-ونحن نذکر ھھنا لمعًا ونکتاً منھا فنقول:إن أسماء اللّٰہ یمکن تقسیمھا من وجوہ کثیرۃ:

الوجہ الأول أن نقول الاسم إما أن یکون اسماً للذات أو لجزء من أجزاء الذات أو لصفۃ خارجۃ عن الذات قائمۃ بھا-أما اسم الذات فھو المسمی بالاسم الأعظم وفی کشف الغطاء عما فیہ من المباحثات أسرار

وأما اسم جزء الذات فهو فى حق الله تعالى محال–لأن هذا إنما يفعل فى الذات المركبة من الأجزاء وكل ما كان كذلک فهو ممكن فواجب الوجود يمتنع أن يكون له جزء.

وأما اسم الصفة فنقول: الصفة إما أن تكون حقيقية أو إضافية أو سلبية–أو ما يتركب عن هذه الثلاثة وهى أربعة–لأنه إما أن يكون صفة حقيقية مع إضافة أو مع سلب–أو صفة سلبية مع إضافة–أو مجموع صفة حقيقية وإضافة وسلبية–أما الصفة الحقيقية العارية عن الإضافة فكقولنا موجود عند من يقول الوجود صفة أو قولنا واحد عند من يقول الوحدة صفة ثانية وكقولنا حى فإن الحياة صفة حقيقية عارية عن النسب والإضافات–وأما الصفة الإضافية المحضة فكقولنا مذكور ومعلوم.

وأما الصفة السلبية فكقولنا القدوس السلام–وأما الصفة الحقيقية مع الإضافة فكقولنا عالم وقادر–فإن العلم صفة حقيقية وله تعلق بالمعلوم والقادر فإن القدرة صفة حقيقية ولها تعلق بالمقدور–وأما الصفة الحقيقية مع السلبية فكقولنا قديم أزلى لأنه عبارة عن موجود لا أول له–وأما الصفة الإضافية مع السلبية فكقولنا أول فإنه هو الذى سبق غيره وما سبقه غيره –وأما الصفة الحقيقية مع الإضافة والسلب فكقولنا حكيم فإنه هو الذى يعلم حقائق الأشياء ولا يفعل ما لا يجوز فعله–فصفة العلم صفة حقيقية وكون هذه الصفة متعلقة بالمعلومات نسب وإضافات–وكونه غير فاعل لما لا ينبغى سلب.

إذا عرفت هذا فنقول السلوب غير متناهية والإضافات أيضاً غير متناهية فكونه خالقًا للمخلوقات صفة إضافية وكونه محيياً ومميتاً

إضافات مخصوصة وكونه رازقاً أيضاً إضافة أخرى مخصوصة فيحصل بسبب هذين النوعين من الاعتبارات أسماء لا نهاية لها لله تعالى لأن مقدوراته غير متناهية–ولما كان لا سبيل إلى معرفة كنه ذاته وإنما السبيل إلى معرفته بمعرفة أفعاله فكل من كان وقوفه على أسرار حكمته في مخلوقاته أكثر كان علمه بأسماء الله أكثر–ولما كان هذا بحراً لا ساحل له ولا نهاية له فكذلك لا نهاية لمعرفة أسماء الله الحسنى)

(تفسیر رازی:سورہ اعراف:جلد15:ص55-مکتبہ شاملہ)

ترجمہ:جان لوکہ اسمائے الٰہیہ کی تفسیر میں ہماری ایک کثیر الدقائق بڑی کتاب ہے جس کا نام ہم نے ''لوامع البینات فی تفسیر الاسماء والصفات'' رکھا۔جو اس بارے میں استیعاب چاہئے تو اس کتاب کی طرف رجوع کرے۔ان لمعات سے ایک لمع (تجلی)اور چند نکتے ہم بیان کریں گے تو ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اسمائے طیبہ کی تقسیم کثیر طریقوں سے ممکن ہے۔پہلا طریقہ یہ ہے کہ ہم کہیں:اسم یا تو ذات کا اسم ہوگا یا ذات کے اجزا میں سے کسی جز کا اسم ہوگا،یا ذات سے خارج اس کے ساتھ قائم صفت کا اسم ہوگا۔

لیکن اسم ذات تو اسی کا نام''اسم اعظم''ہے اوراس میں جو پوشیدگیاں ہیں،ان سے پردہ اٹھانے میں اسرارورموز ہیں اورلیکن جزئے ذات کا اسم تو یہ اللہ تعالیٰ کے حق میں محال ہے،کیوں کہ اجزا سے مرکب ذات میں یہ نام دیا جاتا ہےاور جو مرکب ہو،وہ ممکن ہوتا ہے، پس واجب الوجود کے لیے جز ہونا محال ہے۔

اورلیکن اسم صفت تو ہم کہتے ہیں کہ صفت یا تو حقیقی ہوگی یا اضافی ہوگی یا سلبی ہوگی،یا ان تینوں سے مرکب ہوگی اوروہ چار صفات ہیں،کیوں کہ یا تو صفت حقیقیہ اضافت یا سلب کے ساتھ ہوگی،یا صفت سلبیہ اضافت کے ساتھ ہوگی،یا صفت حقیقیہ،اضافیہ اورسلبیہ کا مجموعہ ہوگا،لیکن اضافت سے خالی صفت حقیقیہ تو جیسے ہمارا قول''موجود''ان کے نزدیک

جو کہتے ہیں کہ وجود صفت ہے، یا ہمارا قول ''واحد'' ان کے نزدیک جو کہتے ہیں کہ وحدت صفت ثانیہ ہے اور جیسے ہمارا قول ''حی'' کیوں کہ حیات صفت حقیقیہ ہے نسبتوں اور اضافات سے خالی ہے، لیکن صفت اضافیہ محضہ تو جیسے ہمارا قول ''مذکور ومعلوم''۔

اور لیکن صفت سلبیہ تو جیسے ہمارا قول ''القدوس السلام'' اور لیکن صفت حقیقیہ اضافت کے ساتھ تو جیسے ہمارا قول ''عالم وقادر'' اس لیے کہ علم صفت حقیقیہ ہے اور معلوم سے اس کا تعلق ہے اور قادر تو قدرت صفت حقیقیہ ہے اور مقدور سے اس کا تعلق ہے، اور لیکن صفت حقیقیہ صفت سلبیہ کے ساتھ تو جیسے ہمارا قول ''قدیم ازلی'' کیوں کہ یہ اس موجود کی تعبیر ہے جس کا آغاز وابتدا نہ ہو، (بلکہ ہمیشہ سے ہو) اور لیکن صفت اضافیہ صفت سلبیہ کے ساتھ تو جیسے ہمارا قول ''اول'' کیوں کہ یہ وہ ہے کہ جو اپنے غیر پر سابق ہو، اور اس پر اس کا غیر سابق نہ ہو، لیکن صفت حقیقیہ اضافت اور سلب کے ساتھ تو جیسے ہمارا قول ''حکیم'' کیوں کہ یہ وہ ہے جو اشیا کی حقیقتوں کو جانتا ہو، اور وہ فعل نہ کرتا ہو جس کا کرنا صحیح نہیں، پس صفت علم صفت حقیقیہ ہے اور اس صفت کا معلومات سے متعلق ہونا نسبتیں اور اضافات ہیں اور اس کا غیر مناسب فعل کرنے والا نہ ہونا سلب ہے۔

اور جب تم نے یہ جان لیا تو ہم کہتے ہیں کہ سلوب غیر متناہی ہیں اور اضافات بھی غیر متناہی ہیں، پس اس کا مخلوقات کا خالق ہونا صفت اضافیہ ہے اور اس کا محیی وممیت ہونا مخصوص اضافات ہیں اور اس کا رازق ہونا بھی ایک دوسری مخصوص اضافت ہے، پس ان دونوں قسموں (سلوب واضافات) کے سبب یعنی اعتبارات کے سبب اللہ تعالیٰ کے لیے غیر متناہی اسمائے حسنیٰ حاصل ہوں گے، کیوں کہ مقدورات الٰہیہ غیر متناہی ہیں اور جب ذات الٰہی کی حقیقت کی معرفت کا کوئی ذریعہ نہیں ہے اور اس کے افعال کی معرفت سے ہی اس کی معرفت کی راہ ہے تو اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں اس کی حکمت کے اسرار کی جانکاری جس کو زیادہ ہوگی، اس کا علم اللہ تعالیٰ کے اسمائے طیبہ کے بارے زیادہ ہوگا اور جب یہ ایسا سمندر

ہے جس کا نہ کوئی ساحل ہے اور نہ انتہا ہے تو اسی طرح اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ کی معرفت کی کوئی انتہا نہیں۔

منقولہ بالا اقتباس میں صفات حقیقیہ،صفات اضافیہ اور صفات سلبیہ کا اجمالی بیان ہے۔سلوب واضافات غیر متناہی ہیں،لہٰذا ان صفات کے اعتبار سے اسمائے الٰہیہ بھی غیر متناہی ہیں۔کن صفات کو ماننا ضروریات دین سے ہے۔یہ ایک تفصیل طلب بحث ہے۔ہم نے ان تمام پر ایمان لایا جن پر ایمان لانے کا حکم ہے اور تمام احکام خداوندی کو قبول کیا۔

(آمنت باللّٰه كما هو باسمائه وصفاته وقبلت جميع احكامه اقرارٌ باللسان وتصديقٌ بالقلب)ولا حول ولا قوة الا باللّٰه العلى العظيم

کلمات الٰہیہ کا لامحدود ہونا

(1)(وَلَوْ أَنَّ مَا فِي الْأَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ أَقْلَامٌ وَالْبَحْرُ يَمُدُّهُ مِنْ بَعْدِهِ سَبْعَةُ أَبْحُرٍ مَا نَفِدَتْ كَلِمَاتُ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ)(سورہ لقمان:آیت 27)

ترجمہ:اور اگر زمین میں جتنے پیڑ ہیں،سب قلمیں ہو جائیں اور سمندر اس کی سیاہی ہو،اس کے پیچھے سات سمندر اور تو اللہ کی باتیں ختم نہ ہوں گی۔بے شک اللہ عزت وحکمت والا ہے۔(کنز الایمان)

(2)(قُلْ لَوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَنْ تَنْفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّي)(سورہ کہف:آیت 109)

ترجمہ:تم فرمادو اگر سمندر میرے رب کی باتوں کے لیے سیاہی ہو تو ضرور سمندر ختم ہو جائے گا اور میرے رب کی باتیں ختم نہ ہوں گی،اگر چہ ہم ویسا ہی اور اس کی مدد کو لے آئیں۔(کنز الایمان)

منقوشہ بالا آیات مقدسہ سے معلوم ہو گیا کہ کلمات الٰہی لامحدود ہیں،یعنی اللہ تعالیٰ

کے علم وحکمت کی باتیں شمار سے باہر ہیں۔اس کا ذکر نص قطعی میں ہے۔اس کو ماننا فرض ہے، گرچہ ان کلمات الٰہیہ کی تفصیل ہمیں معلوم نہیں۔الغرض ہر ضروری دینی کی تفصیل کا معلوم ہونا لازم نہیں، بلکہ بعض ضروری دینی کی تفصیل محال بالغیر اور بعض کی محال بالذات ہے۔

حضرات انبیائے کرام وملائکہ عظام کا تفصیلی علم محال بالغیر

رب تعالیٰ کی ذات وصفات، تمام ملائکہ عظام وجملہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام پر اجمالی طور پر ایمان لانا ضروریات دین میں سے ہے، اور جن تفاصیل کا علم ہے، ان پر تفصیلی ایمان فرض ہے، لیکن تمام تفاصیل کا علم بندوں کو نہیں ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وجملہ صفات کا تفصیلی علم بندوں کے لیے محال بالذات ہے، اور تمام انبیائے کرام وجملہ ملائکہ عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا تفصیلی علم بندوں کے لیے محال بالغیر ہے۔بندوں کو بعض انبیائے کرام وبعض ملائکہ عظام علیہم السلام کا تفصیلی علم ہے۔ضروریات دین کے چار دلائل ہیں جن سے ضروریات دین ثابت ہوتی ہیں: (1) عقل صحیح (2) قرآن مجید کی آیت قطعی الدلالت (3) حدیث متواتر قطعی الدلالت (4) اجماع متصل۔

ہمیں چند ملائکہ کرام اور چند انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا تفصیلی علم ہے۔قرآن عظیم اور احادیث طیبہ میں تمام انبیائے کرام وملائکہ عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا تفصیلی ذکر نہیں۔اجماع متصل ان امور پر ہوتا ہے جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر ہو۔ اجماع متصل سے بھی تمام انبیائے کرام وملائکہ عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا تفصیلی علم ثابت نہیں۔ان نفوس قدسیہ سے متعلق متواتر خبر موجود نہیں کہ ان کا یقینی علم حاصل ہوسکے۔

کسی نبی یا فرشتہ کا تفصیلی علم یعنی ان کے اسمائے طیبات، حالات وصفات کا علم عقل سے حاصل نہیں ہوسکتا۔یہ سب غیبی خبریں ہیں جو وحی الٰہی کے ذریعہ حضرات انبیائے کرام ومرسلین عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو حاصل ہوتی ہیں، پھر حضرات انبیائے کرام ومرسلین

عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وسیلے سے امت کوان کاعلم حاصل ہوتا ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک ہی میں قرآن مجید مکمل ہو چکا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال مبارک سے حدیث نبوی کا سلسلہ منقطع ہو چکا۔وحی الٰہی کی تکمیل اورسلسلہ حدیث کے انقطاع کے سبب اور ختم نبوت کے سبب دیگر انبیائے کرام وملائکہ عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے علم قطعی کا ذریعہ منقطع ہوگیا،لہٰذا تمام انبیائے کرام وجملہ ملائکہ عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا تفصیلی اوریقینی علم ممتنع بالغیر ہوگیا۔

حضرات اولیائے کرام علیہم الرحمۃ والرضوان کا کشف والہام علم یقینی کا سبب نہیں ، لہٰذا کشف والہام سے کسی ضروری دینی یا کسی شرعی مسئلہ کا ثبوت نہیں ہوتا ہے۔

خبرمتواتر سے تمام انبیائے سابقین علیہم الصلوٰۃ والسلام کا علم قطعی حاصل ہوسکتا تھا ، لیکن تمام انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے متعلق خبرمتواتر مفقود ہے۔جب تفصیلی علم کے اسباب وذرائع مفقود ہیں تو پھران نفوس قدسیہ کا تفصیلی علم کیوں کرحاصل ہوگا۔

علامہ بدایونی نے رقم فرمایا:(**الایمان بجمیع المبعوثین واجب—من ثبت شرعا تعیینہ منہم،وجب الایمان بعینہ—ومن لم یثبت تعیینہ کفی الا یمان اجمالا—ولا ینبغی فی الایمان بالانبیاء القطع بحصرہم فی عدد**)

(المعتقد المنتقد :ص118-المجمع الاسلامی مبارک پور)

ترجمہ: تمام انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام پرایمان لانا فرض ہے۔ان میں سے جن کی تعیین شرعاً ثابت ہوچکی ، ان پر بعینہ (تعیین کے ساتھ)ایمان لانا ہے،اور جن کی تعیین ثابت نہ ہوسکی ، ان پراجمالی ایمان کافی ہے اورحضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام پرایمان لانے میں کسی عدد میں ان کے منحصر ہونے کا یقین کرنا صحیح نہیں۔

حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی یقینی تعداد قرآن وحدیث میں بیان نہیں کی گئی ہے،لہٰذا تعداد متعین کرنا صحیح نہیں، بلکہ اجمالی طور پرتمام نبیوں پرایمان لانا ہے۔

الغرض جن انبیائے کرام وملائکہ عظام کا تفصیلی علم ہے،ان پر تفصیلی ایمان فرض ہے، اور دیگر انبیائے کرام وملائکہ عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام پر اجمالی ایمان فرض ہے۔

ہر نبی پر ایمان لانا فرض ہے۔یہ قاعدہ کلیہ ضروریات دین سے ہے۔اس کا معنی یہ ہے کہ ہر نبی کو نبی ماننا فرض ہے۔اس قاعدہ کلیہ کے تحت مندرج تمام جزئیات کا تفصیلی علم بندوں کونہیں ہے،یعنی اس قاعدہ کلیہ کے موضوع کے تمام افراد کا تفصیلی ویقینی علم بندوں نہیں ، بلکہ اس قاعدہ کلیہ کے موضوع کے چندہی افراد کا علم ہے۔چند جزئیات درج ذیل ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لانا فرض ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانا فرض ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانا فرض ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام پر ایمان لانا فرض ہے۔

یعنی ان تمام انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو تفصیلی طور پر نبی ماننا فرض ہے،جن کا تفصیلی علم بندوں کو ہےاور جن کا تفصیلی علم بندوں کونہیں ہے،ان پر اجمالی ایمان فرض ہے کہ جن کواللہ تعالیٰ نے نبوت عطا فرمائی ،ہم نے ان تمام کو نبی تسلیم کیا،گرچہ بندوں کے لیےان تمام انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا تفصیلی علم محال بالغیر ہے ، کیوں کہ تفصیلی علم کے اسباب مفقود ہیں۔جب تفصیلی علم کےاسباب موجودو متحقق نہیں تو تفصیلی علم کیسے ہوسکتا ہے۔

فصل دوم

ضروریات دین کی کثرت عدم احاطہ کا سبب اصلی

اللہ تعالیٰ ہرعیب ونقص سے پاک ہے۔اس ضروری دینی عقیدہ کی تفصیل احاطہ سے باہر ہے، کیوں کہ عیوب ونقاص بے شمار ہیں۔اللہ تعالیٰ ان تمام سے پاک ہے۔

علامہ ابن حجر ہیتمی مکی شافعی نے رقم فرمایا:(وضابط الاعتقادی اَنَّ مَنْ نَفٰی اَوْ

اَثْبَتَ لَہٗ تَعَالٰی مَا ھُوَصَرِیْحٌ فِی النَّقْصِ،کَفَرَ-اوما ھو ملزومٌ لِلنَّقْصِ،لَمْ یَکْفُرْ-لِاَنَّ الْاَصَحَّ اَنَّ لَازِمَ الْمَذْھَبِ لَیْسَ بِمَذْھَبٍ)

(الفتاوی الحدیثیہ:ص142-دارالفکر بیروت)

ترجمہ:اعتقادی مسئلہ کا قانون ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کی شان میں ایسی نفی یا ایسا اثبات کیا جوصریح نقص ہے تو وہ کافر ہے،یا جس(نفی واثبات)کونقص لازم ہوتو وہ کافر نہیں،کیوں اصح یہی ہے کہ لازم مذہب مذہب نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کی تمام صفات صفات کمالیہ ہیں۔وہ صفت جوکمال وخوبی والی نہ ہو،اللہ تعالیٰ اس سے بھی پاک ہے،جیسے کھانا پینا،چلنا پھرنا اوراس قسم کی صفات سے اللہ پاک ہے۔

علامہ بدایونی قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:(**قال الامام ابن الهمام فی المسايرة:يستحيل عليه تعالى سمات النقص كالجهل و الكذب.**

قال ابن ابى الشريف فى شرحه:بل يستحيل عليه كل صفة لا كمال فيه ولا نقص-لان كلا من صفات الالٰه صفة كمال-وفيه ايضًا:لا خلاف بين الاشعريه وغيرهم فى ان كل ماكان وصف نقص فى حق العباد فالبارى تعالٰى عنه منزه-وهو محال عليه تعالٰى-والكذب وصف نقص فى حق العباد) (المعتقد المنتقد:ص62-المجمع الاسلامی مبارکپور)

ترجمہ:امام ابن ہمام نے مسایرہ میں فرمایا:اللہ تعالیٰ کے حق میں علامات نقص جیسے جہل وکذب محال ہیں۔محقق ابن ابی شریف شافعی نے اس کی شرح میں فرمایا:بلکہ اللہ تعالیٰ پر ہر وہ صفت محال ہے جس میں کمال ونقص نہ ہو،کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات صفات کمال ہیں۔اسی شرح مسایرہ میں ہے:اشعریہ اور غیر اشعریہ کے درمیان اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ جو بندوں کے حق میں وصف نقص ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے منزہ ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے حق میں محال ہے،اور کذب بندوں کے حق میں وصف نقص ہے۔

جو وصف صفت کمال نہیں ، اللہ تعالیٰ اس سے بھی پاک ہے اور جو وصف نقص ہے، اللہ تعالیٰ اس سے بھی پاک ہے۔اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ جن اوصاف سے اللہ تعالیٰ تعالیٰ پاک ہے،ان کی طویل فہرست ہے۔ان تمام اوصاف کا احاطہ بہت آسان نہیں۔

ضروریات دین کے چار دلائل ہیں: (1) قرآن مجید کی آیت قطعی الدلالت بالمعنی الاخص (2) حدیث متواتر قطعی الدلالت بالمعنی الاخص (3) اجماع متصل (4) عقل صحیح۔

قرآن مجید، حدیث متواتر اور اجماع متصل سے جو ضروریات دین تفصیلی طور پر ثابت ہیں،ان ضروریات دین کا احاطہ کیا جا سکتا ہے،لیکن عقل صحیح سے ثابت ہونے والی ضروریات دین کا احاطہ کثرت کی وجہ سے بہت مشکل ہے۔اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے غیر متناہی ہونے کے سبب ان کا علم محیط ممکن ہی نہیں اور عقلی اعتقادات کی کثرت کی وجہ سے ان کا علم محیط بھی مشکل ہے۔عقلی امور میں بعض وہ ہیں جو آج تک ظاہر نہیں ہوئے۔جب کوئی امر ابھی انسانی تصور سے باہر ہے تو اس کا علم بھی انسانوں کو نہیں ہوگا۔جب وہ انسانی عقلوں میں آئے گا،تب اس کا علم ہوگا۔اس کی ایک مثال درج ذیل ہے۔

نانوتوی نے ختم نبوت کا جو جدید معنی بتایا، یہ اسی کی ایجاد ہے،جیسا کہ اس نے بھی تحذیر الناس میں اس کا اعتراف کیا ہے۔نانوتوی نے کہا کہ آیت ختم نبوت میں نبوت سے بالذات نبی مراد ہے،اور جب ختم نبوت سے نبوت بالذات مراد ہے تو خاتم النبیین کے بعد کسی نبی کا آنا جائز ہے۔اس سے ختم نبوت میں کچھ فرق نہیں پڑے گا۔نانوتوی نے اپنی عقل سے یہ مسئلہ بیان کیا ہے۔یہ عقیدہ قرآن وحدیث اور اجماع امت کے خلاف ہے۔ نانوتوی کا عقیدہ نہ ماننا ضروریات دین سے ہے اور اس عقیدہ کو ماننے والا کافر ہے۔

نانوتوی نے اپنی عقل سے ایسا عقیدہ بتایا جو اسلام کے خلاف اور عقیدۂ ختم نبوت کے صریح منافی ہے۔گرچہ یہ جزئی عقیدہ من کل الوجوہ جدید نہیں ہے،کیوں کہ اس کا حکم انکار ختم نبوت کے عام حکم میں شامل ہے،لیکن ایک خاص جزئی کی شکل میں نانوتوی کی

ایجاد کے بعد نمودار ہوا۔اس سے قبل ختم نبوت سے متعلق ایسا عقیدہ کسی نے نہیں بیان کیا تھا۔

دراصل ضروریات دین کی ضد کو نہ ماننا بھی ضروریات دین میں سے ہے۔ختم نبوت کا عقیدہ ضروریات دین سے ہے۔جس نظریہ سے ختم نبوت کے عقیدہ کا من کل الوجوہ انکار ہوجائے،اس کو نہ ماننا بھی ضروریات دین سے ہوگا۔ایسے بہت سے نظریات باطلہ ہوسکتے ہیں جن سے ختم نبوت کے عقیدہ کی من کل الوجوہ نفی ہوجائے۔ان نظریات کا احاطہ مشکل ہے۔اس سے ظاہر ہوگیا کہ ضروریات دین کی تمام تفاصیل وجزئیات کا احاطہ مشکل ہے۔

علامہ تفتازانی نے اللہ تعالیٰ کی صفات کے بیان میں رقم کیا:((**الحي القادر العليم السميع البصير الشائى المريد)لان بداهة العقل جازمة بِاَنَّ مُحْدِثَ الْعَالَمِ عَلٰى هذاالنمط البديع والنظام المحكم مع مَا يَشْتَمِلُ عَلَيْهِ من الافعال المتقنة والنقوش المستحسنة،لايكون بدون هذه الصفات–عَلَا اَنَّ اَضْدَادَهَا نَقَائِصُ يَجِبُ تَنْزِيْهُ اللّٰهِ تَعَالٰى عَنْهَا**)(شرح عقائد نسفیہ:ص36)

ترجمہ:اللہ تعالیٰ حی،قادر،علیم،سمیع،بصیر،مشیت فرمانے والا،ارادہ فرمانے والا ہے ،کیوں کہ بداہت عقل یقین کرتی ہے کہ مستحکم افعال اور خوبصورت نقوش پر مشتمل اس انوکھے طرز اور مضبوط نظام پر دنیا کو پیدا فرمانے والا ان صفات سے خالی نہیں ہوگا،علاوہ ازیں ان صفات کے اضداد نقص وعیب ہیں کہ ان نقائص وعیوب سے اللہ تعالیٰ کو پاک ماننا ضروری ہے۔

صفات الٰہیہ کی ضد ونقیض جس سے صفات الٰہیہ کا من کل الوجوہ انکار ہوجائے،اس سے اللہ تعالیٰ کو پاک ماننا ضروریات دین سے ہے،مثلاً اللہ تعالیٰ متکلم ہے۔اس کی ضد غیر متکلم ہے،پس اللہ تعالیٰ کو غیر متکلم نہ ماننا ضروریات دین سے ہے۔غیر متکلم ماننے پر کفر کلامی کا حکم ہوگا اور جس سے غیر متکلم ہونا لازم آئے،اسے ماننے پر کفر فقہی کا حکم ہوگا۔

ضروریات دین کے اضداد ونقائض کی تعداد کا احاطہ مشکل ہے،جیسے''صرف اللہ

تعالیٰ معبود ہے'' یہ عقیدہ ضروریات دین سے ہے۔اس کے اضداد ونقائض بے شمار ہیں، مثلاً درخت معبود ہے۔پتھر معبود ہے۔سورج معبود ہے۔انسان نہ جانے کتنے معبودان باطل کو پوجتے ہیں،وہ تمام مشرکین اسی ایک ضروری دینی کے سبب کافر قرار پاتے ہیں۔

اسی طرح اللہ ایک ہے۔یہ عقیدہ ضروریات دین سے ہے۔اس کے اضداد ونقائض بھی کثیر ہوں گے،مثلاً اللہ دو ہے،تین ہے،پانچ ہے۔الغرض جس عقیدہ سے اس ضروری دینی عقیدہ کا من کل الوجوہ انکار ہوجائے،اس کو نہ ماننا ضروریات دین سے ہوگا۔

عقل ونقل ہر اعتبار سے رب تعالیٰ کا وجود ثابت ہے۔جس نظریہ سے رب تعالیٰ کے وجود کا من کل الوجوہ انکار ہوجائے،وہ کفر کلامی ہوگا اور جس سے وجود باری کا انکار لازم آئے،وہ کفر فقہی ہوگا۔انکار کی تمام صورتوں کے لیے مستقل دلیل کی ضرورت نہیں۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت علیہ الرحمۃ والرضوان نے تحریر فرمایا:

''ایجاب وسلب متناقض ہیں،جمع نہیں ہوسکتے۔وجود شئ اس کے لوازم کے وجود کا مقتضی اوران کے نقائض ومنافیات کا نافی ہے کہ لازم کا منافی موجود ہوتو لازم نہ ہو،اور لازم نہ ہوتو شئ نہ ہوتو ظاہر ہوا کہ سلب شئ کے تین طریقے ہیں۔

اول:خود اس کی نفی مثلاً کوئی کہے:انسان ہے ہی نہیں۔

دوم:اس کے لوازم سے کسی شئ کی نفی مثلاً کہے:انسان تو ہے،لیکن وہ ایک ایسی شئ کا نام ہے جو حیوان یا ناطق نہیں۔

سوم:ان کے منافیات سے کسی شئ کا اثبات مثلاً کہے:انسان حیوان ناہق یا صاہل سے عبارت ہے۔ظاہر ہے کہ ان دونوں پچھلوں نے اگرچہ زبان سے انسان کو موجود کہا،مگر حقیقۃً انسان کو نہ جانا،وہ اپنے زعم باطل میں کسی ایسی چیز کوانسان سمجھے ہوئے ہیں،جو ہرگز انسان نہیں تو انسان کی نفی اوراس سے جہل میں یہ دونوں اوروہ پہلا جس نے سرے سے انسان کا انکار کیا،سب برابر ہیں،فقط لفظ کا فرق ہے۔

مولیٰ عزوجل کو جمیع صفات کمال لازم ذات ،اور جمیع عیوب ونقائص اس پر محال بالذات کہ اس کے کمال ذاتی کے منافی ہیں۔کفار میں ہرگز کوئی نہ ملے گا جو اس کی کسی صفت کمالیہ کا منکر یا معاذ اللہ اس کے عیوب ونقص کا مثبت نہ ہو تو دہریے اگر قسم اول کے منکر ہیں کہ نفس وجود سے انکار رکھتے ہیں ،باقی سب کفار دو قسم اخیر کے منکر ہیں کہ کسی کمال لازم ذات کے نافی یا کسی عیب منافی کے مثبت ہیں ۔بہر حال اللہ عزوجل کو نہ جاننے میں وہ اور دہریے برابر ہوئے ،وہی لفظ وطرز ادا کا فرق ہے۔دہریوں نے سرے سے انکار کیا اوران قہریوں نے اپنے اوہام تراشیدہ کا نام خدا رکھ کر لفظ کا اقرار کیا''۔

(فتاویٰ رضویہ:ج15:ص530-جامعہ نظامیہ لاہور)

منقولہ بالا عبارت سے واضح ہو گیا کہ کسی چیز کے انکار ونفی کی تین صورتیں ہیں۔ان میں سے ہر صورت اس چیز کی من کل الوجوہ نفی کر دیتی ہے۔اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات اور ضروریات دین کی نفی میں بھی یہ تینوں صورتیں جاری ہوں گی ۔جس صورت میں ضروری دینی کا من کل الوجوہ انکار ہو جائے ،وہ کفر کلامی ہے اور انکار لازم آئے تو کفر فقہی ہے۔

زید سچا ہے۔اس بات کی نفی کے تین طریقے اس طرح ہوں گے:(1)زید جھوٹا ہے (2)زید سچا ہے،لیکن جان بوجھ کر جھوٹی بات کو سچ مانتا ہے(3)زید اپنی طرف سے گڑھی ہوئی بات بولتا ہے۔ان تینوں صورتوں میں زید کا سچا ہونا باطل ہو جاتا ہے۔

عقلیات کی کثرت اور نصوص میں عدم صراحت

نصوص صریحہ مفسرہ کی روشنی میں بے شمار ضروریات دین ودیگر عقائد اسلامیہ کا ثبوت عقل صحیح سے ہوا ہے۔جو اللہ تعالیٰ ومرسلین عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لیے عقلاً واجب یا عقلاً محال ہیں،وہ تمام شرعاً بھی واجب اور محال مانے جاتے ہیں ۔شریعت عقل کی مخالفت نہیں کرتی ہے،کیوں کہ شریعت کا ثبوت عقل ہی پر موقوف ہے۔

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:''اصل مدار ضروریات دین ہیں اور ضروریات اپنے ذاتی روشن بدیہی ثبوت کے سبب مطلقاً ہر ثبوت سے غنی ہوتے ہیں، یہاں تک کہ اگر بالخصوص ان پر کوئی نص قطعی اصلاً نہ ہو، جب بھی ان کا وہی حکم رہے گا کہ منکر یقیناً کافر مثلاً عالم بجمیع اجزاءٖ حادث ہونے کی تصریح کسی نص قطعی میں نہ ملے گی ،غایت یہ کہ آسمان وزمین کا حدوث ارشاد ہوا ہے،مگر باجماع مسلمین کسی غیر خدا کو قدیم ماننے والا قطعاً کافر ہے۔جس کی اسانید کثیرہ فقیر کے رسالہ:مقامع الحدید علیٰ خد المنطق الجدید میں مذکور،تو وجہ وہی ہے کہ حدوث جمیع ماسوی اللہ ضروریات دین سے ہے کہ اسے کسی ثبوت خاص کی حاجت نہیں''۔(فتاویٰ رضویہ:جلد14:ص266-جامعہ نظامیہ لاہور)

اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے علاوہ ہر چیز حادث ہے،یعنی تمام مخلوقات حادث ہیں اور کسی مخلوق کو قدیم ماننا کفر ہے۔ان کی تفصیل اور ان کا احاطہ مشکل ہے،مثلاً زمین کو قدیم ماننا کفر،آسمان کو قدیم ماننا کفر،شجر وحجر کو قدیم ماننا کفر اور تمام مخلوقات کو حادث ماننا ضروری دینی ہے،پس تمام مخلوقات کی تفصیل کا جس کو علم ہو،وہی ان تفاصیل کا احاطہ کرسکتا ہے۔

ارشاد الٰہی ہے:(وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ) (سورہ انعام:آیت 101)اس آیت مقدسہ سے تمام مخلوقات کا مخلوق خدا ہونا ثابت ہوگیا۔اب کوئی کہے کہ درخت اللہ تعالیٰ کی مخلوق نہیں تو وہ کافر،پہاڑ اللہ تعالیٰ کی مخلوق نہیں تو وہ کافر۔اس طرح کسی بھی مخلوق خداوندی کے مخلوق الٰہی ہونے کا انکار کرے تو وہ کافر ہے،پس اس ایک آیت مقدسہ سے تمام مخلوقات کا حکم معلوم ہوگیا اور تمام مخلوق کی تفصیل اور احاطہ مشکل ہے۔

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے امتناع کذب کی بحث میں تحریر فرمایا:''غرض اصول اسلام کے ہزاروں عقیدے جن پر مسلمانوں کے ہاتھ میں یہی دلیل تھی کہ مولیٰ عز وجل پر نقص وعیب محال بالذات ہیں۔دفعۃً سب باطل وبے دلیل ہوکر رہ گئے۔فقیر تنزیہ دوم میں زیر دلیل اول ذکر کر آیا کہ یہ مسئلہ کیسی عظمت والا اصل دینی تھا جس پر ہزارہا مسئلہ

ذات وصفات باری عزوجل متفرع ومبنی،اس ایک کے انکار کرتے ہی وہ سب اڑ گئے۔

وہیں شرح مواقف سے گزرا کہ ہمارے لیے معرفت صفات باری کی طرف کوئی راستہ نہیں،مگر افعال الٰہی سے استدلال،یا یہ کہ اس پر عیوب ونقائص محال۔اب یہ دوسرا راستہ توتم نے خود بند کردیا،رہا پہلا یعنی افعال سے دلیل لانا کہ اس نے ایسی عظیم چیزیں پیدا کیں اوران میں یہ حکمتیں ودیعت رکھیں تولا جرم ان کا خالق بالبداہۃ علیم وقدیر وحکیم ومرید ہے۔

اقول:اولاً،یہ استدلال صرف انہیں صفات کمال میں جاری جن سے خلق وتکوین کو علاقہ داری،باقی ہزارہا مسائل صفات ثبوتیہ وسلبیہ پر دلیل کہاں سے آئے گی،مثلاً مصنوعات کا ایسا بدیع ورفیع ہونا ہرگز دلالت نہیں کرتا کہ ان کا صانع صفت کلام یا صفت صدق سے بھی متصف،یا نوم واکل وشرب سے بھی منزہ ہے۔

ثانیا:جن صفات پر دلالت افعال،وہاں بھی صرف ان کے حصول پر دال،نہ یہ کہ ان کا حدوث ممنوع یا زوال محال،مثلاً اس نظم حکیم وعظیم بنانے کے لیے بے شک علم وقدرت وارادہ وحکومت درکار،مگر اس سے صرف بناتے وقت ان کا ہونا ثابت،ہمیشہ سے ہونے اور ہمیشہ رہنے سے دلیل ساکت۔اگر دلائل سمعیہ کی طرف چلیے۔

اقول:اولا،بعض صفات،سمع پر مقدم توان کا سمع سے اثبات دورکو مستلزم۔

ثانیا:سمع بھی صرف گنتی کے سلوب وایجابات میں وارد،ان کے سوا ہزاروں مسائل کس گھر سے آئیں گے،مثلاً نصوص شرعیہ میں کہیں تصریح نہیں کہ باری عزوجل اعراض وامراض وبول وبراز سے پاک ہے۔اس کا ثبوت کیا ہوگا۔

ثالثا:نصوص بھی فقط وقوع وعدم پر دلیل دیں گے۔وجوب واستحالہ وازلیت وابدیت کا پتہ کہاں چلے گا؟ مثلاً (بکل شیء علیم)(علی کل شیء قدیر) سے بے شک ثابت کہ اس کے لیے علم وقدرت ثابت،یہ کب نکلا کہ ازل سے ہیں اورابد تک رہیں گے،اوران کا زوال اس سے محال،یوں ہی وہو یطعم ولا یطعم اور لا تأخذہ سنۃ ولا نوم کا اتنا حاصل کہ کھاتا پیتا،سوتا

اونگھتا نہیں ۔نہ یہ کہ یہ باتیں اس پر ممتنع ۔ہاں ہاں ،ان سب امور پر دلالت قطعی کرنے والا ،ان تمام دعوائے ازلیت وابدیت ووجوب وامتناع پر بوجہ کامل ٹھیک اترنے والا ،ہزاروں مسائل ثبوتیہ وسلبیہ کے اثبات کا یکبارگی سچا ذمہ لینے والا ،مخالف ذی ہوش غیر مجنون ومدہوش کے منہ میں دفعۃً بھاری پتھر دے دینے والا نہ تھا ،مگر وہی دینی یقینی عقلی بدیہی اجماعی ایمانی مسئلہ کہ باری تعالیٰ ہر عیب ومنقصت محال بالذات ،جب یہی ہاتھ سے گیا ، سب کچھ جاتا رہا۔اب نہ دین ہے نہ عقل ،نہ ایمان ،نہ نقل''۔

(فتاویٰ رضویہ:جلد15:ص371-372:جامعہ نظامیہ لاہور)

منقولہ بالا اقتباس سے واضح ہو گیا کہ ایک ہی اصل کے تحت بے شمار جزئیات مندرج ہوتی ہیں اور وہ جزئیات ضروریات دین سے ہوتی ہیں ،لیکن ان کا احاطہ مشکل ہے ،مثلاً اللہ تعالیٰ عیب سے پاک ہے ،پس اللہ تعالیٰ جھوٹ سے پاک ہے ،خیانت سے پاک ہے ،ظلم سے پاک ہے ۔عیوب ونقائص بے شمار ہیں ،ان تمام عیوب سے اللہ تعالیٰ پاک ہے ۔ان تمام عیوب کا احاطہ مشکل ہے ،پس ان عیوب پر مشتمل جزئیات کا احاطہ بھی مشکل ہے۔

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز امتناع کذب سے متعلق فرمایا:''شرع مطہر کی طرف رجوع کیجئے تو مسئلہ اعلیٰ ضروریات دین سے ہے ،جس طرح قرآن وحدیث نے باری جل مجدہ کی توحید ثابت فرمائی ،یوہیں ہر عیب ومنقصت سے اس کی تنزیہ وتقدیس اور خود کلمہ طیبہ سبحان اللہ واسمائے حسنیٰ سبوح قدوس کے معنی ہی یہ ہیں ولہٰذا تسبیحات حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں وارد:''سبحان الذی لاینبغی التسبیح الا لہ''۔

(فتاویٰ رضویہ:جلد15:ص334-جامعہ نظامیہ لاہور)

اللہ تعالیٰ ہر عیب سے پاک ہے ۔یہ ایک اصل کلی ہے اور ضروریات دین سے ہے ۔ اس صل کے تحت بے شمار جزئیات مندرج ہیں ۔ان جزئیات کا احاطہ مشکل ہے ،نیز وہ وصف جو کمال وخوبی سے خالی ہو ،وہ بھی اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت نہیں اور یہ بہت زیادہ ہیں۔

ضروریات عقلیہ کی کثرت کا سبب

ضروریات عقلیہ کی کثرت کا سبب یہ ہے کہ دلیل سمعی سے ثابت ہونے والے ایک عقیدہ سے بہت سے امور عقلی طور پر ثابت ہوجاتے ہیں،مثلاً قرآن مجید میں وارد ہوا:(**لم یلد و لم یولد**) (سورہ اخلاص)یعنی رب تعالیٰ نہ کسی کا بیٹا ہے،نہ کسی کا باپ ہے۔

اب جوکسی کا بیٹا نہ ہوتو نہ کوئی اس کا باپ ہوگا،نہ دادا،دادی،چچا،چچی،پھوپھی،پھوپھا ہوگا،نہ ہی ماں ہوگی،نہ نانا،نانی،ماموں،مامی،خالہ،خالووغیرہ ہوں گے،نہ کوئی بھائی،نہ کوئی بہن ہوگی،یعنی باپ اور ماں کی جانب سے ثابت ہونے والے تمام رشتے معدوم ہوں گے۔اگر وہ کسی کا باپ نہیں ہے تو ابوت کے سبب جو رشتے قائم ہوتے ہیں،مثلاً بیٹا،بیٹی،پوتا،پوتی،نواسہ،نواسی ہونا وغیرہ تمام رشتہ داری وقرابت معدوم ہوگی۔قرابت،مصاہرت،رضاعت وغیرہ کے تمام رشتے معدوم ہوں گے،اس کی تفصیل بہت زیادہ ہے۔

سمعیات پر متفرع عقلیات

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے تحریر فرمایا:

’’اللہ عزوجل کی تنزیہ میں اہل سنت وجماعت کے عقیدے

(۱)اللہ تعالیٰ ہرعیب ونقصان سے پاک ہے۔

(۲)سب اس کے محتاج ہیں۔

وہ کسی چیز کی طرف کسی طرح کسی بات میں اصلاً احتیاج نہیں رکھتا۔

(۳)مخلوق کی مشابہت سے منزہ ہے۔

(۴)اس میں تغیر نہیں آسکتا۔ازل میں جیسا تھا،ویسا ہی اب ہے،اور ویسا ہی ہمیشہ ہمیشہ رہے گا۔یہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ پہلے ایک طور پر ہو،پھر بدل کر اور حالت پر ہوجائے۔

(۵)وہ جسم نہیں،جسم والی کسی چیز کو اس سے لگاؤ نہیں۔

(۶)اسے مقدار عارض نہیں کہ اتنا یا اتنا کہہ سکیں ،لمبا یا چوڑا یا دلدار یا موٹا یا پتلا یا بہت یا تھوڑا یا گنتی یا تول میں بڑا یا چھوٹا یا بھاری یا ہلکا نہیں۔

(۷)وہ شکل سے منزہ ہے۔پھیلا یا سمٹا،گول یا لمبا،تکونا یا چوکھونٹا،سیدھا یا ترچھا یا اور کسی صورت کا نہیں۔

(۸)حدوطرف ونہایت سے پاک ہےاوراس معنی پر نامحدود بھی نہیں کہ بے نہایت پھیلا ہوا ہو، بلکہ یہ معنی کہ مقدار وغیرہ تمام اعراض سے منزہ ہے۔غرض نامحدود کہنا نفی حد کے لیے ہے، نہ اثبات مقدار بے نہایت کے لیے۔

(۹)وہ کسی چیز سے بنا نہیں۔

(۱۰)اس میں اجزا یا حصے فرض نہیں کر سکتے۔

(۱۱)جہت اور طرف سے پاک ہے۔جس طرح اسے دہنے، بائیں یا نیچے نہیں کہہ سکتے، یوں ہی جہت کے معنی پر آگے پیچھے یا اوپر بھی ہرگز نہیں کہہ سکتے۔

(۱۲)وہ کسی مخلوق سے مل نہیں سکتا کہ اس سے لگا ہوا ہو۔

(۱۳)کسی مخلوق سے جدا نہیں کہ اس میں اور مخلوق میں مسافت کا فاصلہ ہو۔

(۱۴)اس کے لیے کوئی مکان اور جگہ نہیں۔

(۱۵)اٹھنے، بیٹھنے،اترنے، چڑھنے، چلنے،ٹھہرنے وغیرہا تمام عوارض جسم وجسمانیات سے منزہ ہے۔

محل تفصیل میں عقائد تنزیہیہ بے شمار ہیں۔یہ پندرہ کہ بقدر حاجت یہاں مذکور ہوئے ،اوران کے سوا ان جملہ مسائل کی اصل یہی تین عقیدے ہیں جو پہلے مذکور ہوئے، اوران میں بھی اصل الاصول عقیدہ اولیٰ ہے کہ تمام مطالب تنزیہیہ کا حاصل وخلاصہ ہے۔ ان کی دلیل قرآن عظیم کی وہ سب آیات ہیں،جن میں باری عزوجل کی تسبیح وتقدیس و پاکی وبے نیازی وبے مثلی وبے نظیری ارشاد ہوئی۔آیات تسبیح خود کس قدر کثیر ووافر ہیں۔

وقال تعالیٰ:(**الملک القدوس السلم**)

بادشاہ نہایت پاکی والا ہرعیب سے سلامت۔

وقال تعالیٰ:(**فان اللّٰہ غنی عن العلمین**)

بے شک اللہ سارے جہان سے بے نیاز ہے۔

وقال تعالیٰ:(**فان اللّٰہ ھو الغنی الحمید**)

بے شک اللہ ہی بے پرواہ ہے،سب خوبیوں سراہا۔

وقال تعالیٰ:(**لیس کمثله شیء**)اس کے مثل کوئی چیزنہیں۔

وقال تعالیٰ: (**ھل تعلم له سمیا**) کیا تو جانتا ہے اس کے نام کا کوئی۔

وقال تعالیٰ:(**ولم یکن له کفوا احد**)اس کے جوڑ کا کوئی نہیں۔

ان مطالب کی آیتیں صدہا ہیں۔یہ آیات محکمات ہیں۔یہ ام الکتاب ہیں۔ان کے معنی میں کوئی خفا واجمال نہیں۔اصلاً دقت واشکال نہیں۔جوکچھ ان کے صریح لفظوں سے بے پردہ روشن وہویدا ہے۔بے تغییر وتبدیل،بے تخصیص وتاویل اس پر ایمان لاناضروریات دین اسلام سے ہے:وباللہ التوفیق‘‘۔(فتاویٰ رضویہ:جلد29:ص119-122-لاہور)

(فتاویٰ رضویہ:جلدیازدہم:ص220-221-رضااکیڈمی ممبئی)

اسی طرح جب دلیل سے رب تعالیٰ کا جسم سے پاک ہونا ثابت ہے تو عقلی طور پر جسم کے تمام عوارض سے بھی رب تعالیٰ کی پاکی ثابت ہوگئی۔جب جسم ہی نہیں تو جسم کے عوارض بھی نہیں ہوسکتے،پس جسمانی عوارض کی نفی کے لیے مستقل دلیل کی ضرورت نہیں۔

علامہ بدیونی نے رقم فرمایا:(**ولما ثبت انتفاء الجسمیة بالمعنی المذکور ثبت انتفاء لوازمها،فلیس سبحانه بذی لون،ولا رائحة، ولا صورة،ولا شکل،ولا متناه،ولا حال فی شئ ،ولا محل،ولا یتحد بشیء،ولا یعرض له لذة عقلیة،ولا حسیة،ولا الم کذلک،ولا فرح،ولا غم،ولا غضب،ولا**

شیء مما یعرض للاجسام–فما ورد فی الکتاب والسنة من ذکر الرضاء والغضب والفرح ونحوها یجب التنزیه من ظاهره)

(المعتقد المنتقد :ص65-المجمع الاسلامی مبارک پور)

ترجمہ:اور جب معنی مذکور کے اعتبار سے (اللہ تعالیٰ کے)جسم ہونے کی نفی ثابت ہوگئی تو جسم ہونے کے لوازم کی نفی بھی ثابت ہوگئی ،پس اللہ تعالیٰ رنگ وبواورصورت وشکل والانہیں اور نہ متناہی ہے اور نہ کسی چیز میں حلول کیے ہوئے ہے اور نہ اس میں کوئی چیز حلول کیے ہوئے ہے اور نہ کسی چیز کے ساتھ متحد ہے،اور نہ اس کوعقلی وحسی لذت عارض ہوتی ہے، اوراسی طرح نہ تکلیف وخوشی ،نہ غم وغصہ عارض ہوتا ہے اور نہ اس میں سے کوئی چیز عارض ہوتی ہے جواجسام کوعارض ہوتی ہے، پس جوکتاب وسنت میں رضا ،غضب ،خوشی وغیرہ کا ذکرآیا،اس کے ظاہری معانی سے اللہ تعالیٰ کو پاک ماننا واجب ہے۔

نصوص صریحہ مفسرہ کی روشنی میں بے شمارضروریات دین ودیگرعقائداسلامیہ کا ثبوت عقل سے ہوا،مثلاً جب نص صریح میں وارد ہو چکا کہ اللہ تعالیٰ کی طرح کوئی نہیں تو اب جملہ مخلوقات کی مشابہت ومماثلت سے اللہ تعالیٰ منزہ وپاک ہے۔جس نظریہ سے آیت مقدسہ (لیس کمثلہ شیء) کا من کل الوجوہ انکار ہوجائے ،اس کو نہ ماننا ضروریات دین سے ہوگا اور اس کے ماننے پر کفر کلامی کا حکم ہوگا ،مثلاً اللہ تعالیٰ کے لیے مخلوقات کی طرح جسم مانا جائے تو اس آیت مقدسہ کا من کل الوجوہ انکار ہوجاتا ہے، پس اللہ تعالیٰ کے لیے مخلوق کی طرح جسم ماننا کفر کلامی ہے اور مخلوق کی طرح جسم نہ ماننا ضروریات دین سے ہے۔

اگراللہ تعالیٰ کے لیے جسم مانا جائے ،لیکن مخلوقات کی طرح جسم نہ مانا جائے تو بھی آیت مقدسہ کا انکار ہوجاتا ہے،گرچہ من کل الوجوہ انکار نہیں ہوتا ہے،پس جسم مخلوق کے غیر مماثل جسم ماننا ضلالت وگمرہی ہے،اورفقہا کے یہاں کفرفقہی ہے۔

امام ابن حجر ہیتمی نے رقم فرمایا:(**والمشہور من المذہب کما قالہ جمعٌ**

متأخرون ان المجسمة لا یُکَفَّرُوْنَ-لکن اطلق فی المجموع تکفیرھم.

وینبغی حمل الاول علٰی ما اذا قالوا:جسم لا کالاجسام-والثانی علٰی ما اذا قالوا:جسم کالاجسام-لان النقص اللازم عَلَی الْاَوَّلِ قد لا یلتزمونہ وَمَرَّ اَنَّ لَازِمَ الْمَذْھَبِ غَیْرُمَذْھَبٍ-بخلاف الثانی فانہ صریح فی الحدوث والترکیب والالوان والاتصال فیکون کفرًا-لانہ اَثْبَتَ لِلْقَدِیْمِ مَا ھو منفی عنہ بالاجماع-وَمَا عُلِمَ من الدین بالضرورۃ انتفائہ عنہ-ولا ینبغی التوقف فی ذلک)(الاعلام بقواطع الاسلام:ص358)

ترجمہ:اورمشہور مذہب ہے جیسا کہ متاخرین کی ایک جماعت نے فرمایا کہ مجسمہ کی تکفیرنہیں کی جائے گی،لیکن مجموع شرح مہذب میں ان کی تکفیرکومطلق رکھا گیا۔

اورقول اول کواس صورت پرمحمول کرنا مناسب ہے کہ جب مجسمہ کہیں:(اللہ تعالیٰ مخلوق کے)جسموں کی طرح جسم نہیں،اورقول ثانی کواس صورت پرمحمول کرنا مناسب ہے جب مجسمہ کہیں:(اللہ تعالیٰ مخلوق کے)جسموں کی طرح جسم ہے،کیوں کہ مجسمہ پہلی صورت پرلازم آنے والے نقص کاالتزام نہیں کرتے ہیں اورگزرچکا کہ لازم مذہب،مذہب نہیں ہے،برخلاف دوسری صورت کے،اس لیے کہ اس میں حدوث،ترکیب،الوان واتصال کی صراحت ہے،پس وہ کفرہوگا،اس لیے کہ اس نے قدیم کے لیے وہ ثابت کیا جوبالا جماع رب تعالیٰ سے مسلوب ومنفی ہے،اورجس کا اللہ تعالیٰ سے منفی ہونا دین سے بدیہی طورپر معلوم ہے،اوراس(کی تکفیر)میں توقف کرنا صحیح نہیں۔

مجسمہ کافرہیں یانہیں؟دراصل دومذہب کےسبب مجسمہ کے بارے میں دوقول ہیں۔

ایک مذہب کے مطابق مجسمہ گمراہ ہیں اورایک مذہب کے مطابق کافرہیں۔

(1)اگرمجسمہ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جسم والا ہے،لیکن رب تعالیٰ کاجسم ہمارے جسم یعنی مخلوقات کےجسم کی طرح نہیں تو یہ ضلالت وگمرہی ہے۔

(2)اگر مجسمہ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جسم والا ہے، جیسے کہ ہمارا جسم ہے تو یہ کفر کلامی ہے، کیوں کہ جب اللہ تعالیٰ کے لیے مخلوقات کی طرح جسم ثابت کیا گیا تو اللہ تعالیٰ کا حادث ہونا، مرکب ہونا محتاج ہونا مخلوق ہونا، رنگ والا ہونا اور بہت سے نقائص ثابت ہو گئے پس یہ کفر کلامی ہے۔اس عقیدہ سے آیت قرآنیہ (لیس کمثلہ شئ) کا صریح متعین ومفسر انکار ہو گیا، اور کسی قرآنی آیت کا مفسر انکار کفر کلامی ہے۔ایسے مجسمہ کافر کلامی ہیں۔

دراصل مجسمہ کے دو گروہ ہیں۔ایک گروہ کافر کلامی ہے اور ایک گروہ کافر فقہی ہے۔

عقل صحیح سے عقائد اسلامیہ کا ثبوت

دینی کتابوں میں مرقوم ہے کہ ضروریات دین کے لیے نص ضروری نہیں۔دراصل بہت سی ضروریات دین عقل سلیم سے ثابت ہیں جیسا کہ بحث حاضر میں اس کی وضاحت کی گئی ہے۔نصوص صریحہ مفسرہ کی روشنی میں بہت سی ضروریات دین ودیگر عقائد اسلامیہ عقل سے ثابت ہوئے۔اسی طرح بہت سے عقائد عقل صحیح سے ہی ثابت ہوئے، اوران عقائد کی تائید سمعی دلائل میں بھی موجود ہے۔وجود الٰہی ،صدق الٰہی ،نبوت ورسالت ،صدق نبی ورسول وغیرہ عقائد کا ثبوت عقل صحیح کے ذریعہ ہوتا ہے۔ان کی تائید نصوص میں وارد ہے۔

علامہ بدایونی قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:(**فی الارشاد لِاِمَامِ الحرمین: اعلموا وَفَّقَکُمُ اللّٰہُ اَنَّ اصول العقائد تنقسم الٰی ما یُدْرَکُ عَقْلًا وَلا یَسُوْغُ تَقْدِیْرُ اِدْرَاکِہ سَمْعًا–وَاِلٰی مَا یُدْرَکُ سَمْعًا وَلَا یَتَقَدَّرُ اِدْرَاکُہ عَقْلًا–وَاِلٰی مَا یَجُوْزُ اِدْرَاکُہ سمعًا وَعَقْلًا**)(المعتقد المنتقد:ص179-مجلس برکات مبارک پور)

ترجمہ:امام الحرمین کی تصنیف''ارشاد''میں ہے:تمہیں معلوم ہو،اللہ تم کو توفیق بخشے، بنیادی عقیدوں کی تین قسمیں ہیں:(۱)ایک وہ جس کا ادراک عقل سے ہو،اور دلیل سمعی سے اس کے ادراک کی تقدیر ممکن نہ ہو۔(۲)دوسری وہ جس کا ادراک دلیل سمعی سے ہو،اور

عقل سے اس کا ادراک ہونا متصور نہ ہو۔(۳)اور تیسری قسم وہ ہے جس کا ادراک عقل وشرع دونوں سے ممکن ہو۔

اصول عقائد کی تین قسمیں ہیں۔قسم اول کاادراک قرآن وحدیث سے نہیں ہوسکتااور قسم دوم کاادراک عقل سے نہیں ہوسکتا۔قسم سوم کاادراک عقل وشرع دونوں سے ہوسکتا ہے۔

اسلامی عقائداور عقل صحیح

باب اعتقادیات میں''قیاس''دلیل نہیں،بلکہ اس کی جگہ عقل صحیح دلیل ہے۔

علت کے ذریعہ ثابت ہونے والےفقہی مسائل قیاسی اورظنی ہوتے ہیں ۔اگر اعتقادی مسائل بھی علت کے ذریعہ ثابت ہوں تو باب اعتقادیات کے تمام غیر منصوص مسائل بھی قیاسی وظنی ہوجائیں گے،حالاں کہ ایسانہیں۔باب اعتقادیات کے غیر منصوص مسائل عقل صحیح کی دلالت سے ثابت ہوتے ہیں،لہٰذا بے شمار ضروریات دین کا ثبوت عقل صحیح سے ہے۔ان ضروریات دین کو قیاسی وظنی کہنا کفر کلامی ہوگا۔ضروریات دین قطعی بالمعنی الاخص ہوتی ہیں ۔ان کوظنی کہنے کامفہوم یہ ہوا کہ وہ نہ قطعی بالمعنی الاخص ہیں،نہ قطعی بالمعنی الاعم،بلکہ ظنی ہیں اور جانب مخالف کا احتمال قریب ہے۔ضروریات دین میں جانب مخالف کے احتمال قریب کا قول کرنا کفر کلامی ہے۔ہمارے رسالہ:''کافر کلامی وکافر فقہی''میں تفصیل ہے۔ظنی وقیاسی امر کے انکار پرحکم کفرنہیں۔ضروریات دین کے انکار پرحکم ہے۔

قیاسی مسائل قطعی نہیں

قیاس کی حجیت بھی ضروریات دین سے نہیں،پھراس سے ثابت ہونے والا کوئی امر ضروری دینی کیسے ہوسکتا ہے۔قیاس کی حجیت ضروریات اہل سنت میں سے ہے۔ہمارے رسالہ:''اجماع متصل اورضروریات دین''میں تفصیل ہے کہ قیاس کی حجیت ضروریات اہل سنت سے ہے۔قیاسی مسائل کی بنیاداس علت پر ہوتی ہے،مجتہدین جس کا استخراج کرتے

ہیں،لہٰذا قیاسی مسائل ظنی ہوتے ہیں، کیوں کہ اس کی بنیادیعنی علت مستخرجہ ظنی ہوتی ہے۔

ملا احمد جیون جون پوری قدس سرہ العزیز نے حکم علت کی بحث میں رقم فرمایا:

((والرابع من جملة ما يعلل له تعدية حكم النص الٰى ما لا نص فيه ليثبت فيه)اى الحكم فيما لا نص فيه بغالب الرأى،دون القطع واليقين)

(نورالانوار: جلد دوم:ص286-دارالکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ:ان میں سے چوتھی بات جس کے لیے علت بیان کی جاتی ہے،وہ نص کے حکم کو متعدی کرنا ہے،اس تک جس بارے میں نص نہ ہو،تا کہ اس میں حکم کوثابت کیا جائے، یعنی جس کے بارے میں نص نہ ہو،ظن غالب کے طور پر، نہ کہ قطع ویقین کے طور پر۔

اولاً قیاس کی علت منصوص نہیں ہوتی ہے، بلکہ مجتہدین اس علت کا استخراج فرماتے ہیں،لہٰذا علت مستخرجہ ظنی ہوتی ہے۔اس علت سے ثابت ہونے والا مسئلہ بھی ظنی ہوتا ہے۔

ثانیاً اگر علت منصوص بھی ہوتو بھی اس سے ثابت ہونے والا مسئلہ ظنی مانا جاتا ہے۔

ملا احمد جیون نے رقم فرمایا:**(اما النص الدال على كون الوصف علة صريحا فغير وارد)** (نورالانوار: جلد دوم:ص280-دارالکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ:لیکن نص جو وصف کے علت ہونے پرصراحت کے ساتھ دلالت کرے،پس ایسی نص وارد نہیں۔

صدرالشریعہ نے فرمایا کہ راوی اگر معروف ہو،یعنی روایت میں مجہول نہ ہو، پھر وہ فقہ واجتہاد میں بھی معروف ہوتو اس کی روایت قبول کی جائے گی،خواہ قیاس کے موافق ہو،یا مخالف ہو۔حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کے برخلاف ایک روایت ہے۔

صدرالشریعہ بخاری نے رقم فرمایا:**(وحكى عن مالك ان القياس مقدم عليه-ورد بانه يقين من اصله وانما الشبهة فى نقله-وفى القياس العلة محتملة وهى الاصل-وايضا اذا ثبت ان هذا علة قطعًا،لكن يمكن ان**

یکون فی الفرع مانع-او لخصوصیة الاصل اثر)

(التوضیح والتلویح: جلد دوم:ص 7-دارالکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ: حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ قیاس اس حدیث پر مقدم ہے، اوراس کی تردید کی گئی کہ حدیث اپنی اصل کے اعتبار سے یقینی ہے اوراس کی نقل میں شبہہ ہے، اور قیاس میں علت احتمالی ہے، اور علت ہی (قیاس میں) اصل ہے، اور جب ثابت بھی ہوجائے کہ یہ علت قطعی ہے تو ممکن ہے کہ فرع میں کوئی مانع ہو، یا اصل کی خصوصیت کی کوئی وجہ ہو۔

قرآن مجید کی قطعی الدلالت آیت میں مقیس علیہ کا حکم بیان کیا جائے تو مقیس علیہ کا حکم قطعی ہوگا، جیسے شراب کی حرمت قطعی ہے، کیوں کہ قرآن مجید کی قطعی الدلالت نص میں شراب کوحرام قرار دیا گیا تو شراب کی حرمت قطعی ہوگئی اور قیاس کے ذریعہ علت سکر کے سبب دیگر نشہ آور چیزوں کوحرام قرار دیا جائے تو ان چیزوں کی حرمت ظنی ہوگی۔ یہاں شراب مقیس علیہ اور دیگر امور مقیس ہیں۔ اگر علت منصوص اور قطعی ہوتو بھی ممکن ہے کہ فرع میں کسی مانع کے سبب وہ حکم نہ ہو، یا وہ حکم مقیس علیہ کے ساتھ خاص ہو۔

جس طرح آیت قرآنیہ قطعی بالمعنی الاخص میں مقیس علیہ کا حکم بیان ہونے کے سبب وہ حکم قطعی اورضروریات دین میں سے ہے۔اسی طرح جب اصل ضروریات دین سے ہوتو دلالت عقل سے ثابت ہونے والے اس کے جزئیات بھی ضروریات دین سے ہوں گے۔ ان جزئیات کا تعین عقل صحیح کی دلالت سے ہوتا ہے، نہ کہ قیاس سے۔

ارشادالٰہی ہے:(لیس کمثله شیء)(سورہ شوریٰ: آیت 11)

اللہ تعالیٰ بے مثل وبے مثال ہے۔منقوشہ بالا آیت مقدسہ کی روشنی میں دلالت عقل سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے لیے انسان یامخلوقات کی طرح جسم نہیں۔کسی مخلوق کی طرح سر،آنکھ،کان،ناک،ہاتھ،پاؤں،دل،گردہ وغیرہ نہیں۔اگرکوئی کہے کہ دلالت عقل سے

مذکورہ عقائد ثابت نہ ہوئے ، بلکہ استخراج علت کے بعد بطریق قیاس ثابت ہوئے ،اور قیاسی مسائل کی طرح مذکورہ عقائد بھی ظنی ہیں۔عقائد مذکورہ کا منکر ظنی وقیاسی مسائل کے منکر کی طرح ہے۔اگر مجتہد ہے تو اس کو اختلاف کا بھی حق ہے، پس یہ تمام کفری نظریات ہیں۔اللہ تعالیٰ کے لیے مخلوق کی طرح جسم،آنکھ،سر ماننے والا کافر کلامی ہے، کیوں کہ وہ آیت طیبہ کا صریح منکر ہے۔قیاس اور دلالت عقل دو الگ امر ہیں۔قیاسی مسائل ظنی ہوتے ہیں۔نص صریح کی روشنی میں دلالت عقل سے ثابت ہونے والا عقیدہ قطعی ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا جسم وجسمانیات سے پاک ہونا عقل صحیح سے بھی ثابت ہے،اور آیت قرآنیہ میں بھی اس کی تائید وتوثیق موجود ہے۔جسم مرکب ہوتا ہے اور مرکب حادث ہوتا ہے، جب کہ اللہ قدیم ہے۔اسی طرح جسم کسی مکان وجہت میں ہوگا اور اللہ تعالیٰ مکان وجہت سے پاک ہے۔مکان وجہت کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا۔ بفرض محال اللہ تعالیٰ کے لیے جسم مانا جائے تو مکان وجہت سے قبل اللہ تعالیٰ کا وجود کس مکان وجہت میں تسلیم کیا جائے، جب کہ مکان وجہت کا وجود ہی نہیں تھا؟پس جسم ہونا عقلاً بھی باطل ہے۔

علامہ تفتازانی نے بحث الٰہیات میں رقم فرمایا:(**ولا جسم لانہ مرکب ومتحیز وذلک امارۃ الحدوث**)(شرح عقائد نسفی:ص58-مجلس برکات مبارکپور)

ترجمہ:اللہ تعالیٰ جسم نہیں ہے، کیوں کہ جسم مرکب اور حیز والا ہوتا ہے اور یہ حادث ہونے کی علامتوں میں سے ہے۔

جن امور پر شریعت موقوف ہو، وہ امور دلالت عقل سے ثابت ہیں اور ضروریات دین سے ہیں اوران ضروریات عقلیہ کی تائید شریعت میں بھی وارد ہوچکی ہے۔جن امور پر شریعت موقوف نہ ہو،لیکن عقلاً وہ محال یا واجب ہوتو شریعت عقل کی مخالفت نہیں کرتی ہے۔ اگر حکم عقلی کے خلاف شرع وارد ہوتو اس کا وہ معنی مراد ہوگا جو خلاف عقل نہ ہو۔

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:”بداہت عقل شاہد ہے کہ الہ عزمجدہ

جمیع عیوب ونقائص سے منزہ اوراس کا ادراک شرع پر موقوف نہیں ولہذا بہت عقلائے غیر اہل ملت بھی تنزیہ باری جل مجدہ میں ہمارے موافق ہوئے''۔

(فتاویٰ رضویہ: جلدششم:ص220-رضاا کیڈمی ممبئی)

ارشادالٰہی ہے:(لیس کمثله شیء)(سورہ شوریٰ: آیت 11)

قرآن مقدس میں صریح متعین لفظوں میں یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ جسم سے پاک ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کے لیے مخلوق کی طرح جسم فرض کیا جائے تو یقینی طور پر رب تعالیٰ کی مخلوقات سے مشابہت ثابت ہو جائے گی اور آیت مقدسہ کا من کل الوجوہ انکار ہو جائے گا۔

مخلوقات جسم والے ہیں۔اللہ تعالیٰ مخلوقات کی طرح نہیں،پس اللہ کے لیے جسم بھی نہیں،ورنہ مثلیت ثابت ہوگی اور آیت قرآنیہ کی مخالفت ہوگی۔یہ دلالت عقل ہے،قیاس نہیں۔یہاں علت کے ذریعہ حکم ثابت نہیں کیا گیا،بلکہ دلالت عقل کے ذریعہ قطعی اصول یعنی (لیس کمثلہ شیء) کے جزئیات کا تعین ہوا۔جزئیات کا تعین اور غیر منصوص امر کے لیے حکم کا تعدیہ یعنی اظہار حکم دومغایر امر ہیں۔قیاس اور دلالت عقل دونوں جداگانہ امر ہیں۔

وہ اعتقادی مسائل جوظنی دلیل سے ثابت ہوں،وہ ظنی ہوتے ہیں۔ان میں بعض اجماعی ہوتے ہیں اور بعض غیراجماعی۔اجماعی عقائد سے اختلاف کرنے والا گمراہ ہے۔

ہرضروری دینی پرنص ہونا لازم نہیں

بہت سی ضروریات دین پرنص صریح موجود نہ ہونے کا دوسبب ہے۔

سبب اول: بہت سی ضروریات دین نصوص صریحہ کی روشنی میں عقل سے ثابت ہوئیں ،پس خاص طور پر ایسے جزئیات پرنص صریح نہیں ہوگی،جیسا کہ (لیس کمثلہ شیء) سے اللہ تعالیٰ کا جسم وجسمانیات سے پاک ہونا عقل صحیح سے ثابت ہوا،پس خاص طور پر جسم وجسمانیات سے پاک ہونے پرنص صریح کا مطالبہ غلط ہوگا اور اللہ تعالیٰ کو جسم وجسمانیات

سے پاک ماننالازم ہوگا، نیز جوعقلاً واجب یامحال ہو، وہ شرعاًواجب اورمحال ہوتا ہے۔

امام ابن حجر ہیتمی شافعی نے رقم فرمایا:(ومنہا القول الذی ہو کُفْرٌ-سَوَاءٌ صَدَرَ عَنْ اِعْتِقَادٍ اَوْ عِنَادٍ اَوْ اِسْتِہْزَاءٍ-فَمِنْ ذٰلک اِعْتِقَادُ قِدَمِ العالم او حدوث الصانع-او نفی ما ہو ثابت للقدیم بالاجماع المعلوم من الدین بالضرورۃ کَکَوْنِہ عَالِمًا اَو قَادِرًا وَکَوْنِہ یَعْلَمُ الْجُزْئِیَّاتِ-اَوْ اِثْبَاتُ ما ہو منتفٍ عنہ بالاجماع کذٰلک کالالوان او اثبات الاتصال والانفصال لہ)

(الاعلام بقواطع الاسلام:ص351)

ترجمہ:اسی میں سے وہ قول جوکفر ہو،خواہ اعتقاد یا عناد یا مذاق سے صادر ہو،پس کفر میں سے دنیا کے قدیم ہونے ،یا اللہ تعالیٰ کے حادث ہونے کا اعتقاد ہے، یا اس کی نفی کا اعتقاد ہے جو قدیم (اللہ تعالیٰ) کے لیے اجماع متصل سے ثابت ہو،جو دین سے بداہۃً معلوم ہو،جیسے اللہ تعالیٰ کا عالم ہونا یا قادر ہونا،یا اس کا عالم جزئیات ہونا۔

یا جواجماع متصل سے اسی طرح (بدیہی طور پر) اللہ تعالیٰ سے مسلوب ومنتفی ہو،اس کو اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت کرنا،جیسے (اللہ تعالیٰ کے لیے) رنگوں کو ثابت کرنا،یا اللہ تعالیٰ کے لیے اتصال وانفصال ثابت کرنا (کفر ہے)۔

ضروریات دین کا انکارکفر ہے،مثلاً رب تعالیٰ سے کسی ایسے امر کی نفی کیا جو رب تعالیٰ کے لیے ثابت ہے،اوراس کا ثبوت ضروریات دین سے ہے تو یہ نفی کفر ہے۔

اسی طرح رب تعالیٰ کے لیے کوئی ایسا امر ثابت کیا جو رب تعالیٰ کے لیے ثابت نہیں اوراس کی نفی ضروریات دین میں سے ہے تو یہ اثبات کفر ہے۔ضروریات دین کے خلاف ہر اثبات ونفی کفر ہے۔اللہ تعالیٰ کے لیے لون ورنگ،اتصال وانفصال ثابت کرنا کفر ہے۔

یہ سب (الوان واتصال وانفصال وغیرہ) حوادث کی کیفیات وصفات ہیں اور اللہ تعالیٰ حوادث کی صفات وکیفیات سے متصف نہیں ،کیوں کہ حوادث کی صفات بھی حادث

ہیں، جب کہ اللہ تعالیٰ کی صفات قدیم اورازلی ہیں۔قدیم کے ساتھ حادث صفات قائم نہیں ہوسکتیں۔باقی تفصیلات مطولات میں ہیں جن کی یہاں گنجائش نہیں۔

وہ صفات جن پر اجماع امت ہے اور جن کو ماننا ضروریات دین میں سے ہے، ان میں سے کسی صفت کا انکار کفر کلامی ہے۔اسی طرح اللہ تعالیٰ سے جن صفات کے منتفی اور مسلوب ہونے پر اجماع امت ہے،اوران صفات کومسلوب ومنتفی ماننا ضروریات دین سے ہے،ان میں سے کسی صفت کواللہ تعالیٰ کے لیے ثابت ماننا کفر ہے۔

اللہ تعالیٰ کے رنگ سے پاک ہونے پر اجماع ہے اوراللہ تعالیٰ کے لیے رنگ ماننے والا کافر ہے۔کسی نص صریح میں میں یہ نہیں بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ رنگ سے پاک ہے،لیکن جب اللہ تعالیٰ جسم سے ہی پاک ہے تو جسمانی صفات یعنی رنگ سے بھی پاک ہے۔

سبب دوم:بعض ضروری دینی ایسا ہوسکتا ہے کہ حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی متواتر ومفسر حدیث سے ثابت ہو، پھر عہد رسالت میں اس پر اجماع متصل قائم ہوجائے اور اس حدیث نبوی کی روایت موقوف ہوجائے جس سے وہ ضروری دینی ثابت ہوا تھا،پس وہ عقیدہ اجماع متصل سے ثابت ہوجائے گا،لیکن امت مسلمہ کو اس کا ماخذ یعنی اس کی نص معلوم نہیں ہوگی۔اس عقیدہ پر اجماع کے سبب روایت سے بے نیازی ہوگئی۔

جیسا کہ نماز پنج گانہ کی تعداد اور رکعتوں کی تعداد مومنین کے درمیان متواتر ہے اور اس پر اجماع متصل قائم ہے ۔ پانچ نمازوں کوفرض ماننا اور رکعتوں کی متعینہ تعداد کو ماننا ضروریات دین سے ہے۔تعداد نماز یا تعداد رکعات کا منکر کافر ہے،لیکن جن روایتوں میں نمازوں کی تعداد اور رکعتوں کی تعداد کا ذکر ہے،وہ روایتیں خبر واحد ہیں،خبر متواتر نہیں۔

امام زرکشی شافعی نے رقم فرمایا:(**یجوز للمجمعین تَرْکُ ا لدَّلیل بعد اشتھار المسالة وانعقاد الاجماع**)(البحرالمحیط : جلد چہارم:ص455)

ترجمہ:مسئلہ مشہور ہونے اوراجماع منعقد ہوجانے کے بعد اہل اجماع کو دلیل ترک

کردینا جائز ہے۔

(1)امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے ضروریات دین سے متعلق رقم فرمایا:

''بالخصوص قرآن عظیم ، بلکہ حدیث ہی میں تصریح صریح ہونے کی تو اصلاً ضرورت نہیں ،حتیٰ کہ مرتبہ اعلیٰ اعنی ضروریات دین میں بھی ۔بہت باتیں ضروریات دین سے ہیں،جن کا منکر یقیناً کافر ،مگر بالتصریح ان کا ذکر آیات واحادیث میں نہیں ،مثلاً باری عز وجل کا جہل محال ہونا ۔قرآن عظیم میں اللہ عزوجل کے علم واحاطہ کا لاکھ جگہ ذکر ہے،مگر امتناع وامکان کی بحث کہیں نہیں ، پھر کیا جوشخص کہے کہ واقع میں تو بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے، عالم الغیب والشہادہ ہے،کوئی ذرہ اس کے علم سے چھپا نہیں ،مگر ممکن ہے کہ جاہل ہوجائے تو کیا وہ کافر نہ ہوگا کہ اس کے امکان کا سلب صریح قرآن میں مذکور نہیں۔

حاش للہ !ضرور کافر ہے اور جو اسے کافر نہ کہے،خود کافر تو جب ضروریات دین ہی کے ہر جزئیہ کی تصریح صریح ،قرآن وحدیث میں ضرور نہیں تو ان سے اتر کر اور کسی درجے کی بات پر یہ مرچڑا پن کہ ہمیں تو قرآن ہی میں دکھاؤ، ورنہ ہم نہیں مانیں گے،نری جہالت ہے یا صریح ضلالت ،مگر جنون وتعصب کا علاج کسی کے پاس نہیں''۔

(فتاویٰ رضویہ: جلد29:ص385-جامعہ نظامیہ لاہور)

(2)امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:''اصل مدار ضروریات دین ہیں اور ضروریات اپنے ذاتی روشن بدیہی ثبوت کے سبب مطلقاً ہر ثبوت سے غنی ہوتے ہیں ، یہاں تک کہ اگر بالخصوص ان پر کوئی نص قطعی اصلاً نہ ہو، جب بھی ان کا وہی حکم رہے گا کہ منکر یقیناً کافر مثلاً عالم بجمیع اجزاۂ حادث ہونے کی تصریح کسی نص قطعی میں نہ ملے گی، غایت یہ کہ آسمان وزمین کا حدوث ارشاد ہوا ہے،مگر باجماع مسلمین کسی غیر خدا کو قدیم ماننے والا قطعاً کافر ہے۔جس کی اسانید کثیرہ فقیر کے رسالہ :مقامع الحدید علیٰ خد المنطق الجدید میں مذکور،تو وجہ وہی ہے کہ حدوث جمیع ماسوی اللہ ضروریات دین سے ہے کہ اسے کسی ثبوت

خاص کی حاجت نہیں‘‘۔(فتاویٰ رضویہ: جلد 14:ص266-جامعہ نظامیہ لاہور)

(3)امام اہل سنت علیہ الرحمۃ والرضوان نے رقم فرمایا:(اقول:تحقیق المقام اَنَّ اَکْثَرَ الْحَنفیة یُکَفِّرُوْنَ بانکار کل مقطوع به کما هو مُصَرَّحٌ فی رد المحتار وغیره-وهم ومن وافقهم،هم القائلون بانکار کل مجمع علیه-بَعْدَ مَا کَانَ الْاِجْمَاعُ قَطْعِیًّا نَقْلًا وَدَلَالَةً-وَلَاحَاجَةَ اِلٰی وجود النص-وَالْمُحَقِّقُوْنَ لَا یُکَفِّرُوْنَ اِلَّا بانکارمَا عُلِمَ مِنَ الدِّیْنِ ضَرُوْرَةً بحیث یشترک فی معرفته الخاص والعام المخالطون للخواص-فان کان المجمع عَلَیْهِ هکذا-کَفَرَ مُنْکِرُه-وَاِلَّا،لَا-وَلَا حَاجَةَ عند هم اَیْضًا اِلٰی وجود نَصٍّ-فَاِنَّ کَثِیْرًا مِنْ ضَرُوْرِیَاتِ الدِّیْن مِمَّا لَا نَصَّ عَلَیْهِ کَمَا یَظْهَرُبِمُرَاجَعَةِ ’’الاعلام‘‘وغیره-فالتقیید بوجود النص ضائع علی القولین فاعرف)

(المعتمد المستند:ص195-المجمع الاسلامی مبارک پور)

ترجمہ:اقول:اس مقام کی تحقیق یہ ہے کہ اکثر فقہائے احناف قطعی امر کے انکار پر تکفیر کرتے ہیں،جیسا کہ اس کی تصریح ردالمحتار وغیرہ میں ہے،اور یہ فقہائے احناف اوران کے موافقین ہر اجماعی امر کے انکار پر تکفیر فرماتے ہیں،بشرطے کہ وہ اجماع روایت ودلالت کے اعتبار سے قطعی ہو،اور(اس امر قطعی سے متعلق)نص کا وجود ضروری نہیں۔

اور محققین(متکلمین)صرف اس امر کے انکار پر تکفیر کرتے ہیں جوضروری دینی ہو،اس طرح کہ اس کی معرفت میں خواص اور خواص کے صحبت یافتہ عوام شریک ہوں،پس اگر اجماعی امر ایسا ہوتو اس کا منکر کافر ہے،ورنہ کافر نہیں،اور متکلمین کے یہاں بھی نص کا وجود ضروری نہیں،اس لیے کہ بہت سی ضروریات دین وہ ہیں جن پر نص نہیں،جیسا کہ’’الاعلام بقواطع الاسلام‘‘وغیرہ کے مطالعہ سے ظاہر ہے،پس وجود نص کی قید لگانا دونوں قول کے مطابق رائیگاں ہے،پس اس کو جان لو۔

منقولہ بالاعبارت میں''اعلام'' سے امام ابن حجر ہیتمی مکی شافعی کی کتاب''الاعلام بقواطع الاسلام''مراد ہے اور محققین سے وہ حضرات مراد ہیں جو مسئلہ تکفیر میں متکلمین کے مذہب پر ہیں۔مسئلہ تکفیر میں دو مذہب ہیں:(1)مذہب متکلمین (2)مذہب فقہا۔

(4)امام ابن حجر ہیتمی مکی نے رقم فرمایا:(**زاد النووی فی الروضة:ان الصواب تقییده بما اذا جحد مجمعًا علیه یعلم من دین الاسلام ضرورةً–سواء ا کان فیه نص ام لا–بخلاف ما لم یعلم ذلک بان لم یعرفه کل المسلمین فان جحده لا یکون کفرًا–انتهی**)(الاعلام بقواطع الاسلام:ص353)

ترجمہ:امام نووی نے روضۃ الطالبین میں اضافہ کیا کہ درست ہے اس کو اس سے مقید کرنا کہ جب ایسے اجماعی امر کا انکار کرے جو دین اسلام سے بدیہی طور پر معلوم ہو،خواہ اس میں نص ہو یا نص نہ ہو،برخلاف اس کے جو اس طرح معلوم نہ ہو،بایں طور کہ اس کو تمام مومنین نہ جانتے ہوں،پس اگر اس کا انکار کیا تو کفر نہیں ہوگا۔

(5)امام نووی نے رقم فرمایا:(**قُلْتُ:قوله:اِنَّ جَاحِدَ المجمع علیه یَکْفُرُ–لَیْسَ عَلٰی اطلاقه بل الصواب فیه تفصیل سَبَقَ بَیَانُه فی باب تارک الصلاة عقب کتاب الجنائز–ومختصره انه ان جحد مجمعًا علیه یعلم من دین الاسلام ضرورةً کَفَرَ اِنْ کَانَ فِیْهِ نَصٌّ–وَکَذَا اِنْ لَمْ یَکُنْ فیه نَصٌّ فی الاصح–وان لم یعلم من دین الاسلام ضرورةً بحیث لایعرفه کُلُّ المسلمین لَمْ یَکْفُرْ:وَاللّٰهُ اَعْلَمُ**)(روضۃ الطالبین:جلد ہفتم:ص284)

ترجمہ:میں کہتا ہوں:فقیہ متولی:عبدالرحمٰن بن محمد نیشاپوری(۴۲۷ھ-۴۷۸ھ)کا قول کہ اجماعی امر کا منکر کافر ہوگا،یہ مطلق نہیں ہے،بلکہ صحیح ہے کہ اس میں تفصیل ہے جس کا ذکر کتاب الجنائز کے بعد باب تارک الصلوٰۃ میں گزر چکا اور اس کا مختصر بیان یہ ہے کہ اگر ایسے اجماعی امر کا انکار کیا جو دین اسلام سے بداہۃً معلوم ہو تو منکر کافر ہوگا،اگر اس امر

اجماعی کے بارے میں نص ہو،اوراسی طرح اصح مسلک میں اگراس بارے میں نص نہ ہو (تو بھی منکر کافر ہوگا)اوراگر وہ دین اسلام سے بداہۃً معلوم نہ ہو،بایں طور کہ تمام مومنین اس کی معرفت نہ رکھتے ہوں تو منکر کافر نہیں ہوگا:واللہ اعلم

امام ابن حجر ہیتمی مکی شافعی نے رقم فرمایا((او حلل محرمًا بالاجماع)وعلم تحریمه من الدین بالضرورة–ولم یجزان یخفی علیه(کالزنٰی)واللواط وشرب الخمروالمکس–وسبب التکفیر بهذا کالاٰتی سواء فی ذلک ما فیه نص وما لا نص فیه–ان انکارما ثبت ضرورةً–انه من دین محمد صلی اللّٰه علیه وسلم–فیه تکذیب له صلی اللّٰه علیه وسلم)

(تحفۃ المحتاج:جلدنہم:ص103)

ترجمہ:یاکسی اجماعی حرام کوحلال قرار دےاوراس کی حرمت دین سے بداہۃً معلوم ہو،اورصحیح نہیں کہ یہ اس پرمخفی ہوجیسے زنا،لواطت،شراب نوشی اورٹیکس کی وصولی،اوران امور اورآنے والےامورمیں تکفیر کا سبب(تکذیب نبوی ہے)،خواہ اس میں نص ہو یانہ ہو کہ اس کا انکارکرنا جس کا دین محمدی سے ہونا بداہۃً ثابت ہے،اس انکار میں حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تکذیب ہے۔

منقولہ بالا اقتباسات سے واضح ہوگیا کہ ضروری دینی کے لیےنص ہونا ضروری نہیں۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم وآلہ العظیم

باب ہفتم

باسمہ تعالیٰ وبحمدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الاعلیٰ وآلہ واصحابہ اجمعین

یقین اختیاری ویقین اضطراری

اللہ ورسول (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے ارشادفرمودہ قطعی ویقینی احکام میں سے بہت سے احکام پر کفار ومشرکین کواضطراری یقین حاصل ہوتا ہے،لیکن وہ یقین اختیاری سے محروم ہوتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید سے متعلق ارشادفرمایا کہ اگرتم اسے انسانی کلام سمجھتے ہوتو اس کی طرح کوئی ایک سورہ بھی پیش کرو۔نزول قرآن مقدس کے عہدمسعود میں کفارومشرکین میں بڑے بڑے فصحا وبلغا موجود تھے۔مثل قرآن ایک سورہ بھی پیش نہ کر سکے۔انہیں یقین اضطراری حاصل ہوگیا کہ قرآن مجیدانسانی کلام نہیں،لیکن وہ یقین اختیاری یعنی تصدیق وایمان سے محروم رہے۔جن کی تقدیر میں ایمان تھا،وہ داخل اسلام ہوگئے۔

حضوراقدس تاجدارکائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کثیرروشن معجزات کودیکھ کرکفار ومشرکین کویقین اضطراری حاصل تھا کہ حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے سچے نبی ورسول ہیں،لیکن وہ یقین اختیاری یعنی تصدیق وایمان سے محروم رہے۔

ایمان کی تعریف

علامہ میرسیدشریف جرجانی حنفی نے ایمان کی تعریف بیان کرتے ہوئے رقم فرمایا:

(التصدیق للرسول فیما علم مجیئه به ضرورةً)

(شرح مواقف:ص718-مطبع نول کشورلکھنو)

ترجمہ:ضروریات دین میں حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تصدیق کرناایمان ہے۔

ایمان کی تعریف میں لفظ تصدیق سے تصدیق شرعی مراد ہے۔شبہات باطلہ کودور

کرکے اپنے قصد واختیار کے ساتھ دین اسلام کے ضروریات دین پر یقین اختیاری کا نام تصدیق وایمان ہے۔یہی تصدیق شرعی ہے۔تصدیق شرعی میں یقین اختیاری مطلوب ہے۔ یقین اضطراری مطلوب ومراد نہیں،ورنہ تکلیف کا مفہوم باطل ہوجائے گا،نیز بہت سے کفار ومشرکین اور یہود ونصاریٰ کو اسلام کی حقانیت کا یقین اضطراری حاصل تھا،اس کے باوجود ان لوگوں مومن نہیں تسلیم کیا گیا،کیوں کہ یقین اختیاری یعنی تصدیق شرعی مفقود تھی۔

علامہ تفتازانی نے علم ومعرفت اورتصدیق شرعی کا فرق بیان کرتے ہوئے رقم فرمایا:

(فاحتیج الفرق بین العلم بما جاء به النبی علیه السلام وهو معرفته وبین التصدیق لیصح کون الاول حاصلا للمعاندین دون الثانی-وکون الثانی ایمانا دون الاول-فاقتصر بعضهم علیٰ ان ضد التصدیق هو الانکار والتکذیب وضد المعرفة النکارة والجهالة-والیه اشار الامام الغزالی رحمه اللّٰه حیث فسر التصدیق بالتسلیم-فانه لا یکون مع الانکار والاستکبار بخلاف العلم والمعرفة.

وفصل بعضهم زیادة تفصیل وقال:التصدیق عبارة عن ربط القلب بما علم من اخبار المخبر وهو امر کسبی یثبت باخبار المصدق-ولهذا یؤمر ویثاب علیه-بل یجعل رأس العبادات بخلاف المعرفة-فانها ربما یحصل بلا کسب کمن وقع بصره علی جسم فحصل له معرفة انه جدار او حجر.

وحققه بعض المتاخرین زیادة تحقیق فقال:المعتبر فی الایمان هو التصدیق الاختیاری ومعناه نسبة الصدق الی المتکلم اختیارا-وبهذا القید یمتاز عن التصدیق المنطقی المقابل للتصور -فانه قد یخلو عن الاختیار کما اذا ادعی النبی النبوة واظهر المعجزة فوقع فی القلب صدقه ضرورة من غیر ان ینسب الیه اختیارا-فانه لا یقال فی اللغة انه صدقه-فلا

یکون ایمانا شرعیا-کیف والتصدیق مامور بہ فیکون فعلا اختیاریا زائدا علی العلم:الخ) (شرح المقاصد: جلد پنجم:ص185-186-عالم الکتب بیروت)

ترجمہ: پس حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لائے ہوئے امر کے علم ومعرفت اور تصدیق کے درمیان فرق کرنے کی ضرورت ہوئی، تاکہ اول(علم ومعرفت) کا معاندین کے لیے حاصل ہونا صحیح ہو جائے، نہ کہ دوم(تصدیق) کا، اور دوم کا ایمان ہونا صحیح ہو، نہ کہ اول کا، پس بعض علما نے اس پر اکتفا کیا کہ تصدیق کی ضد انکار وتکذیب ہے اور معرفت کی ضد لاعلمی وجہالت ہے، اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی جانب اشارہ کیا، اس طرح کہ انہوں نے تصدیق کی تفسیر تسلیم سے کیا، کیوں کہ تسلیم انکار ومکابرہ کے ساتھ نہیں ہوتی ہے، برخلاف علم ومعرفت کے۔

بعض علما نے زیادہ تفصیل کی اور فرمایا: مخبر کے خبر دینے سے جو معلوم ہو، قلب کا اس سے مرتبط ہو جانے(مان لینے) کا نام تصدیق ہے، اور یہ کسبی امر ہے کہ تصدیق کرنے والے کے خبر دینے سے ثابت(معلوم) ہوتی ہے، اسی وجہ سے تصدیق کا حکم دیا جاتا ہے اور اس پر ثواب دیا جاتا ہے، بلکہ تصدیق کو عبادات کی اصل بنایا گیا ہے، برخلاف معرفت کے، کیوں کہ معرفت کبھی بلا کسب حاصل ہو جاتی ہے جیسے جس کی نظر کسی جسم پر پڑی تو اسے معرفت حاصل ہو جاتی ہے کہ یہ دیوار یا پتھر ہے۔

اور بعض محققین نے زیادہ تحقیق کی اور فرمایا: ایمان میں تصدیق اختیاری معتبر ہے اور اس کا معنی ہے، اختیار کے ساتھ متکلم کی طرف سچائی کی نسبت کرنا، اور اس قید سے وہ تصدیق منطقی سے ممتاز ہو جاتی ہے جو کہ تصور کے مقابل ہے، کیوں کہ تصدیق منطقی کبھی اختیار سے خالی ہوتی ہے، جیسے جب کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا اور معجزہ ظاہر فرمایا تو دل میں بدیہی طور پر ان کی سچائی ثابت ہو جاتی ہے، بغیر اس کے کہ ان کی طرف اختیار کے ساتھ سچائی کی نسبت کی جائے، کیوں کہ(اس کو) لغت میں یہ نہیں کہا جاتا ہے کہ اس نے اس کی تصدیق کی، پس

وہ شرعی ایمان وتصدیق نہیں ہے، بھلا وہ تصدیق شرعی کیسے ہوسکتی ہے، حالاں کہ تصدیق شرعی کا حکم دیا گیا ہے تو وہ فعل اختیاری ہوگی،علم ومعرفت پر زائد ہوگی۔

منقولہ بالا اقتباس سے واضح ہوگیا کہ ایمان میں یقین اختیاری پایا جاتا ہے۔

تصدیق منطقی یہ ہے کہ نسبت کے نفس الامر کے مطابق ہونے کا یقین ہو،خواہ اس کو تسلیم کرے یا تسلیم نہ کرے، جیسے یہود ونصاریٰ کو حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے کا یقین حاصل تھا،لیکن ان لوگوں نے اسے تسلیم نہ کیا،پس وہ کافر قرار پائے۔تصدیق شرعی میں تسلیم کی شرط ہے کہ اس امر یقینی کو تسلیم کیا جائے اور مانا جائے۔

علامہ سید شریف جرجانی نے رقم فرمایا:((**التصدیق للرسول فیما علم مجیئه به ضرورةً تفصیلًا**)**فِیْمَا عُلِمَ تَفْصِیْلًا**(**وَاِجْمَالًا**)**فِیْمَا عُلِمَ اِجْمَالًا–فَهُوَ فِی الشَّرْعِ تَصْدِیْقٌ خَاصٌّ**)(شرح مواقف:ص718-مطبع نول کشور لکھنو)

ترجمہ:حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جس امر کو لانا بدیہی طور پر ثابت ہو،اس امر میں حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تصدیق کرنا(ایمان) ہے،جس کا تفصیلی علم ہو، اس کی تفصیلی تصدیق کرنا اور جس کا اجمالی علم ہو،اس کی اجمالی تصدیق کرنا(ایمان) ہے، پس یہ شریعت میں ایک خاص تصدیق ہے۔

علامہ تفتازانی نے رقم فرمایا:(**لان المخطئ فی الاصول والعقائد یعاقب،بل یُضَلَّلُ اَوْ یُکَفَّرُ–لان الحق فیها واحد اجماعًا– <u>والمطلوب هو الیقین الحاصل بالادلة القطعیة</u>–اذ لا یعقل حدوث العالم وقدمه–وجواز روية الصانع وعدمه–فالمخطئ فیها مخطئ ابتداءً وانتهاءً**)

(التلویح: جلد دوم:ص121)

ترجمہ:اس لیے کہ اصول(قطعی مسائل)اور عقائد میں خطا کرنے والا قابل سزا ہے ، بلکہ گمراہ یا کافر ہے، کیوں کہ اس میں بالاجماع ایک ہی حق ہے،اور(ان میں)وہ یقین

مطلوب ہوتا ہے جوقطعی دلیلوں سے حاصل ہو،اس لیے کہ دنیا کا قدیم اور حادث ہونا غیر معقول ہے،اور اللہ تعالیٰ کی رویت کا جواز اور عدم جواز غیر معقول ہے، پس اس میں خطا کرنے والا ابتداءًاور انتہاءًخطا کرنے والا ہے۔

قطعیات میں قطعی دلیل سے حاصل ہونے والا یقین مطلوب ہے۔جواس پر یقین نہ کرے،اس پر شرعی حکم وارد ہوگا۔قطعیات میں اجتہاد واختلاف کی اجازت نہیں ہے۔

یقین اضطراری اور یہود ونصاریٰ وکفار ومشرکین

یہود ونصاریٰ کو ہمارے رسول حضور اقدس سرور دوجہاں علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت ورسالت کی حقانیت کا یقین اضطراری حاصل تھا،لیکن وہ تصدیق شرعی (یقین اختیاری) سے محروم تھے،لہٰذا اللہ تعالیٰ نے انہیں قرآن مقدس میں کافر قرار دیا۔

ارشاد الٰہی ہے:(**الذین آتینٰھم الکتٰب یعرفونہ کما یعرفون ابنائھم**)

(سورہ بقرہ: آیت 146)

ترجمہ:جنہیں ہم نے کتاب عطا فرمائی،وہ اس نبی کوایسا پہچانتے ہیں جیسے آدمی اپنے بیٹوں کو پہچانتا ہے۔(کنزالایمان)

یہود ونصاریٰ کو جیسے اپنے بیٹوں پر یقین تھا کہ یہ ہمارے بیٹے ہیں،اسی طرح یہ یقین تھا کہ حضور اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ورسول ہیں جن کی آمد کی بشارت توریت وانجیل میں دی گئی ہے۔توریت وانجیل میں حضور اقدس نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی واضح نشانیاں اور علامتیں بیان کی گئی تھیں۔ان نشانیوں کے سبب یہود ونصاریٰ کو یقین اضطراری حاصل تھا کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی آخری نبی ورسول ہیں جن کی نشانیاں توریت وانجیل میں بیان کی گئی ہیں۔اسی طرح بہت سے کفار ومشرکین کو بھی معجزات دیکھ کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حقانیت وصداقت کا یقین تھا،لیکن وہ قبائلی تعصب یا کسی دوسری وجہ سے ایمان قبول نہ کرسکے۔

علامہ تفتازانی نے رقم فرمایا:(وقد بین بقوله صلی الله علیه وسلم:الایمان ان تؤمن بالله......الحدیث-غایة الامر انه خص بالتصدیق بامور مخصوصة ومعناه ما یعبر عنه بکرویدن وراست کوئی داشتن-ویقابله التکذیب وینافیه التردد-وهو غیر العلم والمرفة-لان من الکفار من کان یعرف ولا یصدق-قال الله:(اللذین آتیناهم الکتاب یعرفونه کما یعرفون ابنائهم) (وان اللذین اوتوا الکتاب لیعلمون انه الحق)(وجحدوا بها واستیقنتها انفسهم)

وبین الفرق بان المقابل للتصدیق الانکار والتکذیب-وللمعرفة النکر والجهالة-ولهذا قد یفسر بالتسلیم وبالعکس-وبان التصدیق ربط القلب علی ما علم من اخبار المخبر وهو کسبی اختیاری-ولهذا یؤمر به ویثاب علیه-والمعرفة ربما تحصل بلا کسب-ولقد زاد من قال:المعتبر فی الایمان التصدیق الاختیاری-ومعناه نسبة الصدق الی المتکلم اختیارا -وبهذا یمتاز عما جعل فی المنطق مقابلا للتصور فانه قد یخلو عن الاختیار فلا یکون تصدیقا فی اللغة-فلا یکون ایمانا فی الشرع-کیف والتصدیق مامور به-فیکون فعلا اختیاریا هو ایقاع النسبة اختیارا)

(شرح المقاصد: جلد پنجم:ص183-184-عالم الکتب بیروت)

ترجمہ:حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے ارشاد مبارک کے ذریعہ بیان فرمایا ہے کہ ایمان اللہ تعالیٰ کو ماننا ہے......الحدیث

غایت امر یہ کہ تصدیق شرعی کو چند خاص امور کے ساتھ مخصوص کر دیا گیا اور تصدیق کا معنی وہ ہے جس کو گرویدن (معتقد ہونا) اور راست گوداشتن (سچا ماننا) سے تعبیر کیا جاتا ہے، اور اس کی ضد تکذیب ہے اور تردد اس کے منافی ہے،اور یہ تصدیق علم ومعرفت کے علاوہ ہے، کیوں کہ بہت سے کفار معرفت رکھتے تھے،لیکن تصدیق نہیں کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جنہیں ہم نے کتاب عطا فرمائی، وہ اس نبی کو ایسا پہچانتے ہیں جیسے آدمی اپنے بیٹوں کو پہچانتا ہے۔ (کنزالایمان) اور وہ جنہیں کتاب ملی ہے، ضرور جانتے ہیں کہ یہ ان کے رب کی طرف سے حق ہے۔ (کنزالایمان)

اوران کے منکر ہوئے، اوران کے دلوں میں ان کا یقین تھا۔ (کنزالایمان)

اور (تصدیق ومعرفت کے درمیان) فرق بیان کیا گیا کہ تصدیق کا مقابل انکار وتکذیب ہے اور معرفت کی ضد لاعلمی وجہالت ہے، لہٰذا کبھی (تصدیق کی) تسلیم سے تفسیر کی جاتی ہے اور اس کے برعکس (تسلیم کی تفسیر تصدیق سے کی جاتی ہے) اور یہ تفسیر کی جاتی ہے کہ تصدیق دل کا اس سے مرتبط ہوجانا (اس کا معتقد ہوجانا) ہے جو مخبر کے خبر دینے سے معلوم ہوا، اور یہ کسبی واختیاری امر ہے، اسی لیے تصدیق کا حکم دیا جاتا ہے اور اس پر ثواب دیا جاتا ہے، اور معرفت کبھی بلا کسب حاصل ہوتی ہے۔

اوراس نے اضافہ کیا ہے جس نے کہا کہ ایمان میں تصدیق اختیاری معتبر ہے اور اس کا معنی ہے: اختیار کے ساتھ متکلم کی طرف سچائی کی نسبت کرنا، اور (تصدیق شرعی) اس قید کے ذریعہ اس سے ممتاز ہوجاتی ہے جس کو منطق میں تصور کا مقابل بنایا گیا، کیوں کہ تصدیق منطقی کبھی اختیار سے خالی ہوتی ہے، پس وہ لغت میں تصدیق نہیں ہے، پس وہ شریعت میں ایمان نہیں ہے۔ بھلا وہ تصدیق شرعی کیسے ہوسکتی ہے، حالاں کہ تصدیق شرعی کا حکم دیا گیا ہے تو وہ فعل اختیاری ہوگی، وہ اختیار کے ساتھ نسبت کو واقع کرنا ہے۔

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا: ''اس میں شک نہیں کہ ابوطالب تمام عمر حضور سیّد المرسلین سیّد الاولین والآخرین سید الابرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم الیٰ یوم القرار کی حفظ وحمایت وکفایت ونصرت میں مصروف رہے۔ اپنی اولاد سے زیادہ حضور کو عزیز رکھا، اوراس وقت میں ساتھ دیا کہ ایک عالم حضور کا دشمن جاں ہوگیا تھا، اور حضور کی محبت میں اپنے تمام عزیزوں قریبوں سے مخالفت گوارا کی، سب کو چھوڑ دینا قبول کیا، کوئی دقیقہ

غمگساری و جاں نثاری کا نام مرعی نہ رکھا، اور یقیناً جانتے تھے کہ حضور افضل المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے سچے رسول ہیں۔ان پر ایمان لانے میں جنت ابدی اور تکذیب میں جہنم دائمی ہے۔بنو ہاشم کو مرتے وقت وصیت کی کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تصدیق کرو، فلاح پاؤ گے۔نعت شریف میں قصائد ان سے منقول، اور اُن میں براہ فراست وہ امور ذکر کیے کہ اس وقت تک واقع نہ ہوئے تھے۔ بعد بعثت شریف ان کا ظہور ہوا۔ یہ سب احوال مطالعہ احادیث ومراجعت کُتب سیر سے ظاہر۔

ایک شعر ان کے قصیدے کا صحیح بخاری شریف میں بھی مروی:

وابیض یستسقی الغمام بوجهه ثمال الیتامٰی عصمة للارامل

(وہ گورے رنگ والے جن کے رُوئے روشن کے توسّل سے مینہ برستا ہے،یتیموں کے جائے پناہ، بیواؤں کے نگہبان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ت)

محمد بن اسحٰق تابعی صاحبِ سیر ومغازی نے یہ قصیدہ بتمامہا نقل کیا جس میں ایک سو دس بیتیں مدحِ جلیل ونعتِ منیع پر مشتمل ہیں۔شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ، شرح صراطِ مستقیم میں اس قصیدہ کی نسبت فرماتے ہیں:

دلالت صریح دارد بر کمال محبت ونہایت نبوت او، انتہی۔

(یہ قصیدہ ابوطالب کی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ کمال محبت اور آپ کی نبوت کی انتہائی معرفت پر دلالت کرتا ہے۔ت)

مگر مجرد ان امور سے ایمان ثابت نہیں ہوتا۔کاش یہ افعال واقوال اُن سے حالتِ اسلام میں صادر ہوتے تو سیّدنا عباس، بلکہ ظاہراً سیّدنا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی افضل قرار پاتے اور افضل الاعمام حضور افضل الانام علیہ وعلیٰ آلہ وافضل الصلوٰۃ والسلام کہلائے جاتے۔تقدیر الٰہی نے بربنا اُس حکمت کے جسے وہ جانے یا اُس کا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم،انہیں گروہِ مسلمین وغلامانِ شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں شمار کیا جانا منظور نہ

فرمایا:(فاعتبروا یا اولی الابصار)(تو عبرت لواے نگاہ والو!ت)

صرف معرفت گوکیسی ہی کمال کے ساتھ ہو، ایمان نہیں۔ دانستن و شناختن اور چیز ہے اور اذعان و گرویدن اور۔کم کافر تھے جنہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سچے پیغمبر ہونے کا یقین نہ تھا۔

(جحدوا بها واستيقنتها انفسهم)

(اوران کے منکر ہوئے اوران کے دلوں میں ان کا یقین تھا۔ت)

اور علمائے اہل کتاب تو عموماً جزم کلی رکھتے تھے حتی کہ یہ امران کے نزدیک کالعیان سے بھی زائد تھا۔معائنہ میں بصر غلطی بھی کرتی ہے اور یہاں کسی طرح کا شبہ واحتمال نہ تھا۔

قال جل وعلا(اللہ جل وعلا نے فرمایا):(يعرفونه كما يعرفون ابناء هم)

(وہ اس نبی کوایسا پہچانتے ہیں جیسے آدمی اپنے بیٹوں کو پہچانتا ہے۔ت)

وقال عزمن قائل:

(فلما جاء هم ما عرفوا كفروا به فلعنة الله على الكفرين)

(توجب تشریف لایاان کے پاس وہ جانا پہچانا،اس کے منکر ہو بیٹھے تو اللہ کی لعنت منکروں پر۔ت)

وقال جل ذكره:(يجدونه مكتوباً عندهم فى التورٰة والانجيل)

(لکھاہواپائیں گے اپنے پاس توریت اور انجیل میں۔ت)

بعض کورچشم بدباطن وہابیہ عصر کہ اس میں کلام کرتے اور کہتے ہیں:اگر اہل کتاب کے یہاں حضور کا ذکر رسالت ہوتا تو ایمان کیوں نہ لاتے۔نصوص قاطعہ سے انکار اور خدا ورسول کی تکذیب اور یہود ونصارٰی کی حمایت وتصدیق کرنے والے ہیں۔اعوذ باللہ من وسواس الشیطان(میں شیطان کے وسوسوں سے پناہ مانگتا ہوں۔ت)

شرح عقائد نسفی میں ہے:(ليست حقيقة التصديق ان تقع فى القلب نسبة

الصدق الی الخبر والمخبر من غیراذعان وقبول-بل هو اذعان وقبول لذٰلک بحیث یقع علیه اسم التسلیم علی ما صرح به الامام الغزالی)

(حقیقت تصدیق یہ نہیں کہ دل میں خبر یا مخبر کی سچائی کی نسبت واقع ہوجائے بغیر اذعان وقبول کے، بلکہ وہ تو اذعان اوراس طرح قبول کرنا ہے کہ اس پر اسمِ تسلیم واقع ہو، جیسا کہ امام غزالی علیہ الرحمہ نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔ت)

اسی میں ہے:(**بعض القدریة ذهب الی ان الایمان هو المعرفة واطبق علماؤنا علٰی فساده-لان اهل الکتاب کانوا یعرفون نبوة محمد صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم کما کانوا یعرفون ابناء هم مع القطع بکفرهم لعدم التصدیق-ولان من الکفار من کان یعرف الحق یقینا-وانما کان ینکرعناداً او استکباراً قال اللّٰه تعالٰی:(وجحدوا بها واستیقنتها انفسهم)**

(بعض قدریہ اس طرف گئے ہیں کہ ایمان فقط معرفت کو کہتے ہیں،اور ہمارے علما کا اس قول کے فساد پر اجماع ہے، کیوں کہ اہل کتاب محمد مصطفٰی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت کو ایسے پہچانتے تھے جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے تھے،اس معرفت کے باوجود ان کا کفر قطعی ہے، کیوں کہ وہاں تصدیق نہیں پائی گی،اوراس لیے بھی کہ بعض کافر یقینی طور پر حق کو پہچانتے تھے اور محض عناد وتکبر کی وجہ سے انکار کرتے تھے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا؛ حالاں کہ ان کے منکر ہوئے اوران کے دلوں میں ان کا یقین تھا۔ت)

محقق دوانی شرح عقائد عضدی میں فرماتے ہیں:

(التلفظ بکلمتی الشهادتین مع القدرة علیه شرط فمن اخل به فهو کافر مخلد فی النار-ولا تنفعه المعرفة القلبیة من غیر اذعان وقبول-فان من الکفار من کان یعرف الحق یقینا-وکان انکاره عنادًا واستکبارًا کما قال اللّٰه تعالٰی:(وجحدوا بها واستیقنتها انفسهم ظلمًا وعلوًا)

(شہادت (توحید ورسالت کی شہادت) کے دوکلموں کے ساتھ تلفظ کرنا جب کہ اس پر قادر ہو، ایمان کی شرط ہے تو جس نے اس میں کوتاہی کی تو وہ کافر ہے اور دائمی طور پر جہنم میں رہنے والا ہے، اور اذعان وقبول کے بغیر معرفتِ قلبی اس کو نفع نہیں دے گی، کیوں کہ بعض کافر ایسے ہیں جو یقینی طور پر حق کو پہچانتے تھے، ان کا انکار عناد وتکبر کی وجہ سے تھا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور ان کے منکر ہوئے حالاں کہ ان کے دلوں میں ان کا یقین تھا ظلم اور تکبر کی وجہ سے۔ ت)

(شرح المطالب: فتاویٰ رضویہ: جلد29:ص657-660- جامعہ نظامیہ لاہور)

الغرض تصدیق اختیاری ایمان ہے اور تصدیق اضطراری ایمان نہیں ہے۔ تصدیق اختیاری ہر ایک کو حاصل نہیں ہوتی ہے اور تصدیق اضطراری ہر ایک کو حاصل ہوتی ہے۔

ایمان بالغیب اور یقین اختیاری

بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دیدار الٰہی کا مطالبہ کیا، تا کہ یقین اضطراری حاصل ہو جائے، لیکن یہ مطالبہ پورا نہیں کیا گیا، کیوں کہ ایمان بالغیب کا حکم ہے۔ ایمان بالغیب میں یقین اختیاری ہوتا ہے، اور ایمان میں یقین اختیاری مطلوب ہے، گر چہ بعض ضروریات دین کا یقین اضطراری بھی حاصل ہو۔

(1)(وَاِذْ قُلْتُمْ یٰمُوْسٰی لَنْ نُّؤْمِنَ لَکَ حَتّٰی نَرَی اللّٰہَ جَھْرَۃً فَاَخَذَتْکُمُ الصّٰعِقَۃُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ)(سورہ بقرہ: آیت55)

ترجمہ: اور جب تم نے کہا: اے موسیٰ! ہم ہرگز تمہارا یقین نہ لائیں گے جب تک علانیہ خدا کو نہ دیکھ لیں تو تمہیں کڑک نے آلیا اور تم دیکھ رہے تھے۔ (کنز الایمان)

(2)(یَسْـَٔلُکَ اَھْلُ الْکِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَیْھِمْ کِتٰبًا مِّنَ السَّمَاءِ فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰی اَکْبَرَ مِنْ ذٰلِکَ فَقَالُوْا اَرِنَا اللّٰہَ جَھْرَۃً فَاَخَذَتْھُمُ الصّٰعِقَۃُ بِظُلْمِھِمْ)(سورہ نساء: آیت153)

ترجمہ: اے محبوب! اہل کتاب تم سے سوال کرتے ہیں کہ ان پر آسمان سے ایک کتاب اتار دوتو وہ تو موسیٰ سے اس سے بھی بڑا سوال کر چکے کہ بولے ہمیں اللہ کوعلانیہ (ظاہر کرکے) دکھادوتو انہیں کڑک نے آلیاان کے گناہوں پر۔(کنزالایمان)

قرآن مجید کی متعدد آیات مقدسہ میں ایمان بالغیب کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوقات کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کے وجود کا یقین کیا جائے۔عقل کے ذریعہ غور وفکر کر کے شبہات باطلہ کو دور کیا جائے۔یہی یقین اختیاری ہے۔شبہات باطلہ کو دور کرنے کے واسطے حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بعثت ہوئی۔ختم نبوت کے بعد یہ ذمہ داری علمائے اسلام کے سپرد ہے کہ وہ شبہات باطلہ دور کریں۔موت کے وقت حالت نزع میں سب کچھ دیکھ کر کافر ایمان لائے تو یہ ایمان معتبر نہیں۔اسی طرح قیامت میں کفار سب کچھ دیکھ کر ایمان لائیں گے۔یہ ایمان معتبر نہیں۔وہ دنیا میں دوبارہ بھیجے جانے کی تمنا بھی کریں گے، لیکن مرتے ہی موقع ہاتھ سے نکل جاتا ہے۔جو کچھ کرنا ہے،موت سے پہلے کرلیا جائے۔

منافقین کو یقین اختیاری حاصل نہیں تھا

منافقین کو یقین اختیاری حاصل نہیں تھا،اسی لیے انہیں کافر قرار دیا گیا۔

ارشادالٰہی ہے:(**اِذَا جَآئَکَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْہَدُ اِنَّکَ لَرَسُوْلُ اللّٰہِ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ اِنَّکَ لَرَسُوْلُہٗ وَاللّٰہُ یَشْہَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَکٰذِبُوْنَ**)

(سورہ منافقون: آیت 1)

ترجمہ:جب منافق تمہارے حضور حاضر ہوتے ہیں، کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضور بے شک یقیناً اللہ کے رسول ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ تم اس کے رسول ہو، اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق ضرور جھوٹے ہیں۔(کنزالایمان)

منافقین اپنی گواہی میں جھوٹے تھے، کیوں کہ وہ لوگ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم کواپنے دل سے اللہ کا رسول نہیں مانتے تھے، بلکہ زبان سے صرف جھوٹی گواہی دیتے تھے۔

کفار ومشرکین اور مرتدین وضالین اور یقین اختیاری

(1) کفار ومشرکین کو اسلام کی حقانیت کا یقین اختیاری حاصل نہیں ہوتا ہے۔

(2) مرتدین کو بعض ضروریات دین کا یقین اختیاری حاصل نہیں ہوتا ہے، لہٰذا وہ خارج اسلام قرار پاتے ہیں۔ضروریات دین کی دلیل قطعی الدلالت بالمعنی الاخص (مفسر) وقطعی الثبوت بالمعنی الاخص (متواتر) ہوتی ہے،لیکن مرتدین کو شبہہ لاحق ہوجاتا ہے،جس کے سبب یقین اختیاری حاصل نہیں ہوپاتا ہےاوروہ خارج اسلام قرار پاتے ہیں۔

(3) ضالین کو ضروریات اہل سنت میں سے کسی امر کا یقین اختیاری حاصل نہیں ہو پاتا ہے،لہٰذا وہ خارج اہل سنت قرار پاتے ہیں۔ضروریات اہل سنت کی دلیل قطعی بالمعنی الاعم ہوتی ہے۔ضلالت کے مختلف درجات ہیں۔ضروریات اہل سنت کے علاوہ بھی متعدد امور کے انکار کے سبب ضلالت وگمرہی کا حکم نافذ ہوتا ہے۔

تصدیق شرعی سے خاص قسم کی تصدیق مراد

ایمان کی تعریف میں تصدیق سے یقینی اعتقاد مراد ہے،یعنی یقین بھی ہو،اوراعتقاد بھی ہو۔تصدیق منطقی میں اعتقاد کی ضرورت نہیں، نیز تصدیق منطقی ظن کو بھی شامل ہوتی ہے۔

علامہ سید شریف جرجانی نے رقم فرمایا:((**التصدیق للرسول فیما علم مجیئه به ضرورۃً تفصیلًا)فِیْمَا عُلِمَ تَفْصِیْلًا(وَاِجْمَالًا)فِیْمَا عُلِمَ اِجْمَالًا-فَهُوَ فِی الشَّرْعِ تَصْدِیْقٌ خَاصٌّ**)(شرح مواقف:ص718-مطبع نول کشور لکھنو)

ترجمہ:حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جس امر کو لانا بدیہی طور پر ثابت ہو،اس امر میں حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تصدیق کرنا(ایمان) ہے،جس کا تفصیلی علم ہو، اس کی تفصیلی تصدیق کرنا اور جس کا اجمالی علم ہو،اس کی اجمالی تصدیق کرنا(ایمان) ہے،

پس یہ شریعت میں ایک خاص تصدیق ہے۔

علامہ تفتازانی شافعی نے تصدیق شرعی کی تفصیل شرح مقاصد(جلد پنجم:ص175 تا ص192-عالم الکتب بیروت)میں رقم فرمائی ہے۔

علامہ سعدالدین تفتازانی شافعی نے تصدیق شرعی کے بارے میں رقم فرمایا:

(المعتبر فی التصدیق هو الیقین اعنی الاعتقاد الجازم المطابق)

(شرح المقاصد: جلد پنجم:ص218-عالم الکتب بیروت)

ترجمہ:تصدیق میں یقین معتبر ہے،یعنی نفس الامر کے مطابق یقینی اعتقاد۔

علامہ تفتازانی نے رقم فرمایا:**(ان الایمان یزید وینقص-ومنعه الجمهور لما انه اسم للتصدیق البالغ حد الیقین-وهو لا یتفاوت)**

(شرح المقاصد جلد پنجم:ص210-عالم الکتب بیروت)

ترجمہ:ایمان بڑھتا گھٹتا ہے اور جمہور علما نے اس کی نفی کی، کیوں کہ ایمان اس تصدیق کا نام ہے جو حد یقین تک پہنچا ہو،اور یہ متفاوت نہیں ہوتا ہے۔

علامہ خیالی نے تصدیق وایمان کے مفہوم کو بیان کرتے ہوئے رقم فرمایا:

(ان المعنی المعبر عنه"بگرویدن"امر قطعی-وقد نص علیه فی شرح المقاصد-ولذا یکفی فی باب الایمان الذی هو التصدیق البالغ حد الجزم والاذعان-مع ان التصدیق المنطقی یعم الظنی بالاتفاق)

(حاشیۃ الخیالی علیٰ شرح العقائد:ص125)

ترجمہ:وہ معنی جس کو"گرویدن"سے تعبیر کیا جاتا ہے،قطعی امر ہے۔شرح مقاصد میں اس کی صراحت کی گئی ہے،اسی لیے باب ایمان میں وہ تصدیق کافی ہوگی جو تصدیق جزم ویقین تک پہنچی ہوئی ہو،حالاں کہ تصدیق منطقی بالاتفاق ظنی کو عام ہوتی ہے۔

تصدیق منطقی ظن ویقین دونوں کو شامل ہوتی ہے۔تصدیق منطقی دونوں سے عام ہے۔

ملاعصام نے رقم فرمایا:(والمعنی الذی یعبر عنہ فی الفارسیۃ"بگرویدن" ہو التصدیق المقابل للتصور-ولکن الایمان اخص من التصدیق المذکور فی اوائل کتب المیزان کالتصدیق فی کتب الکلام-لان التصدیق فی کتب الکلام قِسْمٌ لِلْعِلْمِ الْمُفَسَّرِ بِمَا لَا یَحْتَمِلُ الظَّنَّ وَالْجَهْلَ وَالتَّقْلِیْدَ بِخَلَافِ کُتُبِ الْمِیْزَانِ)(حاشیۃ ملاعصام علی شرح العقائد النسفیہ:ص125)

ترجمہ:وہ معنی جس کو فارسی میں ''گرویدن'' سے تعبیر کیا جاتا ہے،یہ وہ تصدیق ہے جو تصور کے مقابل ہے،لیکن ایمان کتب منطق کے شروع میں مذکور تصدیق سے خاص ہوتا ہے ،جیسے علم کلام کی کتابوں میں (مذکور) تصدیق ، کیوں کہ علم کلام کی کتابوں میں (مذکور) تصدیق اس علم کی قسم ہے جس کی تشریح اس سے کی جاتی ہے کہ وہ ظن،جہل اور تقلید کا احتمال نہیں رکھتا ہے، برخلاف منطق کی کتابوں کے۔

ایمان کی تعریف میں تصدیق سے یقین مراد ہے۔اس میں ظن،جہل اور تقلید کی گنجائش نہیں، نیز تصدیق شرعی کے مفہوم میں یقین کے ساتھ اعتقاد کا مفہوم بھی شامل ہے، جب کہ تصدیق منطقی میں اعتقاد کا مفہوم شامل نہیں،اس طرح تصدیق شرعی اور تصدیق منطقی میں فرق ہے۔بہت سے لوگوں کو اسلام کی حقانیت کا یقین ہوجاتا ہے،لیکن وہ اسلام کو قبول نہیں کرتے ،پس یقین الگ ہے اور اعتقاد الگ۔ایمان اس یقین کا نام ہے جس کے ساتھ اعتقاد بھی ہو۔ابوطالب کو بھی اسلام کی حقانیت کا یقین تھا،لیکن اسلام قبول نہ کرسکے۔فارسی لفظ''گرویدن'' کا معنی معتقد ہونا ہے۔تصدیق شرعی میں اعتقاد کا مفہوم شامل ہے۔

ایمان اجمالی اور ایمان تفصیلی کا بیان

(1)امام نجم الدین عمر بن محمد نسفی حنفی نے رقم فرمایا:(الایمان ہو التصدیق بما جاء بہ من عند اللہ تعالیٰ)(العقائد النسفیۃ مع شرح التفتازانی:ص119)

ترجمہ:ایمان اس کی تصدیق کرنا ہے جواللہ تعالیٰ کی جانب سے لے کر آئے۔

(2)علامہ تفتازانی نے رقم فرمایا:(**ای تصدیق النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم بالقلب فی جمیع ما عُلِمَ بالضرورۃ مَجِیْئُہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بہ من عند اللّٰہ تَعَالٰی اجمالًا-فانہ کافٍ فی الخروج عن عھدۃ الایمان-ولا تنحط درجتُہ عن الایمان التفصیلی**)(شرح العقائد النسفیہ:ص120:مجلس برکات مبارکپور)

ترجمہ:یعنی ان تمام امور میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اجمالی طور پر تصدیق دل سے کرنا ہے جن امور کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اللہ تعالیٰ کی جانب سے لانا بدیہی طور پر ثابت ہے، کیوں کہ اجمالی تصدیق فریضہ ایمان کی ادائیگی میں کافی ہے اور ایمان اجمالی کا درجہ ایمان تفصیلی سے کم نہیں ہوگا۔

جب اجمالی ایمان کافی ہے تو مومن ہونے کے لیے تمام اسلامی عقائد کو تفصیلی طور پر جاننا بھی شرط نہیں، پھر تمام عقائد کی تحقیق یعنی دلیل سے جاننے کی شرط، یا تمام عقائد ضروریہ دینیہ کو عقلی دلیل سے جاننے کی شرط کیسے ہوگی۔معتزلہ کا مذہب یہی ہے کہ تمام عقائد اسلامیہ کو عقلی دلیل کے ساتھ جاننا لازم ہے،اس طرح کہ منکرین کے شبہات کا جواب دے سکے۔

مندرجہ ذیل عبارتوں میں ایمان اجمالی کے کافی ہونے کا ذکر ہے۔

(3)علامہ سید شریف جرجانی نے رقم فرمایا:((**التصدیق للرسول فیما علم مجیئہ بہ ضرورۃً تفصیلًا)فِیْمَا عُلِمَ تَفْصِیْلًا(وَاِجْمَالًا)فِیْمَا عُلِمَ اِجْمَالًا-فَھُوَ فِی الشَّرْعِ تَصْدِیْقٌ خَاصٌّ**)(شرح مواقف:ص718-مطبع نول کشور لکھنو)

ترجمہ:حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جس امر کو لانا بدیہی طور پر ثابت ہو،اس امر میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تصدیق کرنا(ایمان)ہے،جس کا تفصیلی علم ہو، اس کی تفصیلی تصدیق کرنا اور جس کا اجمالی علم ہو،اس کی اجمالی تصدیق کرنا(ایمان)ہے، پس یہ شریعت میں ایک خاص تصدیق ہے۔

(4)امام ابن حجر ہیتمی شافعی نے ضروریات دین کے بارے میں رقم فرمایا:

(ان التصدیق بذلک له جهتان-اِجْمَالِیٌّ وهو مندرج فی التصدیق بالوحدانیة ورسالة محمد صلی اللّٰہ علیه وسلم-وهذا یکفی ممن لم یخطر بباله شَیْءٌ من التفاصیل المعلومة من الدین بالضرورة-وتفصیلی وهو شرطٌ فِیْمَنْ لحظ شَیْئًا من تلک التفاصیل-فَلَا یَکون مومنًا حَتّٰی یُصَدِّقَ بِمَا لحظه اَوْ عَرَفَه مِنْهَا)(الفتاوی الحدیثیہ:ص141-دارالفکر بیروت)

ترجمہ:ضروریات دین کی تصدیق کی دوصورت ہے:(۱)اجمالی تصدیق اور یہ توحید خداوندی ورسالت مصطفوی کی تصدیق میں شامل ہے،اوراجمالی تصدیق اس کی جانب سے کافی ہے جس کے دل میں ان تفاصیل میں سے کسی کا خیال نہ گزرے جو دین سے بدیہی طور پرمعلوم ہیں،(۲)اورتفصیلی تصدیق اس کے حق میں شرط ہے جوان تفاصیل میں سے کسی کو جانے،پس وہ مومن نہیں ہوگا،یہاں تک کہ اس امر کی تصدیق کرے کہ ان میں سے جس امر کو وہ جانا یا جس کی معرفت حاصل کیا۔

(5)علامہ تفتازانی نے رقم فرمایا:(التصدیق بجمیع ما جاء به النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم اجمالًا کافٍ فی صحة الایمان-وانما یحتاج الٰی بیان الحق فی التفاصیل عند ملاحظتها-وَاِنْ کَانَتْ عَمَّا لَاخِلَافَ فِیْ تَکْفِیْرِ الْمُخَالِف فیها-کحدوث العالم-فَکَمْ مِنْ مؤمن لَمْ یعرف معنی الحادث والقدیم اصلًا ولم یخطر بباله حدیث حشر الاجساد قطعًا-لکن اذا لاحظ ذلک-فلو لم یصدق،کان کافرًا)(شرح المقاصد جلد دوم:ص270)

ترجمہ:صحت ایمان کے لیے ان تمام امور کی اجمالی تصدیق کافی ہے جن کوحضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لائے،اورتفصیلی امور میں ان کو جاننے کے وقت بیان حق کی ضرورت ہوتی ہے،اگرچہ وہ تفصیلی اموران میں سے ہوجن کے مخالف کی تکفیر میں کوئی

اختلاف نہیں ، جیسے دنیا کا حادث ہونا ، پس کتنے ہی مومن ہیں کہ وہ حادث وقدیم کا معنی بالکل نہیں جانتے ہیں اوراس کے دل میں حشر جسمانی کی بات کا قطعاً خیال نہیں آیا ،لیکن جب وہ اس کو جانے تو اگر وہ تصدیق نہ کرے تو وہ کافر ہو جائے گا۔

(6)امام ابن حجر ہیتمی شافعی نے رقم فرمایا:(اَنَّ الشَّرط فی ابتداء الایمان اِنَّمَا هوالتصديق بجميع المعلوم بالضرورة اجمالًا-فَيَكْفِىْ ذلک-ولا يشترط التصديق بالامور التفصيلية الضرورية-اِلَّا لِمَنْ عَلِمَهَا تفصيلًا-فَيُكَلَّفُ بالتَّصديق والاذعان بها-فَاِنْ صَدَّقَ وَاَذْعَنَ،اِسْتَمَرَّ عَلٰى اِيْمَانِه-وَاِلَّا كَفَرَ مِنْ حِيْنَئِذٍ) (الفتاوی الحدیثیہ:ص140-دارالفکر بیروت)

ترجمہ:ابتدائے ایمان میں صرف تمام ضروریات دین کی اجمالی تصدیق کی شرط ہے ، پس اجمالی تصدیق کافی ہوگی اور امور تفصیلیہ بدیہیہ کی تصدیق کی شرط نہیں ،مگر اس کے لیے جو ان کو تفصیلی طور پر جانے ، پس ان کی تصدیق ویقین کا وہ مکلّف ہوگا تو اگر وہ تصدیق ویقین کرلے تو وہ اپنے ایمان پر مستمر رہے گا ،ورنہ اسی وقت وہ کافر ہو جائے گا۔

(7)امام ابن حجر ہیتمی شافعی نے رقم فرمایا:(ومِنْهَا قول المحقق الكمال بن ابى شريف فى شرحه مسايرة شيخه المحقق الكمال بن الهمام:(جمهور الاشاعرة وبه قال الماتريدى-ان الايمان هو التصديق بالقلب فقط اى قبوله واذعانه لِمَا عُلِمَ بالضرورة من دين محمد صلى الله عليه وسلم بحيث تَعْلَمُهُ الْعَامَّةُ من غير نظرواستدلال-كالوحدانية والنبوة والبعث والجزاء ووجوب الصلاة والزكاة والحج وحرمة الخمر ونحوها.

ويكفى الاجمال فِيْمَا يُلَاحِظُ اِجْمَالًا كَالْاِيْمَان بالملائكة والكتب والرسل-ويشترط التفصيل فِيْمَا يُلَاحِظُ تَفْصِيْلًا كجبرئيل وميكائيل وموسٰى وعيسٰى عَلَيْهِمُ السَّلَام والتوراة والانجيل-حَتّٰى مَنْ لَمْ يُصَدِّقْ

بواحدٍ مِنْهَا كَفَرَ)اِنْتَهٰى–فافهم هذا.

اِنَّ ما علم من الدين بالضرورة–اِنْ شعر به من جَهِلَه–اِشْتَرَطَ تَصْدِيْقُه به اِجْمَالًا،اِنْ شَعُرَ به اِجْمَالًا– كالملائكة والكتب والرسل–و تَفْصِيْلًا اِنْ شَعُرَ به تَفْصِيْلًا كجبرئيل وموسٰى والتوراة–وَاَنَّه لا يشترط فى صحة الايمان–اَنْ يُصَدِّقَ بالاشياء الْمُفَصَّلَةِ اِلَّا اِذَا شَعُرَ بِهَا مُفَصَّلَةً)

(الفتاوی الحدیثیہ:ص140-دارالفکر بیروت)

ترجمہ:اورانہی میں سے محقق کمال الدین ابن ابی شریف شافعی کا قول اپنے شیخ محقق کمال ابن ہمام حنفی کی کتاب ''مسایرہ'' کی اپنی شرح میں ہے:جمہوراشاعرہ اوراسی کا قول امام ابومنصور ماتریدی نے کیا کہ ایمان صرف دل سے تصدیق کرنا ہے،یعنی اس کوقبول کرنا اوراس کا یقین کرنا ہے جودین مصطفوی سے بدیہی طور پر معلوم ہے اس طرح کہ عام مسلمین بلانظر واستدلال اس کا یقین کرتے ہوں جیسے توحید خداوندی،نبوت،حشر،جزائے اعمال، نماز،زکات وحج کی فرضیت اورشراب وغیرہ کی حرمت۔

اوران امور میں اجمالی تصدیق کافی ہے جن کواجمالی طور پر جانے جیسے فرشتوں، (اللہ تعالیٰ کی) کتابوں اوررسولوں پرایمان اورتفصیلی تصدیق کی شرط ان امور میں ہے جن کو تفصیلی طور پر جانے جیسے حضرت جبرئیل ومیکائیل وحضرت موسیٰ وعیسیٰ علیہم السلام اور توریت وانجیل پرایمان،یہاں تک کہ جوان میں سے کسی ایک کی تصدیق نہ کرے تووہ کافر ہے۔(ان کا کلام)تمام ہوا،پس اسے سمجھ لو۔

بے شک دین کا جوامر بدیہی طور پر معلوم ہے،اگر ناواقف اس کوجان لے تواس کی اجمالی تصدیق کی شرط ہے،اگر اسے اجمالی طور پر جانے،جیسے فرشتے،(اللہ تعالیٰ کی) کتابیں اورمرسلین عظام(کی اجمالی تصدیق شرط ہے)،اورتفصیلی تصدیق کی شرط ہے اگر اسے تفصیلی طور پر جانے،جیسے حضرت جبرئیل اورحضرت موسیٰ وحضرت عیسیٰ علیہم السلام(کی

تفصیلی تصدیق شرط ہے) اور ایمان کے صحیح ہونے کے لیے یہ شرط نہیں کہ امور مفصلہ کی تصدیق کرے، مگر جب ان امور کو تفصیلی طور پر جانے۔

اسلام میں داخل ہونے کے لیے ایمان اجمالی کافی ہے۔ہاں، جن امور کا تفصیلی علم ہو، اس کی تفصیلی تصدیق لازم ہے، اور ناواقف شخص کو جس امر کی تفصیل معلوم ہو جائے، اس کی تفصیلی تصدیق لازم ہے۔اگر تفصیلی علم ہو جانے کے بعد تفصیلی امور میں سے کسی ایک امر کا بھی انکار کرے گا تو منکر پر حکم شرعی نافذ ہوگا۔اگر ضروریات دین کا انکار کرے گا تو کافر قرار پائے گا۔اگر ضروریات اہل سنت کا انکار کرے گا تو متکلمین کے یہاں گمراہ قرار پائے گا۔حنفی فقہا اور ان کے مؤیدین ضروریات اہل سنت کے انکار پر تکفیر فقہی کرتے ہیں۔

الحاصل جب ایمان صحیح ہونے کے لیے تمام عقائد اسلامیہ کو تفصیلی طور پر جاننا شرط نہیں تو تمام عقائد اسلامیہ کو عقلی استدلال کے ساتھ جاننے کی شرط کیسے ہوگی۔معتزلہ کا نظریہ غلط ہے کہ تمام عقائد اسلامیہ کو عقلی استدلال کے ساتھ اس طرح جانے کہ مخالفین کے شبہات کا جواب دے سکے۔طریق نبوی اور طریق صحابہ کرام سے یہ بات ثابت نہیں ہے، نیز آج تک ائمہ امت وعلمائے ملت طریق نبوی وطریق صحابہ کرام پر قائم ہیں کہ جسے تصدیق شرعی حاصل ہے، اسے مومن مانتے ہیں، خواہ وہ شخص عقلی استدلال کرے، یا نہ کرے۔

معتزلہ دنیا سے ناپید ہو گئے۔اب صرف کتابوں میں ان کا مذہب موجود ہے۔اس مذہب کا کوئی پیروکار دنیا میں موجود نہیں۔اسی طرح قدریہ، جہمیہ، مشبہہ، کرامیہ ودیگر باطل فرقے بھی دنیا سے معدوم ہو گئے۔سواد اعظم اہل سنت وجماعت عہد رسالت سے تاامروز موجود ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ قرب قیامت تک مذہب اہل سنت کے متبعین موجود رہیں گے۔مذہب اہل سنت ہی مذہب حق وقابل اتباع ہے۔اسی پر عمل میں نجات اخروی ہے۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم وآلہ العظیم

باب ہشتم

باسمہ تعالیٰ وبحمدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الاعلیٰ وآلہ واصحابہ اجمعین

ضروریات دین تمام مومنین کے حق میں بدیہی

ضروریات دین (بدیہیات دین) کا علم وعدم علم الگ ہے اور کسی کے حق میں اس کا بدیہی ونظری ہونا الگ ہے۔کسی امر کے بدیہی ہونے سے اس کا معلوم ہونا لازم نہیں۔

امام قطب الدین رازی (٦٩٤ھ-٧٦٦ھ) نے تحریر کیا:(**لجواز ان یکون الشیء بدیھیا ومجھولا لنا**)(قطبی:ص30-طبع ہندی)

ترجمہ: کیوں کہ جائز ہے کہ شئ بدیہی ہو،اور ہمیں معلوم نہ ہو۔

رسالہ حاضرہ میں فتاویٰ رضویہ کے ایک اقتباس کی تشریح کی گئی ہے اور یہ واضح کیا گیا ہے کہ بدیہیات دین تمام مومنین کے لیے بدیہی ہوتی ہیں۔یہ بات صحیح ہے کہ کفار ومشرکین کے حق میں بدیہیات اسلام بدیہی نہیں،لیکن حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے سبب بدیہیات دین تمام مومنین کے لیے بدیہی ہیں۔ایسا نہیں کہ بدیہیات دینیہ بعض مومنین کے حق میں بدیہی ہیں اور بعض مومنین کے لیے نظری ہیں۔ضروریات دین کے بدیہی ہونے کا سبب حضور اقدس سرور دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان ہے،اور ہر مومن ایمان سے متصف ہے،پس بدیہیات دین تمام مومنین کے لیے بدیہی ہیں۔

بدیہیات دین دراصل نظری ہیں،لیکن مومنین کے حق میں وہ بدیہی کے مشابہ ہو چکے ہیں۔نظریات اصلیہ حقیقت میں بدیہی نہیں ہوتے،ورنہ انقلاب حقیقت لازم آئے گا، بلکہ کسی سبب سے بعض نظریات میں نظر وفکر کی ضرورت نہیں ہوتی ہے۔ایسے نظریات کوملحق بالبدیہی کہا جاتا ہے۔ضروریات دین (بدیہیات دین) بھی دراصل نظری ہیں،لیکن مومنین کے حق میں مثل بدیہی ہو چکی ہیں۔ضروریات دین) جملہ مومنین کے حق میں مثل بدیہی یعنی

ملحق بالبدیہی ہیں اور غیر مومنین کے لیے نظری ہیں۔ضروریات دین ایمان بالرسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سبب تمام مومنین کے حق میں ملحق بالبدیہی ہوگئیں۔

عدم علم کے سبب کوئی بدیہی کسی لاعلم کے حق میں نظری نہیں ہوجاتا ہے۔اسی طرح ہر بدیہی کا ہر شخص کو علم ہونا لازم نہیں ہے۔بے شمار بدیہی امور کا ہمیں علم نہیں۔عدم علم کے سبب وہ امور ہمارے حق میں نظری نہیں ہوسکتے۔بدیہی ہونا الگ ہے اور اس کا معلوم ہونا الگ۔

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے ہندسہ کے مسائل کے ذریعہ بدیہیات دین کے ملحق بالبدیہی ہونے کی تفہیم فرمائی۔سیاق وسباق کے ساتھ وہ عبارت درج ذیل ہے۔

ضروریات دین سے متعلق فتاویٰ رضویہ کی عبارت

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت علیہ الرحمۃ والرضوان نے رقم فرمایا:

(فسرت الضروریات بما یشترک فی علمه الخواص والعوام-اقول:المراد العوام الذین لهم شغل بالدین واختلاط بعلمائه-والا فکثیر من جهلة الاعراب لا سیما فی الهند والشرق ل ایعرفون کثیرًا من الضروریات-لابمعنٰی اَنَّهُمْ لَهَا منکرون بل هم عنها غافلون-فشتان ما عدم المعرفة ومعرفة العدم-وان کان جهلًا مرکبًا فلا تجهل.

والتحقیق عندی ان الضرورة هٰهنا بمعنی البداهة-وقد تقرران البداهة والنظریة تختلف باختلاف الناس-فرب مسألة نظریة مبنیة علٰی نظریة اُخْریٰ-اذا تَبَیَّنَ الْمَبْنٰی عند قوم حَتّٰی صَارَ اَصْلًا مُقَرَّرًا وَعِلْمًا ظَاهِرًا-فَالْاُخْریٰ التی لم تکن تحتاج فی ظهورها الا اِلٰی ظُهُوْرِ الْاُوْلٰی-تلتحق عندهم بالضروریا ت وان کانت نظریةً فی نفسها.

اَلَا تَریٰ ان کل قوس لم تبلغ ربعًا تاما من اربعة اربا ع الدور وجود

کل من القاطع والظل الاول لها بدیھی عند المھندس لا یحتاج اصلا الی اعمال نظر وتحریک فکر بعد ملاحظۃ المصادرۃ المشھورۃ المسلمۃ المقررۃ–وان کان ھو والمصادرۃ کلاھما نظریین فی انفسھما–ھکذا حال ضروریات الدین) (فتاویٰ رضویہ: جلداول:ص6-رضااکیڈمی ممبئی)

ترجمہ:ضروریات دین کی یہ تفسیر کی گئی ہے کہ وہ دینی مسائل جن کوخواص وعوام سب جانتے ہوں۔میں کہتا ہوں کہ عوام سے وہ لوگ مراد ہیں جو دینی مسائل سے مشغولیت رکھتے ہوں اورعلمائے اسلام کی صحبت میں رہتے ہوں،ورنہ بہت سے اعرابی جاہل،خاص کر ہند اورمشرقی علاقوں میں بہت سی ضروریات دین کونہیں جانتے ہیں۔اس کا یہ معنی نہیں کہ وہ اس کے منکر ہیں،بلکہ وہ ان سے ناواقف ہیں،پس عدم علم اورعلم عدم میں بڑا فرق ہے،گرچہ عدم علم جہل مرکب ہو،پس تم اس فرق سے غافل نہ رہو۔

ہماری تحقیق یہ ہے کہ ضرورت یہاں (ضروریات دین کے مسئلہ میں) بداہت کے معنی میں ہے۔یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ مختلف لوگوں کے اعتبار سے بداہت ونظریت بھی مختلف ہوتی ہے۔بہت سے نظری مسائل کی بنیاد کسی دوسرے نظری پر ہوتی ہے۔اگر وہ بنیاد کسی طبقہ کے نزدیک روشن وواضح ہوکرایک مقررہ قاعدہ اورواضح علم کی حیثیت اختیارکرلے تو دوسرا مسئلہ جس کے واضح ہونے کے لیے بس اسی پہلے مسئلہ کے واضح ہونے کی ضرورت تھی، اس طبقہ کے نزدیک بدیہیات سے ملحق ہوجاتا ہے،اگرچہ وہ بذات خودنظری تھا۔

دیکھو!اہل ہندسہ کے نزدیک مشہور ومسلم اور مانے ہوئے مصادرہ کو ملاحظہ کرنے کے بعد ہراس قوس کے لیے ظل اول اورقاطع کا وجود بدیہی ہے،جو دور کے چار ربع میں سے ایک کامل ربع کے برابر نہ پہنچے۔اس میں کسی نظر کے استعمال اورفکرکوحرکت دینے کی ضرورت نہیں،اگرچہ یہ مسئلہ اوروہ مصادرہ بذات خود دونوں نظری ہیں ۔یہی حال ضروریات دین کا ہے۔

منقولہ بالا اقتباس کا مفہوم یہ ہے کہ ضروری دینی کا یہ معنی نہیں کہ عوام وخواص سب اس کو بالفعل جانتے ہوں، بلکہ مراد یہ ہے کہ خواص وعوام تمام مومنین کو ضروریات دین کا علم بدیہی طور پر حاصل ہوتا ہے، یعنی بلا استدل حاصل ہوتا ہے، کیوں کہ ضروریات دین کے دلائل مومنین کے حق میں یقینی ہو چکے ہیں۔ضروریات دین کے دلائل کے یقینی ہو جانے کے سبب اب ان دلائل سے استدلال اور حکم شرعی کے اثبات کی ضرورت باقی نہ رہی۔

جب کسی امر نظری کے مقدمات کسی کی نظر میں یقینی اور قطعی ہو جائیں تو ترتیب مقدمات کے بغیر ہی اس کا نتیجہ اس کو یقینی طور پر حاصل ہو جاتا ہے۔اسے ترتیب مقدمات کی ضرورت نہیں ہوتی ہے۔کسی نظری کے بدیہی ہونے یعنی ملحق بالبدیہی ہونے کا مفہوم یہی ہے، جیسا کہ مسائل ہندسیہ میں اہل ہندسہ کو بعض نظری امور کا علم بلا نظر وفکر اور بغیر ترتیب مقدمات کے حاصل ہو جاتا ہے، کیوں کہ ان امور کے مقدمات ان کی نظر میں یقینی ہو جاتے ہیں۔نظری کے بدیہی ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ وہ ملحق بالبدیہی ہو جاتا ہے۔ایسا نہیں کہ وہ نظری من کل الوجوہ بدیہی ہو جاتا ہے، ورنہ انقلاب حقیقت لازم آئے گا۔اس کی تفصیل ہم نے ''تاویلات اقوال کلامیہ'' باب اول میں رقم کر دی ہے۔

ضروریات دین وہ دینی امور ہیں جو اپنی اصل کے اعتبار سے نظری ہیں، لیکن مومنین کے لیے بدیہی ہو چکی ہیں اور غیر مومنین کے لیے نظری ہیں۔ضروریات دین کے بدیہی ہونے کی وجہ حضور اقدس سرور دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت ونبوت کو تسلیم کر لینا ہے۔جب مومنین نے رسالت ونبوت کو تسلیم کر لیا تو ضروریات دین تمام مومنین کے لیے مثل بدیہی ہو گئیں اور غیر مومنین کے لیے نظری باقی رہیں۔

ضروریات دین کا بدیہی ہونا اور خواص وعوام کا ان سے واقف ہونا، یہ ضروریات دین کے لیے دو وصف ہیں۔وصف کے ختم ہونے سے اصل شئ کا ختم ہونا لازم نہیں آتا، مثلاً انسان کا وصف بولنا، سننا، دیکھنا ہے۔پتھر میں یہ اوصاف نہیں ہیں، لیکن اندھا انسان دیکھتا

نہیں، بہرا آدمی سنتا نہیں، گونگا آدمی بولتا نہیں تو اگر کوئی انسان نہ دیکھ سکے، نہ سن سکے، نہ بول سکے، یعنی اندھا، بہرا، گونگا ہوتو وہ پتھر نہیں ہو جائے گا، کیوں کہ وصف کے معدوم ہونے سے شئ کی حقیقت معدوم نہیں ہوتی ہے۔عوام وخواص اگر کسی ضروری دینی سے ناآشنا ہوں تو اس امر کا ضروری دینی ہونا ختم نہیں ہو جاتا ہے، بلکہ وہ ضروری دینی ہی رہتا ہے۔

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز کے قول (**قد تقرر ان البداهة والنظرية تختلف باختلاف الناس**) سے مراد یہی ہے کہ بعض لوگوں کے حق میں نظری مثل بدیہی ہو جاتا ہے کہ نظر واستدلال کی انہیں ضرورت نہیں ہوتی، جیسا کہ آپ نے اس کی صراحت بھی فرمائی، جیسا کہ فرمایا:(**تلتحق عندهم بالضروريا ت وان كانت نظريةً فی نفسها**)۔تفصیل ''تاویلات اقوال کلامیہ'' (باب اول) میں ہے۔

نظری کب ملحق بالبدیہی ہوتا ہے؟

نظری جب مقدمات قریبہ سے حاصل ہو جائے تو وہ اس شخص کے حق میں یقینی ہو جاتا ہے۔اسے بار بار ترتیب مقدمات کی ضرورت نہیں ہوتی، بلکہ ان مقدمات قریبہ سے بھی ذہول ہوسکتا ہے، جن مقدمات قریبہ سے اس مطلوب نظری کا حصول ہوا تھا۔

امام اہل سنت کے قول کی توضیح

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز کی عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ نظری کبھی کسی کے حق میں ملحق بالبدیہی ہو جاتا ہے، نیز یہ حکم نظری کے ساتھ خاص ہے، یعنی نظری ملحق بالبدیہی ہو جاتا ہے، لیکن بدیہی کبھی ملحق بالنظری نہیں ہوتا ہے۔یہ معاملہ یک طرفہ ہے۔بدیہی کبھی نظری نہیں ہوتا، گرچہ اس کی تفہیم کے لیے مقدمات کی ترتیب بھی دی جائے۔

بدیہی اور ملحق بالبدیہی میں فرق

بدیہی اور ملحق بالبدیہی میں فرق ہے، جیسے رباعی اور ملحق برباعی میں فرق ہے۔ملحق

ر باعی اصل میں ثلاثی ہے۔نظری کبھی بدیہی نہیں ہوتا، بلکہ ملحق بالبدیہی ہو جاتا ہے۔اسی کا ذکرامام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے فرمایا۔بدیہی کبھی نظری یا ملحق بالنظری نہیں ہوتا۔

مناطقہ کے اعتبار سے انسان کی حقیقت حیوان ناطق ہے۔یہ تصور نظری ہے،لیکن اہل منطق کے لیے یہ نظری، بدیہی کے مماثل ہوگیا۔اب انہیں استدلال کے ذریعہ انسان کے لیے حواس ظاہرہ اورحرکت ارادی یعنی حساس ومتحرک بالارادہ ہونا ثابت کرنے کی ضرورت نہیں ،نہ ہی انسان کے لیے نطقیت کو ثابت کرنے کی ضرورت ہے، بلکہ بوجہ ممارست وہ مثل بدیہی ہوگیا۔ایسے امور کوملحق بالبدیہی کہا جاتا ہے۔

ضروریات دین ونظریات دین کا بیان

(1)ضروریات دین وہ دینی امور ہیں جوحضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ منقول ہوں۔ضروریات دین میں مومنین کو یقین کا حصول بلانظر واستدلال ہوتا ہے،یعنی بطریق بداہت یقین کا حصول ہوتا ہے،اسی لیے ان کوضروریات دین (بدیہیات دین) کہا جاتا ہے۔چوں کہ یہ امورتواتر کے ساتھ حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منقول ہوتے ہیں ،اس لیے ان امور میں مومنین کونظر واستدلال کی ضرورت نہیں ہوتی ،اورمتواترعن الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہونے کی وجہ سے ان میں کسی قسم کا شبہہ بھی نہیں ہوتا ہے،یعنی نہ جانب مخالف کا احتمال قریب ہوتا ہے،نہ ہی احتمال بعید۔

(2) جن امور میں نظر واستدلال سے یقین حاصل ہوتا ہے ،ان کونظریات دین (استدلالیات) کہا جاتا ہے۔یہ وہ امور ہیں جوحضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ منقول نہ ہوں،لیکن وہ دلیل کی روشنی میں یقینی ہوں۔یہ ضروریات دین کی قسم دوم ہے۔

علامہ بحرالعلوم فرنگی محلی قدس سرہ نے رقم فرمایا:((**المصیب)من المجتھدین ای الباذلین جھدھم(فی العقلیات واحد –والا اجتمع النقیضان)لکون کل من القدم والحدوث مثلا مطابقًا للواقع (وخلاف العنبری)المعتزلی فیه**

(بظاهره غیر معقول)بل بتاویل کما سیجئی ان شاء اللّٰہ تعالٰی.

(وَالْمُخْطِئُ فِیْهَا)ای فی العقلیات(اِنْ کَانَ نَافِیًا لِمِلَّةِ الاسلام فکافرٌواٰثِمٌ علٰی اختلاف فی شرائطه کَمَا مَرَّ)من بلوغ الدعوة عند الاشعرية ومختارالمصنف-وَمضیء مُدَّةِ التَّأمُّل والتمییز عند اکثر الماتریدیة(وَاِنْ لَمْ یکن)نافیًا لِمِلَّةِ الاسلام(کخَلْقِ القراٰن)ای القول به ونفی الرویة والمیزان وامثال ذلک (فَاٰثِمٌ لَا کَافِرٌ) ....

(وَالشَّرعیات القطعیات کذلک)ای مثل العقلیات(فمنکر الضروریات)الدینیة(مِنْهَا کَالْاَرْکَانِ)الاربعة الَّتِیْ بُنِیَ الاسلامُ عَلَیْهَا-الصَّلٰوةِ والزَّکَاةِ وَالصَّوْمِ وَالْحَجِّ (وحجیة القراٰن ونَحْوِهِمَا کافرٌ اٰثِمٌ-وَمُنْکِرُ النَّظریات)منها(کحجیة الاجماع وخبرالواحد)وَعَدُّوْا مِنْهَا حجیةَ القیاس اَیْضًا(اٰثِمٌ فقط)غَیْرُ کَافِرٍ)

(فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت: جلددوم:ص377)

ترجمہ:عقلی اعتقادیات میں اجتہادکرنے والوں یعنی اپنی قوت صرف کرنے والوں میں سے ایک صحت کو پانے والا ہوتا ہے،ورنہ نقیضین کا اجتماع ہوجائے گا،مثلاً قدم وحدوث میں سے ہرایک کے واقع کے مطابق ہونے کے سبب،اوراس میں عبیداللہ عنبری معتزلی کا اختلاف بظاہر غیرمعقول ہے،بلکہ وہ ایک تاویل کے سبب ہے،جیسا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ عنقریب آئے گا۔

اورعقلی اعتقادیات میں خطا کرنے والا اگرملت اسلامیہ کا انکارکرنے والا ہے تو کافر وآثم ہے،اس کے شرائط میں اختلاف کے ساتھ،جیسا کہ گزرا،یعنی اشعریہ کے یہاں دین کی دعوت کا پہنچنا،اور(یہی) مصنف(علامہ محبّ اللہ بہاری) کا مسلک مختار ہے،اورمدت تأمل کا گزرنااورسن تمیز(سات سال کی عمر) کوپہنچنا اکثر ماتریدیہ کے یہاں(شرط ہے)

اور اگرملت اسلامیہ کی نفی کرنے والا نہ ہو، جیسے قرآن کے مخلوق ہونے کا قول کرنا اوررویت الٰہی، میزان عمل اوران جیسے امور کا انکار کرنا تووہ آثم ہے، کافرنہیں۔

شرعی قطعیات اسی طرح ہیں ،یعنی عقلی قطعیات کی طرح ہیں، پس قطعیات شرعیہ میں ضروریات دین کا انکار کرنے والا کافروآثم ہے، جیسے ارکان اربعہ جن پر اسلام کی بنیاد ہے، نماز ،زکات ،روزہ وحج اورقرآن مقدس کے حجت ہونے اوران جیسے امور کا انکار کرنے والا (کافروآثم ہے)،اورشرعیات قطعیہ میں سے نظریات کاانکارکرنے والاصرف آثم ہے، کافرنہیں ،جیسے اجماع اورخبر واحد کے حجت ہونے کا انکار کرنے والا ،اورعلما نے قیاس کی حجیت کوبھی اسی میں شمار کیا۔

ضروریات دین بدیہی یانظری؟

ضروریات دین تمام مومنین کے لیے مثل بدیہی (ملحق بالبدیہی) ہیں ۔اس کی وضاحت کے واسطے تین امورکوسمجھنا ہوگا۔وہ تینوں امورمندرجہ ذیل ہیں:

(1)ضروری دینی کی دلیل کاثبوت بدیہی ہے۔

(2)دلیل سے ضروری دینی کا اثبات نظری ہے، پھرحضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت کی تصدیق کے سبب دلیل سے ضروری دینی کا ثبوت بدیہی ہوگیا۔

(3)اس دلیل سے ثابت شدہ دینی امر(ضروری دینی)بدیہی ہے۔

امراول کی تفصیل:

ضروری دینی کی دلیل یعنی قول رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ثبوت بدیہی ہے۔خواہ وہ بطریق تواتر حاصل ہو،یا خودحضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنا جائے۔یہی قول متواتر وقول مسموع ضروری دینی کی دلیل ہے۔

قول رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہاں قرآن وحدیث دونوں مراد ہیں، کیوں کہ

دونوں ہی ہمیں حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے حاصل ہوئے۔

دربار رسالت کے غائبین کے حق میں قول متواتر ضروری دینی کی دلیل ہے ،اور حاضرین دربار رسالت کے حق میں وہ قول ضروری دینی کی دلیل ہے جس کواس نے صحیح طور پر حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنا ہو۔غائبین کے حق میں خبر واحد ضروری دینی کی دلیل نہیں ہے، کیوں کہ راوی کے سبب اس کے ثبوت میں شبہہ واقع ہوجا تا ہے ، جب کہ خبر متواتر کے ثبوت میں شبہہ نہیں ہوتا ہے ۔غائبین کے حق میں صرف خبر متواتر ضروری دینی کی دلیل ہے اور خواص وعوام تمام مومنین کوخبر متواتر سے ثابت ہونے والے حکم شرعی کا بدیہی علم حاصل ہوتا ہے، یعنی بلا استدلال علم حاصل ہوتا ہے۔

امر دوم کی تفصیل:

دلیل یعنی قول رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس کے مشمول ومضمون کا اثبات نظری واستدلالی ہے، کیوں کہ قول رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کا قول ہے جن کی رسالت ونبوت معجزہ سے ثابت ہے اور جس قول کی یہ کیفیت ہو، وہ صادق وحق ہوتا ہے،اوراس کا مضمون ومدلول حق وثابت ہوتا ہے۔دراصل اب یہ اثبات بھی مسلمانوں کے حق میں بدیہی ہو چکا ہے،اور ایسا ہوتا ہے کہ بعض نظری کسی سبب سے بعض کے لیے مثل بدیہی ہو جائے ،اور وہ نظری بعض کے لیے نظری ہی رہے،یعنی جس کواس نظری کے حصول کے لیے نظر واستدلال کی ضرورت نہ ہو،اس کے لیے وہ نظری ملحق بالبدیہی ہوجا تا ہے اور جس کواس نظری کے حصول کے لیے نظر وفکر کی ضرورت ہو،اس کے لیے وہ نظری ہی رہتا ہے۔اسی مفہوم کوامام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے منقولہ بالا اقتباس میں اپنے لفظوں میں بیان فرمایا ہے۔

امر سوم کی تفصیل:

اس دلیل سے ثابت شدہ ضروری دینی بدیہی ہے۔الحاصل ضروری دینی کی دلیل

یعنی قول رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام،قطعیات بدیہیہ (قطعیات ضروریہ) میں سے ہے اور اس دلیل سے ضروری دینی کا اثبات نظری ہے اور قول نبوی سے ثابت ہونے والا ضروری دینی مسلمانوں کے حق میں قطعیات بدیہیہ میں سے ہے،یعنی دلیل سے استدلال کے بغیر اس کا یقین حاصل ہو جاتا ہے جیسے دلیل سے اثبات کے بغیر بدیہی کا یقین حاصل ہوتا ہے۔

امر اول

ضروری دینی کی دلیل یعنی قول رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ثبوت بدیہی

آغاز بحث میں ''امر اول کی تفصیل'' کے ضمن میں جو رقم کیا گیا،اس سے واضح ہو گیا کہ ضروری دینی کی دلیل یعنی قول نبوی کا ثبوت بدیہی ہے، کیوں کہ دو ہی قسم کے قول نبوی ضروری دینی کی دلیل ہیں اور وہ دونوں بدیہی ہیں:قول متواتر اور قول مسموع۔

قول متواتر بھی بدیہی الثبوت ہوتا ہے اور قول مسموع بھی بدیہی الثبوت ہوتا ہے، کیوں کہ حواس ظاہرہ سے جو حاصل ہوتا ہے،وہ بدیہی الثبوت ہوتا ہے،اور قول مسموع کا ادراک حاسہ سمع سے ہوتا ہے۔اسی طرح امر متواتر بھی بدیہی الثبوت ہوتا ہے۔

امر دوم

ضروری دینی کی دلیل یعنی قول نبوی سے اس کے مدلول کا اثبات نظری

قول رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس کے مدلول پر استدلال کیا جاتا ہے،اور جب کسی دلیل سے اس کے مدلول پر استدلال کیا جاتا ہے تو وہ مدلول استدلالی ہو جاتا ہے،اس لیے خبر رسول سے ثابت ہونے والا حکم استدلالی اور نظری ہوگا،لیکن ضروری دینی کی دلیل (حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متواتر کلام یا مسموع کلام) سے اس کے مضمون و مدلول کا ثبوت مسلمانوں کے یہاں نظری کی بجائے مثل بدیہی ہو چکا ہے،یعنی ضروری دینی کا ثبوت استدلال پر موقوف نہیں رہا،گرچہ غیر مسلمین کے لیے نظری باقی ہے۔جب غیر

مسلمین نے نبوت کوتسلیم نہیں کیا تو ان کوقول نبوی سے اس کے مضمون پر استدلال کرنا ہوگا۔

نبی ورسول کا صدق عقلاً واجب ہے اور جب مومنین نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنا رسول و نبی مان لیا تو ان کا ہر قول مومنین کی نظر میں صادق وحق ہو گیا۔اب انہیں اس قول کی صداقت وحقانیت کو ثابت کرنے کی ضرورت باقی نہ رہی۔

جس نے حضور اقدس تاجدار دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نبی ورسول نہیں مانا،اس کوان کےقول کی صداقت وحقانیت کو درج ذیل طریقے پر ثابت کرنا ہوگا۔

(۱) هذا خبر من ثبت رسالته بالمعجزات

(۲)وكل خبر هذا شانه فهو صادق ومضمونه واقع.

(۱) یہ ان کی خبر ہے جن کی رسالت معجزات سے ثابت ہے۔

(۲) اور ہر وہ خبر جو ایسی ہو،وہ سچی ہوتی ہے اور اس کا مضمون حق ہوتا ہے۔

الحاصل ضروریات دین دراصل نظری ہیں،کیوں کہ ضروریات دین کے دلائل یعنی اقوال رسول سے ضروریات دین کا اثبات نظر و استدلال پر موقوف ہے۔استدلال اس طرح ہوگا کہ یہ ان کا کلام ہے،جن کی نبوت ورسالت معجزہ سے ثابت ہے،اور جن کی نبوت ورسالت معجزہ سے ثابت ہو،ان کا قول حق ہوتا ہے،لہٰذا یہ قول حق ہے تو اس کا مدلول بھی حق ہوگا،لیکن اب مومنین کو اس استدلال کی ضرورت نہیں رہی،بلکہ مومنین کے حق میں قول نبوی سے اس کے مدلول ومضمون کا ثبوت بلا استدلال ہو جاتا ہے،یعنی قول نبوی سے مدلول کا ثبوت بھی مثل بدیہی ہو چکا ہے کہ جیسے بدیہی بلا استدلال حاصل ہوتا ہے،ویسے ہی ضروری دینی قول نبوی سے بلا استدلال ثابت ہو جاتا ہے۔اسی طرح تواتر کے سبب یا سماع عن الرسول علیہ السلام کے سبب ضروری دینی کی دلیل یعنی قول نبوی بدیہی الثبوت ہو جاتا ہے۔

اگر دلیل یعنی قول نبوی کا ثبوت ہمارے لیے ظنی ہو،یعنی نہ متواتر ہو،نہ ہی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے ہم نے سنا ہو تو پھر اس کا مدلول قطعی نہیں ہو سکے گا

،جیسے خبر واحد سے ثابت ہونے والے امور،کیوں کہ دلیل ظنی ہے تو مدلول بھی ظنی ہوگا۔

علامہ تفتازانی نے رقم فرمایا:((وهو)ای خبر الرسول صلی الله علیه وسلم (یوجب العلم الاستدلالی)ای الحاصل بالاستدلال،ای النظر فی الدلیل)

(شرح العقائدالنسفیہ :ص37-مجلس برکات مبارک پور)

ترجمہ:اور وہ یعنی خبر رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام علم استدلالی کو ثابت کرتا ہے،یعنی جو استدلال سے حاصل ہو،یعنی دلیل میں غوروفکر سے حاصل ہو۔

یہ بحث اصل کے اعتبار سے ہے کہ قول نبوی سے اس کا مدلول استدلال کے ذریعہ ثابت ہوتا ہے،لیکن نبوت ورسالت کو تسلیم کر لینے کے بعد مومنین کو استدلال کی ضرورت باقی نہ رہی،گرچہ اصل کے اعتبار سے استدلال کی ضرورت تھی۔اب مومنین کے حق میں قول نبوی سے بلانظر واستدلال اس کا مدلول ومضمون ثابت ہو جاتا ہے،یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے جو حکم مومن سنے،اسے فوراً بلانظر واستدلال حق مان لیتا ہے،اسی طرح حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث متواتر میں جو حکم بتایا جائے ،اسے مومن فوراً بلانظر واستدلال حق مان لیتا ہے۔مذکورہ دوقسموں کے قول نبوی سے ثابت ہونے والا حکم شرعی ضروری دینی ہوتا ہے۔خبر واحد میں راوی کے سبب شبہ لاحق ہو جاتا ہے، لہٰذا خبر واحد سے ثابت ہونے والا حکم شرعی ضروری دینی نہیں ہوتا ہے۔

علامہ تفتازانی نے خبر رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قطعی ویقینی اور استدلالی ہونے کے بارے میں رقم فرمایا:(واما کونه موجبا للعلم فللقطع بان من اظهر الله تعالی المعجزة علی یده تصدیقًا له فی دعوی الرسالة کان صادقا فیما اتی به من الاحکام واذا کان صادقا یقع العلم بمضمونها قطعا.

واما انه استدلالی فلتوقفه علی الاستدلال،واستحضار انه خبر من ثبت رسالته بالمعجزات-وکل خبر هذا شانه فهو صادق ومضمونه واقع.

(والعلم الثابت به)ای بخبر الرسول(یضاهی)ای یشابه(العلم الثابت بالضرورة)کالمحسوسات والبدیهیات والمتواترات(فی التیقن)ای عدم احتمال النقیض(والثبات)ای عدم احتمال الزوال بتشکیک المشکک فهو علم بمعنی الاعتقاد المطابق الجازم الثابت والا لکان جهلا او ظنا او تقلیدا.

فان قیل:هذا انما یکون فی المتواتر فقط فیرجع الی القسم الاول.

قلنا:الکلام فیما علم انه خبر الرسول سُمع من فیه–او تواتر عنه ذلک–او بغیر ذلک ان امکن–واما خبر الواحد فانما لم یفد العلم لعروض الشبهة فی کونه خبر الرسول.

فان قیل:فاذا کان متواترا او مسموعا من فی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم کان العلم به ضروریا کما هو حکم سائر المتواترات والحسیات،لا استدلالیا.

قلنا:العلم الضروری فی المتواتر هو العلم بکونه خبر الرسول علیه السلام–لان هذا المعنی هو الذی تواتر الاخبار به–وفی المسموع من فی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم هو ادراک الالفاظ وکونها کلام الرسول صلی اللّٰہ علیه وسلم–والاستدلالی هو العلم بمضمونه وثبوت مدلوله–مثلا قوله علیه السلام:البینة علی المدعی والیمین علی من انکر،علم بالتواتر انه خبر الرسول علیه السلام وهو ضروری–ثم علم منه انه یجب ان تکون البینة علی المدعی وهو استدلالی)

(شرح العقائد النسفیہ:ص37-39-مجلس برکات مبارک پور)

ترجمہ:لیکن خبر رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سبب یقین ہونا تو اس بات کے یقینی ہونے کے سبب ہے کہ جس کے دعویٰ رسالت کی تصدیق کے لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے

ہاتھ پر معجزہ ظاہر فرمایا، وہ ان احکام میں سچے ہوں گے جو وہ لے کر آئے، اور جب وہ سچے ہیں تو ان احکام کے مضمون کا علم یقینی ہوگا۔

لیکن یہ کہ وہ (خبر نبوی) استدلالی ہے تو اس کے استدلال اور اس استحضار پر موقوف ہونے کی وجہ سے ہے کہ یہ ان کی خبر ہے جن کی رسالت معجزات سے ثابت ہے اور ہر خبر جس کی یہ شان ہو، وہ سچی ہوتی ہے اور اس کا مضمون حق ہوتا ہے۔

اور جو علم خبر رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثابت ہو، وہ یقینی ہونے یعنی نقیض کا احتمال نہ رکھنے اور ثبات ومضبوطی یعنی شک ڈالنے والے کے شک ڈالنے سے زوال کا احتمال نہ رکھنے میں بداہۃً ثابت ہونے والے علم جیسے محسوسات وبدیہیات ومتواترات کے مشابہہ ہوتا ہے، پس یہ علم اس اعتقاد کے معنی میں ہے جو نفس الامر کے مطابق، یقینی اور ناقابل زوال ہو، ورنہ وہ جہل یا ظن یا تقلید ہو جائے گا۔

پس اگر اعتراض کیا جائے کہ یہ صرف خبر متواتر میں ہوتا ہے، پس یہ (خبر صادق کی دو قسموں میں سے) قسم اول (خبر متواتر) کی طرف پلٹے گا۔

ہم جواب دیں گے کہ گفتگو اس سے متعلق ہے جس کے بارے میں معلوم ہے کہ یہ خبر رسول ہے، وہ ان کے دہن مبارک سے سنی گئی ہو یا وہ ان سے متواتر ہو، یا اس کے علاوہ کسی ذریعہ سے معلوم ہو، اگر یہ ممکن ہو، لیکن خبر واحد تو اس کے خبر رسول ہونے میں شبہہ عارض ہو جانے کی وجہ سے وہ یقین کا افادہ نہیں کرتی ہے۔

پس اگر اعتراض کیا جائے کہ جب خبر رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام خبر متواتر ہے یا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دہن مبارک سے سنی گئی ہے تو تمام متواترات کی طرح اس کا علم بدیہی ہوگا، نہ کہ استدلالی۔

ہم جواب دیں گے کہ خبر متواتر میں اس کے خبر رسول ہونے کا علم بدیہی ہوتا ہے، اس لیے کہ یہی وہ معنی ہے جس کا خبر دینا متواتر ہے، اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

ذہن مبارک سے سنے ہوئے کلام میں الفاظ کاادراک اور اس کا کلام رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام ہونا بدیہی ہوتا ہے،اوراس کے مضمون کاعلم اوراس کے مدلول کاثبوت استدلالی ہوتا ہے،مثلاً حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کاارشادمبارک ہے: دلیل مدعی پر ہے اورقسم اس پر ہے جوانکارکرے۔تواتر کے ساتھ معلوم ہواکہ یہ خبررسول ہے اور یہ(اس کاخبرنبوی ہونا) بدیہی ہے، پھراس سے یہ معلوم ہوا کہ مدعی پر دلیل کا ہوناواجب ہے اور یہ استدلالی ہے۔

منقولہ بالا اقتباس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب کلام نبوی تواتر سے مروی ہو، یا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنا گیا ہوتو اس کا کلام نبوی ہونا بدیہی ہے، لیکن اس کلام نبوی سے اس کے مضمون یعنی حکم شرعی کا اثبات نظری واستدلالی ہے۔

علامہ تفتازانی نے قول نبوی سے ثابت ہونے والے مضمون سے متعلق فرمایا:**ھـــو استدلالی** (اس کے مضمون کاعلم استدلالی ہے)۔اس کے استدلالی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ مضمون کاعلم (یقین)درج ذیل دومقدمات کی ترتیب سے حاصل ہوتا ہے:

(۱) ھذا خبر من ثبت رسالته بالمعجزات

(۲)و کل خبر ھذا شانه فھو صادق و مضمونه واقع.

(۱) یہ ان کی خبرہے جن کی رسالت معجزات سے ثابت ہے۔

(۲)اور ہر وہ خبر جوایسی ہو،وہ سچی ہوتی ہےاوراس کامضمون حق ہوتا ہے۔

چوں کہ تمام مومنین نے حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت ونبوت کوتسلیم کرلیا ہے،لہٰذا مومنین کواب ان مقدمات کی ترتیب اور انظر وستدلال کی ضرورت باقی نہ رہی اورمتواتر کلام نبوی یا زبان اقدس سے سنے ہوئے کلام نبوی سے ثابت ہونے والے شرعی احکام(ضروریات دین)تمام مومنین کے لیے مثل بدیہی ہوگئے کہ جس طرح بدیہیات کے لیے نظر واستدلال کی ضرورت نہیں ہوتی ہے،اسی طرح حدیث موتواتر اور حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے سنی ہوئی حدیث سےضروریات دین

کا ثبوت اوران کا یقین بلانظر واستدلال حاصل ہوجا تا ہے،یعنی خواص وعوام تمام مومنین کو بلانظر واستدلال ان احکام شرعیہ (ضروریات دین) کا یقین حاصل ہوجا تا ہے، پس یہ کہنا غلط ہے کہ بعض مومنین کے لیے بعض ضروریات دین نظری ہوتی ہیں اور بعض دوسروں کے لیے بدیہی ہوتی ہیں۔ضروریات دین تمام مومنین کے لیے مثل بدیہی ہوتی ہیں۔

ضروریات دین کوضروری (بدیہی) کہنے کی وجہ

جس طرح حواس ظاہرہ کے ذریعہ یا بداہت عقل سے ثابت ہونے والے امور بدیہیات یقینیہ ہوتے ہیں۔عوام وخواص، جاہل وعالم ہرایک کواس کا یقین بداہۃً حاصل ہو جاتا ہے۔نظر واستدلال کی ضرورت نہیں ہوتی ہے، بلکہ جونظر واستدلال سے واقف نہیں، اسے بھی یہ یقین حاصل ہوجاتا ہے،اسی یقین کو یقین بدیہی (علم ضروری) کہا جاتا ہے۔

یہ یقین ،نظری واستدلالی (علم نظری) نہیں ہوتا ہے، بلکہ غیر نظری ہوتا ہے، مثلاً جب کوئی آدمی اپنا ہاتھ آگ میں ڈالے گا تو اس کو یقین ہوجائے گا کہ آگ جلانے والی ہے۔ جب شکر چکھے گا تو یقین ہوجائے گا کہ شکر میٹھا ہے۔جب سورج کو دیکھے گا تو یقین ہوجائے گا کہ سورج روشنی والا ہے۔ان امور کا یقین نظر واستدلال سے حاصل نہیں ہوتا ہے، بلکہ حواس ظاہرہ سے حاصل ہوتا،لہٰذا یہ تمام یقین بدیہی یقین ہیں۔

اسی طرح حضوراقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان مبارک سے سنی ہوئی حدیث اور حدیث متواتر سے ثابت ہونے والے شرعی حکم بھی مسلمانوں کے حق میں بدیہی کی طرح ہوتا ہے کہ بلانظر واستدلال اس حدیث میں بیان کردہ حکم شرعی کا مومنین کو یقین حاصل ہوجا تا ہے،اسی لیے ایسے حکم شرعی کو بدیہی دینی (ضروری دینی) کہا جاتا ہے،یعنی عوام وخواص ہرایک کو بلانظر واستدلال اس کا یقین حاصل ہوجاتا ہے ،جیسے بدیہیات منطقیہ ودیگر بدیہیات کا یقین بلانظر واستدلال حاصل ہوتا ہے۔

اگر غیر مومنین کومتواتر قول نبوی یا مسموع قول نبوی سے ثابت ہونے والےحکم شرعی کا یقین بدیہی حاصل نہ ہوتو کوئی اعتراض نہیں ہوگا ، کیوں کہ ضروریات دینیہ بدیہیات مطلقہ میں سے نہیں ، بلکہ بدیہیات دین اسلام میں سے ہیں ۔اہل دین کوان امور کا بدیہی یقین (علم ضروری) حاصل ہوتا ہے،اوراس کواستدلال کی ضرورت نہیں ہوتی ہے۔

غیر مومن کواس طرح استدلال کرنا ہوگا کہ یہ ان کا کلام ہے،جن کی نبوت ورسالت معجزہ سے ثابت ہے،اورجن کی نبوت ورسالت معجزہ سے ثابت ہو،ان کا قول حق ہوتا ہے، لہٰذا یہ قول حق ہے،پس اس کا مدلول بھی حق ہوگا ، پس ضروری دینی غیر مومن کے حق میں نظری باقی رہا۔جب وہ حضوراقدس شفیع محشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پرایمان لائے گا،تب اس کے حق میں ضروریات دین مثل بدیہی (ملحق بالبدیہی) ہوجائیں گی۔ابھی حجاب کفر کے سبب ضروریات دین اس کے حق میں نظری ہیں۔کسی صاحب دل نے کیا خوب کہا:

ع/ نظریں بدل گئیں تو نظارے بدل گئے

ضروریات دین بدیہیات کے مشابہ

علامہ بدایونی قدس سرہ العزیز نے علم کلام کی تعریف میں رقم فرمایا:(**العلم الباحث عن جملة ذلک یسمی بعلم الکلام والعقائد والتوحید–عَرَّفُوْهُ بِاَنَّهُ الْعِلْمُ بالعقائد الدینیة عن الادلة الیقینیة**)(المعتقد المنتقد :ص14–مبارک پور)

ترجمہ:ان تمام امور کے بارے میں بحث کرنے والےعلم کا نام علم کلام،علم عقائداور علم توحید ہے،اورعلمانے اس کی تعریف کی کہ وہ دلائل یقینیہ سے عقائد دینیہ کوجاننا ہے۔

علامہ فضل رسول بدایونی قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:(**ومسائلہ القضایا النظریة الشرعیة الاعتقادیة–وما یُقَالُ لِبَعْضِهَا اَنَّهَا من ضروریات الدین فَمَعْنَاهُ اَنَّہ اِشْتَرَکَ فی معرفة اضافتہ الی الدین خواص اھل الدین وعوامھم مع عدم قبول التشکیک،فساغ علی ادراکھا اطلاق الضرورة**

بطریق المشابهة–لا لالتحاقه بالضروریات،کذا قال اللاقانی

والاحکام الشرعیة کلها نظریة بحسب الاصل–اذ لا تثبت الا بعد

ثبوت النبوة–وهی لا تثبت الا بعد العلم بالمعجزة وهو نظری–کذا قال

النابلسی–وغایته:احکام الایمان والتصدیق بالاحکام الشرعیة)

(المعتقد المنتقد:ص15-المجمع الاسلامی مبارک پور)

ترجمہ:علم کلام کے مسائل نظری شرعی واعتقادی قضایا ہیں اور جوان میں سے بعض کو کہا جاتا ہے کہ یہ ضروریات دین سے ہے تو اس کا معنی یہ ہے کہ دین کی طرف اس کی نسبت کی معرفت میں اہل اسلام کے خواص وعوام شریک ہیں،کسی تشکیک کو قبول کیے بغیر،پس اس کے علم وادراک پر ضرورت وبداہت کا اطلاق جائز ہے مشابہت کے طور پر،نہ کہ اس کے بدیہیات میں شامل ہونے کی وجہ سے۔ایسا ہی امام لاقانی نے فرمایا۔

اور تمام احکام شرعیہ اصل کے اعتبار سے نظری ہیں،اس لیے کہ نبوت کے ثبوت کے بعد ہی ان کا ثبوت ہوتا ہے اور نبوت کا ثبوت معجزہ کے علم کے بعد ہی ہوتا ہے اور نبوت کا ثبوت نظری ہے۔امام عبدالغنی نابلسی نے ایسا ہی فرمایا۔

علم کلام کی غرض وغایت ایمان کی پختگی اور احکام شرعیہ کی تصدیق ہے۔

منقولہ بالا اقتباس میں بتایا گیا کہ ضروریات دین کے علم میں خواص وعوام مساوی ہوتے ہیں،ان ضروریات دین میں کسی کو کوئی شک وشبہ نہیں ہوتا ہے،پس واضح ہو گیا کہ ضروریات دین تمام مومنین کے لیے مثل بدیہی ہیں،خواہ خواص ہوں یا عوام۔

نیز یہ بھی بتایا گیا کہ ضروریات دین حقیقت میں نظری ہیں اور وہ بدیہیات کے قبیل سے نہیں ہو گئی ہیں، بلکہ آج بھی وہ نظری ہی ہیں۔محض بدیہیات سے مشابہت کی وجہ سے ان کو بدیہی کہا گیا ہے کہ جس طرح بدیہی کا علم بلا استدلال خواص وعوام سب کو حاصل ہو جاتا ہے،اسی طرح ضروریات دین کا علم بلا استدلال خواص وعوام سب کو حاصل ہو جاتا ہے، نیز

ضروریات دین ملحق بالبدیہی ہیں،لیکن عرف عام کوان کو بدیہیات وضروریات کہا جاتا ہے۔

ضروریات دین تمام مومنین کے لیے مثل بدیہی

ضروریات دین تمام مومنین کے لیے مثل بدیہی ہیں اور غیر مومنین کے لیے نظری ہیں۔ضروریات دینیہ اورضروریات منطقیہ دونوں کا مفہوم ایک نہیں ہے۔مناطقہ کے یہاں ضروری اور بدیہی وہ امر ہے جس کا ادراک نظر وکسب پر موقوف نہ ہو،اورضروریات دینیہ سے وہ دینی امور مراد ہیں جوحضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے سنے گئے ہوں،یا جوبطورتواترحضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منقول ہوں،اورحضوراقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف ان امور کی نسبت میں خواص وعوام مومنین کو شک وتردد نہ ہو،پس ان امور کا بدیہی یقین خاص وعام سب کوحاصل ہوجاتا ہے،جیسا کہ بدیہیات منطقیہ کا بدیہی یقین خاص وعام سب کوحاصل ہوجاتا ہے۔اسی مشابہت کے سبب ضروریات دین کو ضروری وبدیہی کہا گیا،لیکن وہ اپنی اصل کے اعتبار سے نظری ہیں۔

امرسوم

دلیل یعنی قول نبوی سے ثابت ہونے والاضروری دینی مثل بدیہی

دلیل یعنی قول رسول علیہ السلام سے ثابت ہونے والاضروری دینی مومنین کے لیے مثل بدیہی ہوتا ہے،یعنی خواص وعوام ہرایک کواس کا یقین بدیہی حاصل ہوجاتا ہے۔نظر واستدلال کی ضرورت نہیں ہوتی ہے،گرچہ اصل کے اعتبار سے یہاں استدلال کی ضرورت تھی،لیکن نبوت ورسالت کی تصدیق وتسلیم کے بعد مومنین کونظر واستدلال کی ضرورت نہیں۔

(1)امام ابن حجر ہیتمی مکی شافعی (۹۰۹ھ-۹۷۴ھ) نے رقم فرمایا:

(وقوله:فما القدر المعلوم من الدين بالضرورة؟

جوابه انه قد سبق ضابطه-وهو ان يكون قطعيًا مشهورًا بحيث لا

یخفٰی علی العامة المخالطین للعلماء– بان یعرفوہُ بداهةً من غیر افتقار الٰی نظر واستدلال)(الفتاوی الحدیثیہ:ص142-دارالفکر بیروت)

ترجمہ:سائل کا قول:ضروریات دین کی متعین مقدار کیا ہے؟جواب:اس کا ضابطہ گزر چکا ہے کہ ضروری دینی وہ ہے جو قطعی ومشہور ہو کہ علما کے صحبت یافتہ عوام سے پوشیدہ نہ ہو،بایں طور کہ وہ اسے نظر واستدلال کی حاجت کے بغیر بدیہی طور پر جان لیں۔

منقولہ بالا اقتباس میں بتایا گیا کہ ضروری دینی میں عوام کو بھی نظر واستدلال کے بغیر یقین حاصل ہو جاتا ہے۔عوام وخواص کسی کو استدلال کی ضرورت نہیں ہوتی ہے۔

(2)امام ابن حجر ہیتمی نے رقم فرمایا:(**ومِنْهَا قول المحقق الکمال بن ابی شریف فی شرحه مسایرة شیخه المحقق الکمال بن الهمام:"جمهور الاشاعرة وبه قال الماتریدی–ان الایمان هو التصدیق بالقلب فقط ای قبوله واذعانه لِمَا عُلِمَ بالضرورة من دین محمد صلی اللّٰه علیه وسلم بحیث تَعْلَمُهُ الْعَامَّةُ من غیر نظر واستدلال کالوحدانیة والنبوة والبعث والجزاء ووجوب الصلاة والزکاة والحج وحرمة الخمر و نحوها**)

(الفتاوی الحدیثیہ:ص140-دارالفکر بیروت)

ترجمہ:اسی میں سے محقق کمال ابن ابی شریف شافعی کا قول ان کے شیخ محقق کمال ابن ہمام حنفی کی ''مسایرہ'' کی شرح میں ہے:جمہور اشاعرہ اور یہی امام ابومنصور ماتریدی نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دین سے جو بدیہی طور پر معلوم ہو،اس طرح کہ اس کو عام لوگ نظر واستدلال کے بغیر جانتے ہوں،جیسے وحدانیت،نبوت،حشر،جزائے اعمال اور نماز،زکات،حج کی فرضیت اور شراب کی حرمت اور اس جیسے امر کی صرف دل سے تصدیق یعنی اس کو قبول کرنا اور اس کا یقین کرنا ایمان ہے۔

(3)امام جلال الدین محلی شافعی نے رقم فرمایا:((**جاحد المجمع علیه**

المعلوم من الدین بالضرورۃ)وھو ما یَعْرِفُه مِنْهُ الخواص والعوام من غیر قبولٍ لِلتَّشْکِیْکِ فالتحق بالضروریات کوجوب الصلوٰۃ والصوم وحرمۃِ الزنا والخمر(کَافِرٌ قَطْعًا)لان جَحْدَہ یستلزم تکذیب النَّبِیِّ صلی اللّٰہ علیه وسلم فیه) (شرح جمع الجوامع: جلد دوم:ص201-مکتبہ شاملہ)

ترجمہ: (جس اجماعی امر کا دین سے ہونا بداہۃً معلوم ہو)، یہ ایسا امر دینی ہے جس کو خواص وعوام کسی شک وشبہ کو قبول کیے بغیر جانتے ہوں، پس ضروریات دین میں نماز وروزہ کی فرضیت، زنا وشراب کی حرمت شامل ہے۔(اس اجماعی امر کا منکر یقینی طور پر کافر ہے)، اس لیے کہ اس کا انکار اس امر کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تکذیب کو مستلزم ہے۔

(4)امام علاء الدین حصکفی حنفی نے کفر کی تعریف میں رقم فرمایا:

(والکفر لغۃً-اَلتَّسَتُّرُ-وَشَرْعًا-تکذیبه صلی اللّٰہ علیه وسلم فی شیء مما جاء به من الدین ضرورۃً) (الدرالمختار: جلد چہارم:ص407)

ترجمہ: کفر کا لغوی معنی چھپانا ہے، اور شرعی معنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس امر دینی میں تکذیب کرنا ہے جس کو وہ بدیہی طور پر لائے۔

علامہ شامی نے رقم فرمایا: **(قوله: (تکذیبه صلی اللّٰہ علیه وسلم-الخ) المراد بالتکذیب عدم التصدیق-اَلَّذِیْ مَرَّ-اَیْ عدم الاذعان والقبول لِمَا عُلِمَ مَجِیْئُه به صلی اللّٰہ علیه وسلم ضرورۃً اِی عِلمًا ضروریًّا،لایتوقف عَلٰی نَظْرٍ واستدلال)** (ردالمحتار: جلد چہارم:ص407)

ترجمہ: تکذیب سے عدم تصدیق مراد ہے، جو کہ گزر چکا، یعنی اس کا یقین نہ کرنا اور اسے قبول نہ کرنا جس کا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا لانا بدیہی طور پر معلوم ہو، یعنی علم بدیہی کے طور پر معلوم ہو، وہ نظر واستدلال پر موقوف نہ ہو۔

(ای علمًا ضروریًا،لا یتوقف عَلٰی نَظْرٍ واستدلال) کامفہوم یہ ہے کہ ضروریات دین کا یقین بدیہی طور پر حاصل ہوتا ہے۔نظر واستدلال کی ضرورت نہیں۔

ضروریات دین کے علم میں خواص وعوام مشترک

ماقبل کی عبارتوں سے معلوم ہوگیا کہ خواص وعوام سب کوضروریات دین کاعلم بلانظر واستدلال حاصل ہوتا ہے۔اسی سے واضح ہوگیا کہ ضروریات دین کے علم میں خواص وعوام مشترک ہوتے ہیں۔چند عبارتیں درج ذیل ہیں جن میں مشترک ہونے کی صراحت ہے۔

(1)امام ابن حجر ہیتمی شافعی مکی(۹۰۹ھ-۹۷۴ھ)نے رقم فرمایا:

(المراد بالضروری ما یشترک فی معرفته الخاص والعام)

(تحفۃ المحتاج: جلدنہم:ص104-مکتبہ شاملہ)

ترجمہ:ضروری دینی سے مراد وہ امر دینی ہے جس کی معرفت میں خاص وعام مشترک ہوں۔

مشترک ہونے سے مراد یہ ہے کہ عوام وخواص دونوں کوضروری دینی کاعلم بدیہی طور پر حاصل ہوتا ہے۔نظر وکسب اوراستدلال کی ضرورت نہیں ہوتی۔اس امر دینی کوحضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے عوام وخواص سماعت کریں تو بھی بلا استدلال اس کا یقین بدیہی حاصل ہوگا۔اگرخبر متواتر کے ذریعہ کسی ضروری دینی کاعلم حاصل ہوتو بھی بلا استدلال اس کا یقین بدیہی حاصل ہوگا۔عوام وخواص کے ضروری دینی کے علم میں مشترک ہونے کا یہی مفہوم ہے کہ دونوں طبقہ کو بلا استدلال اس کاعلم حاصل ہوتا ہے۔

(2)علامہ فضل رسول بدایونی قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:(فَمَا کَانَ ثبوتُه ضَرُوْرَةً عَنْ نَقْلٍ اِشْتَهَرَ وَتَوَاتَرَ فَاسْتَوٰی مَعْرِفةُ الخاص والعام)

(المعتقد المنتقد :ص210-المجمع الاسلامی مبارک پور)

ترجمہ:پس وہ دینی منقول امر کہ مشہور ومتواتر نقل کے ذریعہ جس کا بدیہی طور پرثبوت

ہو،جس میں خاص وعام مومن کی معرفت برابر ہو۔(ایسا منقول امر دینی ضروری دینی ہے)

(3)اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:

(فسرت الضروریات بما یشترک فی علمه الخواص والعوام)

(فتاویٰ رضویہ:جلد اول:ص6-رضا اکیڈمی ممبئ)

ترجمہ:ضروریات دین کی تفسیر یہ کی گئی کہ(وہ دینی مسائل)جن کے علم میں خواص وعوام مشترک ہوں۔

خبر واحد سے ثابت ہونے والے مسائل ظنی

راوی کی وجہ سے خبر واحد کے ثبوت میں شبہہ لاحق ہوجا تا ہے جس کے سبب اس سے ثابت ہونے والا مسئلہ بدیہی اور قطعی نہیں ہو پا تا ہے، بلکہ ظنی ہی رہ جا تا ہے۔ہاں ،ان ظنی امور میں ظن ہی کافی ہے۔از روئے شرع وہاں یقین واعتقاد جزمی کا مطالبہ بھی نہیں ہے۔

ضروریات دین کے بدیہی ہونے کی وضاحت

امام غزالی نے ضروریات دین کی بداہت کی عمدہ وضاحت فرمائی ہے۔انہوں نے فرمایا کہ وجوب نماز بدیہی ہے۔اس پر یہ سوال وارد ہو کہ نماز کا وجوب صدق رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثابت ہوگا ،اورصدق رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نظری ہے ،پس نظری سے ثابت ہونے والا بھی نظری ہوگا۔جواب میں امام غزالی نے تحریر فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نماز کو واجب فرمانا بداہت (تواتر) کے ساتھ معلوم ہے تو یہ ایجاب (واجب فرمانا،یعنی دلیل وجوب نماز)بدیہی ہوا۔ہاں ،نماز کے وجوب کا ثبوت تو یہ نظری ہے ،کیوں کہ یہ معجزہ پر موقوف ہے ۔اس کی تفصیل اس طرح ہے کہ نماز کے وجوب کا قول(دلیل وجوب نماز)ان کا قول ہے جن کی رسالت ونبوت معجزہ سے ثابت ہے اور جس قول کی یہ کیفیت ہو،وہ صادق ہوتا ہے،اوراس کا مضمون ومدلول حق ہوتا ہے،لہٰذا یہ قول

صادق ہےاوراس کامضمون ومدلول حق ہے۔

چوں کہ تمام مومنین نے حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کواپنا نبی ورسول تسلیم کرلیا ہے،اور نبی ورسول کوسچا ماننا فرض ہے،لہٰذا ہرایک مومن کے لیےحضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان مبارک حق وصادق ہے، پس قول نبوی سے ثابت ہونے والا ہرامر دینی ہر مومن کے لیےحق وصادق ہے، بشرطے کہ وہ قول نبوی تواتر کے ساتھ اس کو ملے ، یا خود حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان اقدس سےاس ارشادمبارک کووہ سنا ہو۔خبر واحد کے طریقے پرمروی قول نبوی میں راوی کے سبب شبہہ پیدا ہوجاتا ہے،لہٰذا خبر واحد سے ثابت ہونے والاامر دینی ضروری دینی نہیں ہوگا۔

امام محمدغزالی شافعی (۴۵۰ھ-۵۰۵ھ) نے رقم فرمایا:

(واما الفقهية:فالقطعية منها وجوب الصلوات الخمس والزكاة والحج والصوم وتحريم الزنا والقتل والسرقة والشرب وكل ما علم قطعا من دين اللّٰه فالحق فيها واحد وهو المعلوم-والمخالف فيها آثم.

ثم ينظر:فان انكرما علم ضرورةً من مقصود الشارع كانكار تحريم الخمر والسرقة ووجوب الصلٰوة والصوم فهوكافر-لان هذا الانكار لا يصدر الا عن مكذب بالشرع.

وان علم قطعًا بطريق النظر،لا بالضرورة ككون الاجماع حجة وكون القياس وخبرالواحد حجة و كذلک الفقهيات المعلومة بالاجماع فهى قطعية فمنكرها ليس بكافر-لكنه آثم مخطئ.

<u>فان قيل: كيف حكمتم بان وجوب الصلاة والصوم ضروری-ولا يعرف ذلک الا بصدق الرسول وصدق الرسول نظری؟</u>

<u>قلنا:نعنى به ان ايجاب الشارع له معلوم تواترًا او ضرورةً-اما ان ما</u>

اوجبه فذلک نظری یعرف بالنظر فی المعجزة المصدقة ومن ثبت عنده صدقه فلا بد ان یعترف به-فان انکره فذلک لتکذیبه الشارع ومکذبه کافر فلذلک کفرناه به.

اما ما عدا من الفقهیات الظنیة التی لیس علیها دلیل قاطع فهو فی محل الاجتهاد فلیس فیها عندنا حق معین-ولا اثم علی المجتهد اذا تمم اجتهاده وکان من اهله.

فخرج من هذا ان النظریات قسمان:قطعیة وظنیة-فالمخطئ فی القطعیات آثم ولا اثم فی الظنیات اصلا-لا عند من قال:المصیب فیها واحد ولا عند من قال:کل مجتهد مصیب-هذا هو مذهب الجماهیر)

(المستصفی:جلد دوم:ص407-مؤسسۃ الرسالہ بیروت)

ترجمہ:فقہی امور میں سے قطعی امور نماز پنج گانہ،زکات،حج،روزہ کی فرضیت اور زنا قتل،چوری وشراب کی حرمت اور وہ تمام امور جن کے بارے میں قطعی طور پر معلوم ہے کہ وہ دین خداوندی سے ہیں تو ان میں ایک ہی حق ہے اور وہ معلوم ہوتا ہے اور ان کی مخالفت کرنے والا گنہ گار ہے۔

پھر دیکھا جائے گا کہ اگر اس کا انکار کیا جس کا مقصود شارع ہونا بداہۃً معلوم ہو،جیسے شراب اور چوری کی حرمت کا انکار اور نماز وروزہ کی فرضیت کا انکار تو وہ کافر ہے،کیوں کہ یہ انکار صرف شریعت کی تکذیب کرنے والے سے صادر ہوتا ہے۔

اور اگر وہ نظر واستدلال کے ذریعہ قطعی طور پر معلوم ہو،بدیہی طور پر معلوم نہ ہو،جیسے اجماع کا حجت ہونا اور قیاس اور خبر واحد کا حجت ہونا،اور اسی طرح جو فقہیات اجماع سے معلوم ہوں،وہ قطعی ہیں،پس ان کا منکر کافر نہیں،لیکن وہ گنہ گار وخطا کار ہے۔

پس اگر اعتراض ہو کہ آپ نے کیسے حکم لگا دیا کہ نماز وروزہ کی فرضیت بدیہی ہے،

حالاں کہ یہ صرف صدق رسول کے سبب معلوم ہوتی ہے اور صدق رسول نظری ہے؟

ہم جواب دیں گے کہ بدیہی سے ہماری مراد یہ ہے کہ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اسے فرض قرار دینا تواتر کے ساتھ معلوم ہے یا بدیہی طور پر معلوم ہے، لیکن جس قول نے اسے فرض کیا ہے، وہ نظری ہے، اس کو سچا قرار دینے والے معجزہ میں غور وفکر سے (اس کا سچ ہونا) معلوم ہوتا ہے، اور جس کے نزدیک اس قول کا سچ ہونا ثابت ہو چکا تو ضروری ہے کہ وہ اس کو تسلیم کرے، اور اگر وہ اس کا انکار کرے تو یہ انکار اس کے شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تکذیب کے سبب ہوگا اور حضرت شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تکذیب کرنے والا کافر ہے، اسی لیے اس انکار کے سبب ہم نے اس کی تکفیر کی۔

لیکن ان کے علاوہ ظنی فقہیات جن پر دلیل قطعی نہیں ہے تو وہ محل اجتہاد میں ہے تو ان کے بارے میں ہمارے پاس معین حق نہیں ہے اور مجتہد پر کوئی گناہ نہیں ہے جب کہ اس کا اجتہاد مکمل ہو، اور وہ اجتہاد کا اہل ہو۔

پس اس سے معلوم ہوا کہ نظریات کی دوقسمیں ہیں: قطعی اور ظنی۔ رقطعیات میں خطا کرنے والا گنہ گار ہے اور ظنیات میں بالکل کوئی گناہ نہیں ہے۔ نہ اس کے نزدیک جو کہے کہ ظنیات میں صحت کو پانے والا ایک ہوتا ہے، اور نہ اس کے نزدیک جو کہے کہ ہر مجتہد صحت کو پانے والا ہوتا ہے۔ یہی جمہور کا مذہب ہے۔

امام غزالی قدس سرہ العزیز نے یہاں تین قسم کے مسائل کو بیان فرمایا:

(1) ضروریات دین: جن کا ثبوت تواتر کے ساتھ ہو، یا بداہت سے ہو۔
اس کا منکر کافر ہے۔

(2) ضروریات اہل سنت: نظر واستدلال سے جس کا ثبوت ہو، اور وہ قطعی ہو۔
اس کا منکر گمراہ ہے، کافر نہیں۔

(3) فقہیات ظنیہ: جن کے لیے دلیل قطعی نہ ہو، یعنی دلیل ظنی ہو تو اس میں بندوں

کے یہاں حق متعین نہیں۔جب کامل مجتہد ایسے ظنی امور میں دوسرے مجتہد سے اختلاف کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔

اس طرح نظریات کی دوقسمیں ہوگئیں:قطعی اور ظنی۔قطعی نظریات میں خطا کرنے والا گمراہ ہوگا اور ظنی نظریات میں خطا کرنے والا گمراہ نہیں۔

ضروریات دین بھی اپنی اصل کے اعتبار سے سے نظری ہیں،کیوں کہ ضروریات دین کی دلیل یعنی قول نبوی سے ضروریات دین کا اثبات نظر واستدلال پر موقوف ہے۔

استدلال اس طرح ہوگا کہ یہ ان کا کلام ہے،جن کی نبوت ورسالت معجزہ سے ثابت ہے،اور جن کی نبوت ورسالت معجزہ سے ثابت ہو،ان کا قول صادق اور اس کا مدلول حق ہوتا ہے،لہٰذا یہ قول صادق ہے اور اس کا مدلول حق ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت کو تسلیم کر لینے کے سبب مسلمانوں کو اس استدلال کی ضرورت باقی نہیں رہی ، بلکہ مومنین کے حق میں قول نبوی سے مدلول کا ثبوت بلانظر واستدلال ہوجاتا ہے،جیسے بدیہی میں نظر واستدلال کی ضرورت نہیں ہوتی ہے۔

اسی طرح تواتر کے سبب یا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے سماعت کے سبب ضروریات دین کے دلائل یعنی اقوال نبویہ بدیہی الثبوت ہیں۔

فتاویٰ رضویہ کی عبارت کا مفہوم

فتاویٰ رضویہ کی منقولہ عبارت سے یہ ثابت نہیں ہوتا ہے کہ ضروریات دین بعض مومنین کے حق میں بدیہی ہوتی ہیں اور بعض مومنین کے حق میں نظری ہوتی ہیں۔صحیح یہ ہے کہ ضروریات دین تمام مومنین کے حق میں بدیہی (ملحق بالبدیہی)اور غیر مومنین کے حق میں نظری ہیں۔ایمان کے سبب مومنین کے حق میں ضروریات دین بدیہی ہوگئیں۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہ الکریم وآلہ العظیم

باب نہم

باسمہ تعالیٰ وبحمدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الاعلیٰ وآلہ واصحابہ اجمعین

کیا تمام ضروریات دین کا علم ضروری ہے؟

مسلمان کو اپنی ضروریات کا علم حاصل کرنا فرض ہے،یعنی ان عقائد واعمال سے متعلق شرعی احکام جاننا ضروری ہے جن کی اسے ضرورت ہے۔تمام ضروریات دین کا علم حاصل کرنا فرض ہے۔ایسا کوئی جزئیہ میری نظر میں نہیں ہے۔ہاں،تمام ضروریات دین پر ایمان لانا ضرور فرض ہے۔جن ضروریات دین کا تفصیلی علم ہو گیا،ان پر تفصیلی ایمان فرض ہے اور جن ضروریات کا تفصیلی علم نہ ہو،ان پر اجمالی ایمان فرض ہے۔ضروریات دین پر ایمان لانا یعنی ان کی تصدیق کرنا اورضروریات دین کا علم حاصل کرنا دو الگ امر ہیں۔

اگر تمام ضروریات دین کا علم حاصل کرنا فرض ہوتا تو قرون اولیٰ میں ہی کسی کتاب میں تمام ضروریات دین کو جمع کر دیا جاتا،حالاں کہ تمام ضروریات دین کا بالاستیعاب یکجا بیان کسی کتاب میں مرقوم نہیں۔علم عقائد کی کتابوں میں مخلوط بیان ہے،یعنی ضروریات دین ،ضروریات اہل سنت،اجماعی ظنی عقائد اور غیر اجماعی فروعی عقائد کا مخلوط بیان ہے۔

امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:''اور فرض عین نہیں،مگر ان علوم کا سیکھنا جن کی طرف انسان بالفعل اپنے دین میں محتاج ہو''۔

(فتاویٰ رضویہ:جلد نہم:حصہ اول:ص16:رضا اکیڈمی ممبئ)

ہر ایک ضروری دینی کا علم حاصل کرنا فرض نہیں،بلکہ موجودہ وقت میں اس مومن کو جن عقائد ومسائل کی ضرورت ہے،ان کا سیکھنا فرض ہے۔ہر مومن کی ضرورت جدا گانہ ہوتی ہے۔اسی ضرورت کے اعتبار سے اعتقادی مسائل اور فقہی مسائل سیکھنا فرض ہے۔

اعتقادی مسائل اور فقہی مسائل میں دو قسم کے مسائل ہوں گے:(1) نماز وروزہ

کے مسائل کا سیکھنا ہرایک پر فرض ہوگا، کیوں کہ ہر بالغ پر نماز اور ماہ رمضان میں روزہ فرض ہے۔اسی طرح صاحب نصاب ہے تو زکات فرض ہے اور استطاعت ہے تو حج فرض ہے، یعنی جس مومن پر جو امور فرض ہیں،اس پر ان کے مسائل کو سیکھنا لازم ہے،تا کہ ان فرائض کو صحیح طور پر ادا کر سکے ۔(2) خاص ضرورت کے مسائل مثلاً تاجر کو تجارت کے مسائل ، کاشتکار کو زراعت کے مسائل سیکھنا لازم ہے،تا کہ اس کا کوئی عمل خلاف شرع نہ ہو سکے۔

اعتقادیات میں بھی دوقسم کے مسائل ہیں:

(1) باب اعتقادیات کے ضروری مسائل ،مثلاً اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات ،نبوت ورسالت، یوم آخرت،حشر ونشر وغیرہ سے متعلق اعتقادی مسائل واحکام کو جاننا۔

(2) حالات کے اعتبار سے باب عقائد کے خاص مسائل کو جاننا ،مثلاً امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں خلق قرآن کا مسئلہ موضوع بحث تھا تو اس زمانے میں خلق قرآن کا مسئلہ جاننا لازم قرار پائے گا۔عہد حاضر میں علم غیب نبوی ،تنقیص شان خداورسول (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کے احکام اوراسی طرح جو مسائل اہل سنت وغیراہل سنت کے درمیان اختلافی ہیں،ان عقائد ومسائل کا علم حاصل کرنا لازم ہوگا، تا کہ مسلمان کسی گمراہ کرنے والے کی گمراہ گری سے خود کو محفوظ رکھ سکے۔

(الف) امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے تحریر فرمایا:''حدیث ''طلب العلم فریضۃ علیٰ کل مسلم'' کہ بوجہ کثرت طرق وتعدد مخارج حدیث حسن ہے۔اس کا صریح مفاد ہر مسلمان مرد وعورت پر طلب علم کی فرضیت تو یہ صادق نہ آئے گا،مگر اس علم پر جس کا تعلم فرض عین ہو، اور فرض عین نہیں،مگر ان علوم کا سیکھنا جن کی طرف انسان بالفعل اپنے دین میں محتاج ہو۔

ان کا اعم واشمل واعلیٰ واکمل واہم واجل علم اصول عقائد ہے،جن کے اعتقاد سے آدمی مسلمان سنی المذہب ہوتا ہے،اورانکار ومخالفت سے کافر یابدعتی: والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

سب میں پہلا فرض آدمی پر اسی کا تعلم ہے،اوراس کی طرف احتیاج میں سب

یکساں، پھرعلم مسائل نماز یعنی اس کے فرائض وشرائط ومفسدات جن کے جاننے سے نماز صحیح طور پرادا کر سکے، پھر جب رمضان آئے تو مسائل صوم، مالک نصاب نامی ہوتو مسائل زکوٰۃ ،صاحب استطاعت ہوتو مسائل حج ،نکاح کیا چاہے تو اس کے متعلق ضروری مسئلے،تاجر ہو تو مسائل بیع وشرا،مزارع پرمسائل زراعت،موجرومستاجر پرمسائل اجارہ،وعلیٰ ہذاالقیاس۔

ہرشخص پراس کی حاجت موجودہ کے مسئلے سیکھنا فرض عین ہے،اورانہیں میں سے ہے مسائل حلال وحرام کہ ہرفرد بشران کامحتاج ہے،اور مسائل علم قلب یعنی فرائض قلبیہ مثل تواضع واخلاص وتوکل وغیرہا اوران کے طرق تحصیل اورمحرمات باطنیہ تکبر وریا وعجب وحسد وغیرہا اوران کے معالجات کہ ان کا تعلم بھی ہرمسلمان پراہم فرائض سے ہے۔جس طرح بے نماز، فاسق وفاجر مرتکب کبائر ہے،یوں ہی بعینہ ریا سے نماز پڑھنے والا انہیں مصیبتوں میں گرفتار ہے۔نسئل اللہ العفو والعافیۃ :تو صرف یہی علوم حدیث میں مراد ہیں وبس''۔

(فتاویٰ رضویہ: جلدنہم: جزاول:ص16:رضا اکیڈمی ممبئ)

منقولہ بالااقتباس میں ہے:''ہرشخص پراس کی حاجت موجودہ کے مسئلے سیکھنا فرض عین ہے''۔اس سے واضح ہوگیا کہ ہرمسلمان کواس کی ضرورت کے مطابق عقائد ومسائل سیکھنا فرض ہے،لہٰذادرج ذیل اسلامی عقائد ومسائل کوسیکھنا ہرمسلمان پرفرض ہوگا۔

(1)دین اسلام واہل سنت وجماعت کے عقائد

(2)نماز کے احکام ومسائل

(3)رمضان میں روزہ کے مسائل

(4)اگرصاحب نصاب نامی ہوتو زکوٰۃ کے مسائل

(5)صاحب استطاعت ہو یعنی اس پرحج فرض ہو چکا ہوتو حج کے مسائل

(6)ہرپیشہ والے کواپنے پیشہ سے متعلق شرعی احکام ومسائل

(7)جوکام انجام دینا چاہتا ہو،اس کے متعلق شرعی احکام

(8) حلال وحرام کے احکام ومسائل

(9) علم قلب کے مسائل

عوام کو اپنی ضرورت کے مسائل ضروری مقدار میں جاننا فرض ہے۔انہیں علمائے کرام کی طرح مسائل کا تفصیلی علم ضروری نہیں۔اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ہر طبقہ کی ایک جماعت کے فقیہ ہونے کا حکم بیان فرمایا۔تمام افراد امت کو فقیہ وعالم ہونے کا حکم بیان نہیں فرمایا۔دیگر مومنین کو اپنی ضرورت کے مطابق دین کے احکام ومسائل جاننا لازم ہے۔

ایسا کوئی جزئیہ نہیں مل سکا کہ ہر مسلمان کو تمام ضروریات دین کا علم فرض ہے۔ہاں، تمام ضروریات دین کی اجمالی تصدیق ضرور فرض ہے،پھر جس ضروری دینی کا تفصیلی اور متواتر علم ہو جائے،اس کی تفصیلی تصدیق فرض ہے۔تصدیق اور تعلیم میں فرق ہے۔

ارشاد الٰہی ہے:(**وما كان المؤمنون لينفروا كافة فلولا نفرمن كل فرقة طائفة ليتفقهوا فى الدين ولينذروا قومهم اذا رجعوا اليهم لعلهم يحذرون**)

(سورہ توبہ: آیت122)

ترجمہ:اور مسلمانوں سے یہ تو ہو نہیں سکتا کہ سب کے سب نکلیں تو کیوں نہ ہوا کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور واپس آ کر اپنی قوم کو ڈرسنائیں،اس امید پر کہ وہ بچیں۔(کنز الایمان)

(ب) امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:''علم دین سیکھنا اس قدر کہ مذہب حق سے آگاہ ہو،وضو،غسل،نماز،روزے وغیرہا ضروریات کے احکام سے مطلع ہو، تاجر تجارت،مزارع زراعت،اجیر اجارے،غرض ہر شخص جس حالت میں ہے،اس کے متعلق احکام شریعت سے واقف ہو،فرض عین ہے۔جب تک یہ حاصل کرے،جغرافیہ، تاریخ وغیرہ میں وقت ضائع کرنا جائز نہیں۔

حدیث میں ہے:''طلب العلم فریضۃ علیٰ کل مسلم ومسلمۃ''۔جو فرض چھوڑ کر نفل میں

مشغول ہو،حدیثوں میں اس کی سخت برائی آئی ،اوراس کا وہ نیک کام مردودقرار پایا۔کما بیناہ فی الزکوٰۃ من فتاوینا۔نہ کہ فرض چھوڑ کرفضولیات میں وقت گنوانا۔غرض یہ علوم ضروریہ تو ضرور مقدم ہیں اوران سے غافل ہوکر ریاضی ، ہندسہ ،طبعیات ،فلسفہ یا دیگر خرافات ووسوسہ پڑھنے پڑھانے میں مشغولی بلاشبہہ متعلم ومدرس دونوں کے لیے حرام ہے۔

اوران ضروریات سے فراغ کے بعد پوراعلم دین ،فقہ،حدیث ،تفسیر،عربی زبان ، اس کی صرف ،نحو،معانی ، بیان ،لغت ،ادب وغیرہا آلات علوم دینیہ بطورآلات سیکھنا سکھانا فرض کفایہ ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:(فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ) یہی علوم،علم دین ہیں،اورانھیں کے پڑھنے پڑھانے میں ثواب اوران کے سوا کوئی فن یا زبان کچھ کارثواب نہیں۔ہاں، جوشخص ضروریات دین مذکورہ سے فراغ پاکر اقلیدس،حساب،مساحت،جغرافیہ وغیرہا، وہ فنون پڑھے،جن میں کوئی امرمخالف شرع نہیں توایک مباح کام ہوگا، جب کہ اس کے سبب کسی واجب شرعی میں خلل نہ پڑے‘‘۔

(فتاویٰ رضویہ: جلدنہم: جزاول:ص108 - رضااکیڈمی ممبئی)

منقولہ بالافتویٰ میں ہے:’’علم دین سیکھنا اس قدر کہ مذہب حق سے آگاہ ہو‘‘۔اس سے واضح ہوگیا کہ ہرشخص کوتمام عقائد دینیہ کا سیکھنا فرض نہیں ، بلکہ بقدرضرورت سیکھنا فرض عین ہے، نیزاسی میں ہے کہ اپنی ضروریات سے زائدعلم دین حاصل کرنا فرض کفایہ ہے۔

علم فقہ اور حفظ قرآن مجید

صدرالشریعہ حضرت علامہ امجدعلی اعظمی علیہ الرحمۃ والرضوان نے رقم فرمایا:

مسئلہ: بقدرضرورت مسائل فقہ کا جاننا فرض عین ہے،اورحاجت سے زائد سیکھنا حفظ جمیع قرآن سے افضل ہے۔(ردالمحتار)

(بہارشریعت: حصہ سوم:ص546 -مکتبۃ المدینہ کراچی)

مسئلہ: ایک آیت کا حفظ کرنا ہر مسلمان مکلّف پر فرض عین ہے،اور پورے قرآن مجید کا حفظ کرنا فرض کفایہ،اور سورۂ فاتحہ اور ایک دوسری چھوٹی سورت یا اس کے مثل مثلاً تین چھوٹی آیتیں یا ایک بڑی آیت کا حفظ واجب عین ہے۔(درمختار)

(بہارشریعت: حصہ سوم:ص546-مکتبۃ المدینہ کراچی)

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:''حفظ قرآن فرض کفایہ ہے اور سنت صحابہ وتابعین وعلمائے دین متین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین،اور من جملہ افاضل مستحبات،عمدہ قربات،منافع وفضائل اس کے حصر وشمار سے باہر''۔

(فتاویٰ رضویہ: جلدنہم: جزاول:ص104-رضا اکیڈمی ممبئ)

نماز سے متعلق احکام کو جاننا لازم

نماز ہردن پانچ مرتبہ ادا کی جاتی ہے۔نماز میں آیات قرآنیہ کی تلاوت کی جاتی ہے۔اگر قرآن نہ پڑھا ہو،یا آیات زبانی یاد نہ ہوں تو نماز میں کیا پڑھے گا؟اگر آیات وسورتیں یاد ہیں،لیکن حروف کے مخاوج اور صفات سے ناواقف ہے تو یہ بھی ایک بڑا معاملہ ہے۔اگر حرف کی ادائیگی میں فساد کے سبب معنی فاسد ہوجائے تو نماز فاسد ہوجائے گی۔ صفات کی ادائیگی کا بھی خیال رہے۔فقہی مسائل درج ذیل ہیں۔

(1)اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:''بلاشبہہ اتنی تجوید جس سے تصحیح حروف ہو،اور غلط خوانی سے بچے،فرض عین ہے''۔

(فتاویٰ رضویہ: جلدسوم:ص130:رضا اکیڈمی ممبئ)

(2)امام احمد رضا قادری(۱۸۵۶ء-۱۹۲۱ء)نے تحریر فرمایا:''حروف کو ان کی صفات شدت وجہر وامثالہما کے پورے حقوق دیئے جائیں۔اظہار واخفا وتفخیم وترقیق وغیرہا محسنات کا لحاظ رکھا جائے۔یہ مسنون ہے اور اس کا ترک مکروہ وناپسند،اور اس کا اہتمام

فرائض وواجبات میں تراویح سے زیادہ،اورتراویح میں نفل مطلق سے زیادہ"۔

(فتاویٰ رضویہ:جلدسوم:ص103-رضااکیڈمی ممبئی)

(3)"واجب واجماعی مدمتصل ہے۔منفصل کا ترک جائز،ولہٰذا اس کا نام ہی مد جائز رکھا گیااورجس حرف مدہ کے بعد سکون لازم ہو، جیسے ضالین ،الم"وہاں بھی مد بالاجماع واجب ،اورجس کے بعد سکون عارض ہو،جیسے العالمین ،الرحیم ،العباد ،یوقنون بحالت وقف یا قال اللھم بحالت ادغام، وہاں مدوقصر دونوں جائز ۔اس قدرترتیل فرض وواجب ہے۔اوراس کا تارک گنہگار،مگرفرائض نماز سے نہیں کہ ترک مفسد صلاۃ ہو"۔

(فتاویٰ رضویہ:جلدسوم:ص103-رضااکیڈمی ممبئی)

مسئلہ: ط ت،س ث ص،ذ ز ظ،ا ء ع،ہ ح،ض ظ د،ان حرفوں میں صحیح طور پرامتیاز رکھیں،ورنہ معنیٰ فاسد ہونے کی صورت میں نماز نہ ہوگی،اوربعض تو س ش،ز ج،ق ک میں بھی فرق نہیں کرتے۔(بہارشریعت:حصہ سوم:ص557-مکتبۃ المدینہ کراچی)

مسئلہ: ایک حرف کی جگہ دوسراحرف پڑھنااگراس وجہ سے ہے کہ اس کی زبان سے وہ حرف ادانہیں ہوتا تو مجبور ہے،اس پرکوشش کرنا ضروری ہے۔اگرلاپرواہی سے ہے جیسے آج کل کے اکثر حفاظ وعلما کہ ادا کرنے پر قادر ہیں ،مگر بے خیالی میں تبدیل حرف کردیتے ہیں تواگرمعنیٰ فاسد ہوں،نماز نہ ہوئی۔اس قسم کی جتنی نمازیں پڑھی ہوں،ان کی قضالازم۔(بہارشریعت:حصہ سوم:ص557-مکتبۃ المدینہ کراچی)

مسئلہ: جس سے حروف صحیح ادانہیں ہوتے،اس پرواجب ہے کہ تصحیح حروف میں رات دن پوری کوشش کرے،اوراگرصحیح خواں کی اقتدا کرسکتا ہوتو جہاں تک ممکن ہو،اس کی اقتدا کرے،یاوہ آیتیں پڑھے جس کے حروف صحیح ادا کرسکتا ہو،اوریہ دونوں صورتیں ناممکن ہوں توزمانہ کوشش میں اس کی اپنی نماز ہوجائے گی،اوراپنے مثل دوسرے کی امامت بھی کر سکتا ہے،یعنی اس کی کہ وہ بھی اسی حرف کوصحیح نہ پڑھتا ہو،جس کو یہ،اوراگراس سے جوحرف

ادانہیں ہوتا ،دوسرا اس کوادا کر لیتا ہے ،مگر کوئی دوسرا حرف اس سے ادانہیں ہوتا تو ایک دوسرے کی امامت نہیں کرسکتا ،اوراگر کوشش بھی نہیں کرتا تواس کی خود بھی نہیں ہوتی ،دوسرے کی اس کے پیچھے کیا ہوگی ۔آج کل عام لوگ اس میں مبتلا ہیں کہ غلط پڑھتے ہیں اورکوشش نہیں کرتے ،ان کی نمازیں خود باطل ہیں،امامت درکنار۔

(بہارشریعت: حصہ سوم:ص570-571-مکتبۃ المدینہ کراچی)

مسئلہ: جس نے سبحان ربی العظیم میں عظیم کوعزیم،ظ کے بجائے زپڑھ دیا تو نماز جاتی رہی،لہٰذا جس سے عظیم صحیح ادانہ ہو،وہ سبحان ربی الکریم پڑھے۔

(قانون شریعت: جلداول:ص100-شبیر برادرز اردو بازارلاہور)

مسئلہ: امی پرواجب ہے کہ رات دن کوشش کرے، یہاں تک کہ بقدرفرض قرآن مجید یاد کرلے،ورنہ عنداللہ تعالیٰ معذورنہیں ۔(عالمگیری)

(بہارشریعت: حصہ سوم:ص570-مکتبۃ المدینہ کراچی)

ضروریات دین میں بہت سے امورایسے ہوسکتے ہیں کہ عوام مسلمین کوجن کے تفصیلی علم کی بالفعل ضرورت نہ ہو،توان امورکی تعلیم فرض عین نہیں ہوگی ، بلکہ بعض ضروری دینی کی تفصیل بیان بھی نہ کی گئی،مثلاً ہرنبی اورفرشتہ پرایمان لانا فرض اورضروریات دین سے ہے ،لیکن ہر نبی اور ہرفرشتہ کاتفصیلی علم بندوں کونہیں ، بلکہ قرآن مجید میں رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ بہت سے انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ہم نے ذکرکیااور بہت سے انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ذکرنہیں کیا۔جب رب تعالیٰ نے ذکرنہیں فرمایا۔احادیث طیبہ میں بھی ذکرنہیں ،نہ کسی دوسری جگہ تمام انبیائے کرام وملائکہ عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ذکر موجود ہےتو بندوں کوتمام انبیائے کرام وملائکہ عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کاتفصیلی علم بھی نہیں ۔ہاں،تمام انبیائے کرام وملائکہ عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام پراجمالی ایمان فرض ہے۔

ہرایک ضروری دینی کاعلم حاصل کرنا فرض ہے۔ایساحکم نظرنہیں آیا۔تمام ضروریات

دین کی مکمل فہرست بھی کہیں نظر نہیں آئی ۔اگر تمام ضروریات کا علم فرض ہوتا تو کم ازکم علمائے اسلام ضروریات دین کی ایک مکمل فہرست تیار فرما دیتے کہ ان امور کا علم حاصل کرنا فرض ہے۔ہر مسلمان پر اپنی ضرورت کے مسائل کا سیکھنا فرض ہے۔تمام ضروریات دین کا علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض نہیں ۔اپنی ضرورت کے مسائل میں کچھ ضروریات دین ہیں اور کچھ غیر ضروریات دین بھی،یعنی ظنی فقہی مسائل جو ضروریات دین سے نہیں ہیں۔

عقائد کے ضروری مسائل کو سیکھنا لازم

(1)فقیہ عبدالرحمٰن بن محمد بن سلیمان آفندی(شیخ زادہ)نے رقم فرمایا:(**وفی أکثر المعتبرا ت أن تعلیم صفة الإیمان للناس وبیان صفة خصائص أهل السنة والجماعة من أهم الأمور-وللسلف رحمهم اللّٰہ تعالی من ذلک تصانیف -والمختصر أن یقول:کل ما أمرنی اللّٰہ تعالی به قبلته-وما نهانی عنه انتهیت عنه-فإذا اعتقد ذلک بقلبه وأقر بلسانه کان إیمانه صحیحا-و کان مؤمنا بالکل**)(مجمع الانہر:جلددوم:ص502-مکتبہ شاملہ)

ترجمہ:اکثر معتبر کتابوں میں ہے کہ لوگوں کو صفت ایمان کی تعلیم دینا اوراہل سنت وجماعت کی خصوصیات(علامات وشعائر)بیان کرنا اہم امور میں سے ہےاوراسلاف کرام علیہم الرحمۃ والرضوان کی اس بارے میں تصانیف ہیں اور مختصر طور پر یہ کہے:اللہ تعالیٰ نے جس چیز کا مجھے حکم دیا، میں نے اسے قبول کیا اور اللہ تعالیٰ نے جس چیز سے مجھے منع فرمایا، میں اس سے باز آیا،پس جب وہ اپنے دل سے اس کا اعتقاد کرلےاوراپنی زبان سے اقرار کرلےتو اس کا ایمان صحیح ہوگیااوروہ تمام احکام پر ایمان لانے والا ہوگیا۔

(2)علامہ بدایونی قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:(**قال القاری:اذ معرفة ذات اللّٰہ وصفاته وما یتعلق بانبیائه فرض عین-مجملًا فی مقام الاجمال ومفصلًا**

فی مقام الاکمال) (المعتقد المنتقد :ص155 -المجمع الاسلامی مبارک پور)

ترجمہ: ملاعلی قاری حنفی نے فرمایا: کیوں کہ ذات الٰہی ،صفات الٰہی اوراللہ تعالیٰ کے انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے متعلق عقائد کی معرفت فرض عین ہے،مقام اجمال میں اجمالی طور پراور مقام تفصیل میں تفصیلی طور پر۔

مذکورہ بالا اقتباس میں صراحت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات اوررسالت ونبوت سے متعلق عقائد کی معرفت فرض عین ہے،لیکن مقام اجمال میں اجمالی علم اورمقام تفصیل یعنی بوقت ضرورت تفصیلی علم فرض ہے۔کسی جگہ یہ نہیں ہے کہ ہرایک ضروری دینی کا تفصیلی علم حاصل کرنا مسلمانوں پرفرض ہے۔ حج کے مسائل کا تفصیلی علم اسی پر فرض ہوگا جوحج کی استطاعت رکھتا ہو۔زکات کے احکام کا سیکھنا صاحب نصاب پرفرض ہوگا ۔اپنی ضرورت کے مسائل کاعلم حاصل کرنا فرض ہے،نہ کہ تمام ضروریات دین کاعلم حاصل کرنا فرض ہے۔

علامہ بدایونی قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:**(قالوا:اول واجب بایجاب اللّٰہ علینا عرفان اللّٰہ–ای معرفة وجودہ والوھیتہ وما لہ من الکمال–لا کنہ ذاتہ وصفاتہ–لامتناعہ عقلا وشرعا.**

قیل:المعرفة علی اربعة اقسام–الحقیقیة وھی معرفة اللّٰہ تعالی لنفسہ–والعیانیة وھی مختصة بالأخرة عند مانعی الرویة فی الدنیا لغیر نبینا صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم–وتحصل لاھل الجنة فی الجنة.

والکشفیة:وھی منحة الھیة ولا نکلف بمثلھا اجماعا.

والبرھانیة:وھی ان یعلم بالدلیل القطعی وجودہ تعالی وما یجب لہ وما یستحیل علیہ–وھی المرادة فی ھذا العلم –والقرآن مملو بالحث علیھا والنظر فیھا–والاستدلال علیھا.

قال اللّٰہ تعالی:

سنريهم آياتنا فی الآفاق وفی انفسهم حتی يتبين لهم انه الحق.

والتبين المعرفة–وارائة الأيات هو النظر والاستدلال.

وقال اللّٰه تعالى:وفی انفسكم ا فلا تبصرون.

وفی قوله:ا فلا تبصرون–توبيخ على عدم النظر والاستدلال–وحث عليه–وكون المعرفة واجبة مما لا خلاف فيه بين المسلمين–وكذا النظر الموصل اليه)(المعتقد المنتقد:ص16-المجمع الاسلامی مبارک پور)

ترجمہ:علمائے اسلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے واجب کرنے سے ہمارے اوپر سب سے پہلا واجب اللہ تعالیٰ کی معرفت ہے،یعنی اللہ تعالیٰ کے موجود ہونے اور معبود حقیقی ہونے کی معرفت اور اللہ تعالیٰ کی صفات کمالیہ کی معرفت،نہ کہ اس کی ذات کی حقیقت اور صفات کی حقیقت کی معرفت،کیوں کہ یہ عقلاً اور شرعاً محال ہے۔

کہا گیا کہ معرفت کی چار قسمیں ہیں۔

(۱)معرفت حقیقیہ:(حقیقت کی معرفت)اور یہ اللہ تعالیٰ کا خود کو جاننا ہے۔

(۲)معرفت عیانیہ:(دیکھ کر پہچاننا)اور یہ آخرت کے ساتھ خاص ہے ان لوگوں کے نزدیک جو دنیا میں ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علاوہ کسی کے لیے رویت باری تعالیٰ کے قائل نہیں اور یہ معرفت اہل جنت کو جنت میں حاصل ہوگی۔

(۳)معرفت کشفیہ:یہ خدائی عطیہ ہے اور ہم ایسی معرفت کے اجماعاً مکلّف نہیں۔

(۴)معرفت برہانیہ:اور وہ یہ ہے کہ دلیل قطعی سے اللہ تعالیٰ کے وجود اور جو صفات اس کے لیے واجب ہیں اور جو اس کے لیے محال ہیں،ان کو جانا جائے اور اس علم(علم کلام) میں معرفت سے یہی قسم مراد ہے اور قرآن اس کی ترغیب اور اس کے لیے نظر واستدلال سے بھرا ہوا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:(سنريهم آياتنا فی الآفاق وفی انفسهم حتی يتبين لهم انه الحق)ابھی ہم انہیں دکھائیں گے اپنی آیتیں دنیا بھر میں اور خود ان کے

آپے میں یہاں تک کہ ان پرکھل جائے کہ بے شک وہ حق ہے۔(کنزالایمان)

اورتبیین معرفت کوکہتے ہیں اورآیتیں دکھانا،نظراوردلیل قائم کرنا ہے۔

اوراللہ تعالیٰ فرماتا ہے:(**فی انفسکم ا فلا تبصرون**) (اورزمین میں نشانیاں ہیں یقین والوں کے لیے)اورخودتم میں توکیاتمہیں سوجھتانہیں۔(کنزالایمان)

اوراللہ تعالیٰ کےقول:(**ا فلا تبصرون**) میں لوگوں کوترک نظرواستدلال پرزجر وتوبیخ فرمائی گئی اورنظرواستدلال کی ترغیب دی گئی،اورمعرفت الٰہی کا واجب ہونا ایسی چیز ہےجس کے بارے میں مسلمانوں کے درمیان کوئی اختلاف نہیں اوراسی طرح وہ فکرونظر جو اس معرفت تک پہنچائے،اس کے وجوب میں اختلاف نہیں۔

مذکورہ بالا اقتباس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے وجوداوراللہ تعالیٰ کی صفات کمالیہ کاعلم حاصل کرنا فرض ہے۔ایسی عبارتوں کا یہی مفہوم ہے کہ ہرمسلمان کے لیے بقدرضرورت اسلامی عقائدوشرعی مسائل کاعلم حاصل کرنافرض عین ہے اورضرورت سے زائد دینی علم حاصل کرنافرض کفایہ ہے،فرض عین نہیں ہے۔جو یہ دعویٰ کرے کہ ہرایک ضروری دینی کاعلم حاصل کرنافرض عین ہے،وہ صرف یہ بتادے کہ تمام ضروری دین کاذکرکس کتاب میں ہے۔

(4)علامہ بدایونی قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:(**والحکم العقلی وھو مبنی اصول الدین–علٰی ثلٰثة اقسام–واجب وجائز و ممتنع–والمراد بالواجب ما لا یتصور فی العقل عدمہ ضرورةً کالتحیز للجرم–او نظرًا کوجوب القدم لہ سبحانہ–وبالجائز ما یمکن عقلًا وجودہ وعدمہ ضرورةً کالحرکة اوالسکون للجسم–او نظرًا کالعفو وتضعیف الحسنات.**

وبالامتناع–ما لا یتصور فی العقل وجودہ ضرورةً کتعری الجسم عن الحرکة والسکون–او نظرًا کوجود شریک الباری تَعَالٰی.

فالعلم بالاقسام الثلثة للحکم العقلی فرض عین علٰی کل مکلف–

ای عاقل بالغ عند الاکثر-وعلیٰ کل عاقل ولو غیر بالغ عند الماتریدی من غیرفرق بین الجن والانس والذکر والانثیٰ والخنثیٰ والحر والمملوک بالاجماع.

بالنسبة الی اللّٰہ عزوجل-ای علم ما یجب فی حقه تعالیٰ ویجوز ویستحیل

وبالنسبة الی الرسل-ای العلم بما یجب فی حقهم ویجوز ویستحیل-وما یجب لهم من احکام النبوة

وبالیوم الآخروما یتعلق بذلک

والعلم الباحث عن جملة ذلک یسمی بعلم الکلام والعقائد والتوحید-وعرفوہ بانه العلم بالعقائد الدینیة عن الادلة الیقینیة)

(المعتقد المنتقد :ص14-المجمع الاسلامی مبارک پور)

ترجمہ:حکم عقلی اور یہی اصول دین کی بنیاد ہے،یہ تین قسم پر ہے،واجب،جائز اور محال،اور واجب سے وہ مراد ہے کہ عقل میں جس کا عدم بدیہی طور پر متصور نہ ہو،جیسے جسم کے لیے حیز میں ہونا،یا نظری طور پر(عقل میں جس کا عدم متصور نہ ہو)جیسے اللہ تعالیٰ کے لیے قدیم ہونے کا وجوب۔

اور جائز سے وہ مراد ہے جس کا وجود وعدم عقلی طور پر ممکن ہو،(یا تو)بدیہی طور پر جیسے جسم کے لیے حرکت وسکون،یا نظری طور پر جیسے معاف کرنا اور نیکیوں کو بڑھا دینا۔

اور محال سے وہ مراد ہے کہ عقل میں اس کا وجود بدیہی طور پر متصور نہ ہو جیسے جسم کا حرکت وسکون سے خالی ہونا،یا نظری طور پر(عقل میں اس کا وجود متصور نہ ہو)جیسے شریک باری تعالیٰ کا وجود۔

پس بالاجماع حکم کی اقسام ثلاثہ کا علم ہر مکلّف پر فرض عین ہے،یعنی اکثر علما کے

یہاں عاقل بالغ پرفرض عین ہےاورامام ابومنصور ماتریدی کے یہاں ہرعاقل پرفرض عین ہے،گرچہ وہ نابالغ ہو،جن وانس،مذکرومؤنث،مخنث،آزادوغلام میں فرق کیے بغیر۔

اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کرتے ہوئے،یعنی اس کاعلم فرض عین ہے جواللہ تعالیٰ کے حق میں واجب ہےاور جو جائزاور جومحال ہے۔

اورمرسلین عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی طرف نسبت کرتے ہوئے،یعنی اس کاعلم فرض عین ہے جو جومرسلین عظام کے حق میں واجب ہےاور جو جائزاور جومحال ہے،اور جو ان کے لیے نبوت کے احکام واجب ہیں۔

اور یوم آخرت اوراس کے متعلقات کاعلم فرض عین ہے،اوران تمام احکام سے بحث کرنے والےعلم کا نام علم کلام،علم عقائداورعلم توحید ہے،اوراہل علم نے اس کی تعریف کی کہ وہ یقینی دلائل سے دینی عقائد کاعلم ہے۔

اللہ تعالیٰ،حضرات مرسلین عظام وانبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور یوم آخرت سے متعلق اسلامی عقائدکوجاننا ہرمکلّف پرفرض عین ہے،لیکن ہرایک کو بقدرضرورت جاننا فرض عین ہےاورقدرضرورت سے زائدکاعلم فرض کفایہ ہے۔الغرض کسی جزئیہ میں ہرایک ضروری دینی کے جاننے کا ذکرنہیں، بلکہ ضروریات عقلیہ کی کثرت کے سبب تمام ضروریات دین کااحاطہ مشکل ہے۔اس کی تفصیل باب ششم فصل دوم میں مرقوم ہے۔

(5) سیف اللہ المسلول علامہ فضل رسول بدایونی قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:

(ان معرفة المسائل الاعتقادية فرض عين على كل مكلف عند جمهور اهل السنة والجماعة) (المعتقد المنتقد :ص10-11-المجمع الاسلامی مبارکپور)

ترجمہ: جمہوراہل سنت وجماعت کے نزدیک (بقدرضرورت)اعتقادی مسائل کی معرفت ہرمکلّف پرفرض عین ہے۔

(6)ملاعلی قاری حنفی نے رقم فرمایا:(**فيجب علٰى كل احد معرفة الكفريات**

اقوی من معرفة الاعتقادیات–فان الثانی یکفی فیها الایمان الاجمالی–فانه یتعین العلم التفصیلی لا سیما فی مذهب امامنا الحنفی)

(منح الروض الازہر فی شرح الفقہ الاکبر:ص444-دارالبشائر الاسلامیہ بیروت)

ترجمہ:ہر شخص پراعتقادیات کی معرفت سے زیادہ قوی (راجح) کفریات کی معرفت واجب ہے،کیوں کہ اعتقادیات میں ایمان اجمالی کافی ہے اور کفریات میں علم تفصیلی متعین ہے،خاص کر ہمارے امام حنفی کے مذہب میں۔

ہر مسلمان کو اپنی ضرورت کے اعتبار سے کفریات کا علم حاصل کرنا واجب ہے،تا کہ ان کفریات سے خود کو محفوظ رکھ سکے،مثلاً عہد حاضر کے فرقے (روافض،دیابنہ،وہابیہ، قادیانیہ وغیرہ) جن کفریات وضلالات میں مبتلا ہیں،ان کو جانے،تا کہ خود کو ان امور قبیحہ سے محفوظ رکھ سکے۔اسی طرح جن کفریات میں مبتلا ہونے کا خوف ہو،ان کے بارے میں معلومات حاصل کرے،تا کہ ان کفریات سے اپنی حفاظت کر سکے۔عہد حاضر میں معتزلہ، کرامیہ،جہمیہ،قدریہ،مشبہہ،قرامطہ وغیرہ کے کفریات وضلالات کو جاننے کی ضرورت نہیں ،کیوں کہ نہ ان کے کفریات کی شہرت ہے،نہ ہی ان میں مبتلا ہونے کا خوف ہے۔

جو لوگ ہندو آبادیوں میں رہتے ہیں،وہ ان کفریات کو جانیں جن میں ان کے مبتلا ہونے کا خوف ہے۔وہ لوگ قوم ہنود کے میلوں،تہواروں،مجلسوں،شادی بیاہ وغیرہ میں شرکت کرتے ہیں،لہٰذا ایسے لوگ مبتلائے کفر ہو سکتے ہیں۔اس شرکت ومعیت کے سبب جن کفریات میں مبتلا ہونے کا خوف ہے،ان کفریات کو جاننا لازم ہے،تا کہ بچ سکیں۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم::والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہ الکریم::وآلہ العظیم

باب دہم

باسمہ تعالیٰ وبحمدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الاعلیٰ وآلہ واصحابہ اجمعین

بیان ضروریات وتشریح ضروریات

امام ابن حجر ہیتمی مکی شافعی نے ضروریات دین کی تشریح اوران کے بیان میں رقم فرمایا:

(وقوله فما القدر المعلوم من الدين بالضرورة؟

جوابه انه قد سبق ضابطه–وهوان يكون قطعيًّا مشهورًا بحيث لا يخفٰى على العامة المخالطين للعلماء–بان يعرفوهُ بداهةً من غير افتقار الٰى نظرواستدلال–ولذلك مُثُلٌ–منها فى الاعتقادى وحدانية اللّٰه تَعَالٰى وتفرده بالالوهية و تنزهه عن الشريك وسمات الحادثات كالالوان–وتفرده باستحقاق العبودية عَلَى الْعٰلَمِيْنَ وبايجاد الخلق وحياته وعلمه وقدرته وارادته وانزاله الكتب وارساله للرسل–وان لَهٗ عِبَادًا مكرمين وهم الملائكة–وانه يحيى الموتٰى ويحشرهم الٰى دار الثواب والعقاب–وان المؤ منين مخلدون فى الجنة والكافرين مخلدون فى النار–و ان العالم حادث وانه تَعَالٰى محيط بالجزئيات كا لكليات وغيرذلک من كل خبرنَصَّ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ وَالسُّنَّةُ الْمُتَوَاتِرَةُ نَصًّا لَا يحتمل التاويل–او اجمعت الامة علٰى ان ذلک هو معناه وعُلِمَ من الدين بالضرورة.

ومنها فى العملى وجوب الوضوء والغسل من الجنابة والتيمم وانتقاض الطهارة بِنَحْو الْبَوْل وحصول الجنابة بنحو الجماع والحيض–ووجوب الصلٰوة الخمس وعدد ركعاتها ووجوب نحو الركوع والسجود فيها–وبطلانها بتعمد نحو الحدث–ووجوب الجمعة بشروطها–

ووجوب الزكاة فى الانعام والزرع والنقود–دون التجارة–وكذا الفطرة، ان راعينا خلاف ابن اللبان–ثم رأيت ابن سمح(سمنج)قال: لا يكفر جاحدها–وقدر نُصُبِها المجمع عليها.

ووجوب صوم رمضان والحج والعمرة علىٰ من استطاعهما–وحل البيع والمواخذة بالاقراروحل الاخذ بالشفعة وحل الاجارة–والاعتداد بالوقف والهبة والصدقة والهدية وحصول التوارث بين الاقارب–واقدار الانصباء المذكورة فى القرآن لذوى الفروض–وحل النكاح ووقوع الطلاق وجريان القود او الدية–وحل قتل المرتد–ورجم الزانى المحصن وجلد غيره وقطع السارق وحل الجهاد واخذ الجزية والحلف باللّٰه سبحانه وتعالى وتولى الامامة العظمى والعتاق ونفوذه.

وتحريم تعمد الوطئ فى الحيض والنفاس بنحو غير وضوء–والجماع فى نهار رمضان بخلافه فى الحج–وتحريم الربا والغصب والمكس ونكاح المحارم بالنسب او الرضاع او المصاهرة–والجمع بين نحو الام وابنتها،والاختين فى النكاح–وتحريم المطلقة ثلاثا–وقتل النفس بغير الحق–والزنا واللواط ولو فى مملوكه–وان قيل لا حد به–لان ماخذه غيرماخذ الحرمة–والسرقة وشرب الخمروالقمار–واكل الميتة فى حال الاختيار–وشهادة الزور والغيبة والنميمة وايذاء المسلمين ونحوذلک) (الفتاوی الحدیثیہ:ص142-دارالفکر بیروت)

ترجمہ: سائل کاقول کہ ضروریات دین کی متعینہ مقدار کیا ہے؟

اس کا جواب ہے کہ اس کا ضابطہ گزر چکا ہے۔وہ یہ کہ ضروری دینی ایسا قطعی ومشہور ہو کہ علمائے کرام کی صحبت میں رہنے والے عوام سے پوشیدہ نہ ہو،اس طرح کہ وہ عوام نظر

واستدلال کی حاجت کے بغیر بدیہی طور پراسے جان لیں۔

اورضروری دینی کی مثالیں ہیں، ان مثالوں میں سے اعتقادی امور میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت ہے اور اس کا الوہیت میں متفرد ہونا اور شریک سے پاک ہونا اورحوادث کی علامات جیسے رنگوں سے پاک ہونااور سارے جہاں پر معبودیت کے استحقاق میں متفرد ہونا اورمخلوقات کی تخلیق میں متفرد ہونااوراپنی حیات،علم،قدرت،ارادہ،انزال کتب اوررسولوں کے بھیجنے میں متفرد ہونا ہے،اور یہ کہ اس کے معزز بندے ہیں اوروہ فرشتے ہیں اوروہ مردوں کوزندہ فرمائے گا اورانہیں دار ثواب ودار عذاب کی طرف جمع فرمائے گا اورمومنین ہمیشہ جنت میں رہیں گےاور کفار ہمیشہ جہنم میں رہیں گے،اور یہ کہ دنیا حادث ہےاوراللہ تعالیٰ کلیات کی طرح جزئیات کوبھی محیط ہے،اوراس کے علاوہ ہروہ بات جس پرقرآن مجیداور حدیث متواتر میں ناقابل تاویل نص ہو، یاامت کا اس پراجماع ہوکہ یہی اس کامعنی ہے اوریہی معنی دین سے بدیہی طور پرمعلوم ہو۔

اورضروری دینی کی مثالوں میں سے عملی امور میں وضو،غسل جنابت اورتیمّم کا فرض ہونا اور پیشاب سے وضوکا ٹوٹ جانااور جماع وحیض سے جنابت کا حاصل ہونا اور پانچ نمازوں کا فرض ہونااوران کی رکعات کی تعداداورنماز میں رکوع وسجود کافرض ہونا اورقصداً حدث کرنے سے نماز کا باطل ہوجانا اور جمعہ کی فرضیت اس کے شرائط کے ساتھ ،اور چوپایوں،کھیتی اورنقود(دینارودرہم)میں زکات کا فرض ہونا،نہ کہ مال تجارت میں اور اسی طرح صدقہ فطر (کی فرضیت ضروریات دین سے نہیں)اگر ہم فقیہ ابن لبان شافعی(م۴۴۶ھ)کے اختلاف کی رعایت کریں، پھر میں نے ابن سمح کودیکھا کہ انہوں نے کہا:صدقہ فطر کا منکر کافرنہیں ہےاور مذکورہ زکات(چوپایہ،کھیتی ونقود)کے نصابوں کی مقداراجماعی ہے۔

اوررمضان کے روزہ کی فرضیت اورحج وعمرہ کی فرضیت جوان دونوں کی استطاعت

رکھے، اور بیع کی حلت اور اقرار پر مواخذہ کی حلت اور شفعہ لینے کی حلت اور اجارہ کی حلت اور وقف، ہبہ، صدقہ اور ہدیہ کا قابل ثواب ہونا اور اقارب کے درمیان وراثت کا حصول اور اصحاب فروض کے لیے قرآن مجید میں مذکور حصے اور نکاح کا حلال ہونا اور طلاق کا واقع ہونا اور قصاص یا دیت کا جاری ہونا اور قتل مرتد کا حلال ہونا اور شادی شدہ زانی کو سنگسار کرنا اور غیر شادی شدہ کو کوڑے مارنا اور چور کا ہاتھ کاٹنا اور جہاد، جزیہ لینے اور اللہ تعالیٰ کی قسم کھانے کا جائز ہونا اور امامت عظمیٰ کی ذمہ داری لینا اور غلام آزاد کرنا اور اس آزادی کا نافذ ہونا۔

اور حالت حیض ونفاس میں بلا وضو قصداً وطی کرنے کی حرمت اور رمضان کے دن میں جماع کرنے کی حرمت، حج میں جماع کی حرمت کے برخلاف (کیوں کہ یہ ضروری دینی نہیں) اور سود، غصب، ٹیکس کی حرمت اور نسب، رضاعت ومصاہرت (کے رشتے) سے محرمات سے نکاح کی حرمت اور (نکاح میں) ماں اور اس کی بیٹی اور دو بہنوں کو جمع کرنے کی حرمت، اور تین طلاق والی کی حرمت اور ناحق قتل اور زنا کی حرمت اور لواطت کی حرمت، گرچہ اپنے مملوک سے ہو، گرچہ کہا جائے کہ اس میں حد نہیں، کیوں کہ حد کا ماخذ حرمت کے ماخذ کے علاوہ ہے، اور چوری، شراب نوشی اور جوا کی حرمت اور حالت اختیار میں مردار کھانے کی حرمت اور جھوٹی گواہی، غیبت، چغل خوری اور مسلمانوں کی ایذا رسانی وغیرہ کی حرمت۔

منقولہ بالاعبارت کے شروع میں ضروریات دین کی تشریح اس طرح ہے:

امام ابن حجر شافعی نے رقم فرمایا:**(وقوله:فما القدر المعلوم من الدين بالضرورة؟**

جوابه:أنه قد سبق ضابطه وهو أن يكون قطعياً مشهورًا بحيث لا يخفى على العامة المخالطين للعلماء بأن يعرفوه بداهة من غير إفتقار إلى نظر واستدلال) (فتاویٰ حدیثیہ: ص141- مکتبہ شاملہ)

ترجمہ: سائل کا قول کہ ضروریات دین کی متعینہ مقدار کیا ہے؟

اس کا جواب ہے کہ اس کا ضابطہ گزر چکا ہے۔ وہ یہ کہ ضروری دینی ایسا قطعی مشہور ہو کہ

علما کی صحبت میں رہنے والےعوام سے پوشیدہ نہ ہو،اس طرح کہ وہ عوام نظر واستدلال کی حاجت کےبغیر بدیہی طور پراسے جان لیں۔

اسی پیراگراف میں چندسطر بعدضروریات دین سے متعلق مرقوم ہے:(**وغیر ذلک من کل خبر نَصَّ عَلَیْہِ الْقُرْاٰنُ وَالسُّنَّۃُ الْمُتَوَاتِرَۃُ نَصًّا لَا یحتمل التاویل–او اجمعت الامۃ علٰی ان ذلک ھو معناہ–وعُلِمَ من الدین بالضرورۃ**)

ترجمہ:اوراس کے علاوہ ہروہ بات جس پرقرآن مجیداور حدیث متواتر میں ناقابل تاویل نص ہو،یاامت کااس پراجماع ہوکہ یہی اس کامعنی ہےاوریہی معنی دین سے بدیہی طور پرمعلوم ہو۔

(لایحتمل التاویل) سے وہ نص مراد ہےجس میں تاویل کی کوئی گنجائش نہ ہو،اس کو مفسر،قطعی الدلالت بالمعنی الاخص اورصریح متعین بھی کہا جاتا ہے۔قرآن عظیم اول سےآخر تک حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سےانتہائی اعلیٰ درجہ کےتواتر کےساتھ منقول ہے، اورحدیث متواتر بھی حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سےمتواتر ہوتی ہے،پس مراد یہ ہے کہ قرآن مقدس کی قطعی الدلالت بالمعنی الاخص آیت مقدسہ اور قطعی الدلالت بالمعنی الاخص حدیث متواتر سے جوامردینی ثابت ہو،وہ ضروری دینی ہے۔اس کا خلاصہ یہی ہے کہ جوامر دینی حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سےمتواتر ہو،وہ ضروری دینی ہے۔

نیز جس پراجماع ہوکہ یہی اس کامعنی ہےاوریہی معنی دین سے بدیہی طور پرمعلوم ہو تو وہ معنی ضروری دینی ہے۔جوامردینی بدیہی طور پرمعلوم ہو،اس پراجماع امت ہوتا ہے۔

اس کی صورت یہ ہے کہ قرآن عظیم کی غیر قطعی الدلالت بالمعنی الاخص آیت طیبہ میں میں کسی امر کاذکر ہو،لیکن اجماع امت ہوکہ اس آیت طیبہ کا یہی معنی ہےاوردین سے بدیہی طور پرمعلوم ہوکہ یہی اس کا معنی ہے۔دربار رسالت کے غیر حاضر کے لیے بدیہی طور پر معلوم ہونے کی ایک ہی صورت ہے کہ یہی معنی مراد ہوناحضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

سے تواتر کے ساتھ ثابت ہو۔اس صورت میں وہ آیت قرآنیہ گرچہ فی نفسہا مفسر نہیں،لیکن حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بیان قطعی کے سبب وہ آیت مفسر ہوگئی ۔یہی تشریح حدیث متواتر غیر قطعی الدلالت بالمعنی الاخص میں جاری ہوگی،پس اعادہ کی ضرورت نہیں۔

اسی کی ایک صورت یہ ہے کہ خبر واحد میں کسی معنی کا ذکر ہو،اوراسی معنی پر اجماع امت ہو،اور وہی معنی دین سے بدیہی طور پر معلوم ہے،یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ وہی معنی مروی ہو،جیسے نماز پنج گانہ کی فرضیت کا ذکر خبر واحد میں ہے اور نماز پنج گانہ کی فرضیت پر اجماع امت ہے اور نماز پنج گانہ کی فرضیت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ مروی ہے،گرچہ نماز پنج گانہ کی فرضیت کا ذکر خبر واحد میں ہے، لیکن اس کا معنی یعنی نماز پنج گانہ کی فرضیت متواتر وبدیہی ہے اوراس خبر واحد کے معنی پر اجماع امت ہے،پس نماز پنج گانہ کی فرضیت ضروریات دین سے ہے۔

اگر(وعُلِمَ من الدین بالضرورۃ) میں ’’علم‘‘ کا نائب فاعل ماقبل میں مذکور’’کل خبر‘‘ کوقرار دیا جائے تو معنی ہوگا جو بات دین سے بدیہی طور پر معلوم ہو،وہ ضروری دینی ہے ،اس وقت علامہ ہیتمی کی یہ تشریح ان ضروریات دین کو بھی شامل ہو جائے گی جن کی نص موجود نہیں ہے،لیکن وہ دینی بات حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر ہے۔

اس تشریح کا خلاصہ یہی ہے کہ جو امر دینی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر ہو،وہ ضروری دینی ہے،اور غیر حاضر کے لیے وہی امر دینی ضروری دینی ہے جو متواتر ہو۔

منقولہ بالا عبارت میں عمرہ کی فرضیت کو ضروریات دین میں سے بتایا گیا ہے ، حالاں کہ اس کی فرضیت ضروریات دین سے نہیں ہے۔شاید کاتب کا اضافہ ہے۔

فتاویٰ حدیثیہ کی منقولہ بالا عبارت میں بہت سی ضروریات دین کا بیان اور تشریح ہے۔ ضروریات دین کی تعریف ششم وہفتم میں ہے کہ ضروریات دین وہ دینی امور ہیں جو مشہور ہوں اور جن کو خواص وعوام جانتے ہوں۔اب جو ضروری دینی فرائض اربعہ(نماز،روزہ،حج

وزکات) کی طرح مشہور نہ ہو،اس کے بارے میں کسی کو یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ یہ ضروری دینی ہے یا نہیں؟باب سوم وچہارم میں بیان کر دیا گیا کہ تعریف ششم وہفتم نہ مطلق ضروری دینی کی حد تام ہے،نہ ضروری دینی کی قسم دوم کی حد تام ہے، بلکہ یہ دونوں تعریف بالرسم ہیں۔

(1) فتاویٰ حدیثیہ کی عبارت میں جن ضروریات دین کا بیان ہے، ان تمام کوعوام نہیں جانتے ،مثلاً اس میں شفعہ کا ذکر ہے۔عوام مسلمین کو یہ معلوم ہی نہیں کہ شفعہ کیا چیز ہے تو کیاعوام کے نہ جاننے کے سبب اس ضروری دینی کا غیرضروری دینی ہونا لازم آئے گا؟

(2) اگرعوام مسلمین کواسلامی عقائد ومسائل کاعلم بھی ہے تو ان کو یہ معلوم نہیں کہ کون سا مسئلہ ضروریات دین سے ہے اور کون سا مسئلہ ضروریات اہل سنت سے ہے اور کون سا مسئلہ ظنی اجماعی عقائد ومسائل میں سے ہے اور کون سا مسئلہ ثابتات محکمات سے ہے اور کون سا مسئلہ ظنیات محتملہ سے ہے۔عوام کو کچھ فرق وتمیز نہیں ، بلکہ مذکورہ اصطلاحات سے بھی عوام مسلمین کی اکثریت ناواقف ہے۔ضروریات دین ،ضروریات اہل سنت ،ظنی اجماعی عقائد ومسائل،ثابتات محکمات وظنیات محتملہ کی اصطلاح سے عام طور پرلوگ ناواقف ہیں۔

عوام کوفرض ، واجب ،سنت ،مستحب ،نفل ،حرام ، ناجائز ،مکروہ تحریمی ومکروہ تنزیہی کے نام معلوم ہیں۔خلاف اولیٰ اوراسائت کی اصطلاح سے بھی عوام ناواقف ہیں۔

فرض کی تین قسمیں ہیں: فرض قطعی ،فرض اعتقادی اورفرض عملی۔ان میں سے صرف فرض قطعی ضروریات دین سے ہے۔فرض اعتقادی ضروریات اہل سنت سے ہے۔فرض عملی ظنیات سے ہے۔کسی مجتہد کے یہاں کوئی بات فرض عملی ہوجاتی ہے،اس پراجماع نہیں ہوتا ہے۔واضح رہے کہ کبھی فرض قطعی کوبھی فرض اعتقادی کہا جاتا ہے۔وہاں غور کرنا ہوگا۔

ناجائزامور میں صرف حرام قطعی ضروریات دین سے ہے۔مکروہ تحریمی کوبھی حرام کہا جاتا ہے،لیکن مکروہ تحریمی ضروریات دین سے نہیں ہے۔ناجائز کا اطلاق حرام ومکروہ تحریمی دونوں پرہوتا ہے۔ان فقہی اصطلاحات کی تشریح بہار شریعت حصہ دوم کے شروع میں ہے۔

عوام کومعلوم ہے کہ نماز فرض ہے اور بہت سے حنفی عوام کومعلوم ہے کہ حنفی مذہب میں نماز میں سات فرائض ہیں،لیکن کون فرض قطعی ہے اور کون فرض اعتقادی اور کون فرض عملی ہے۔یہ تفصیل عوام کومعلوم نہیں، بلکہ فرض کی یہ تین قسمیں بھی سب کومعلوم نہیں ہیں۔عوام کو یہ بھی معلوم نہیں کہ حرام قطعی ضروریات دین سے ہے، بلکہ حرام قطعی وغیر قطعی سے بھی عام طور پرلوگ ناواقف ہیں۔ان کوحرام، ناجائز،مکروہ تحریمی وغیرہ اصطلاحات معلوم ہیں۔

(3) کتابوں میں صراحت ہے کہ ضروریات دین کی تفاصیل طویل ہے۔کیا ان تمام تفاصیل کا احاطہ عوام مسلمین یا ماوشما کو ہے۔ہرگز نہیں۔کیا ہماری لاعلمی کے سبب وہ ضروریات دین اپنے دائرہ سے خارج ہوکر ظنیات محتملہ میں شامل ہوجائیں گی؟

(4) شفعہ کا مسئلہ ضروریات دین سے ہے،لیکن اس کی خبر بعض اہل علم کو نہ ہوسکی کہ یہ ضروریات دین سے ہے،لیکن کسی کے نہ جاننے کے سبب اس ضروری دینی کا ضروری دینی ہونا باطل نہیں ہوگا، بلکہ لاعلمی کی حالت میں اس کا انکار کرنے پر حکم کفر نافذ نہیں ہوگا۔

عدت والی عورت سے نکاح کی حرمت ضروریات دین سے نہیں ہے۔بعض اہل علم نے فرمادیا کہ اس کی حرمت ضروریات دین سے ہے۔صدقہ فطر کی فرضیت ضروریات دین سے نہیں،لیکن متعدد فقہائے شوافع کے قول سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اسے ضروریات دین سے مانتے ہیں۔اس سے ظاہر ہے کہ لغزش کے سبب کوئی کسی غیر ضروری دینی کو ضروری دینی کہے تو وہ معذور ہے،لیکن اس وجہ سے وہ غیر ضروری دینی ضروریات دین سے نہیں ہوجائے گا۔ان تینوں امور کی تفصیلی بحث''البرکات النبویہ'':رسالہ یازدہم:باب اول میں ہے۔

ضروریات دین وہی دینی امور ہیں جوحضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قطعی الثبوت بالمعنی الاخص ہوں۔امام ابن حجر ہیتمی نے رقم فرمایا کہ ضروریات دین وہ دینی امور ہیں جومشہور ومتواتر ہوں،علما کے صحبت یافتگان پر مخفی نہ ہوں،وہ بلانظر واستدلال ان کو جانتے ہوں۔اس کے چند سطر بعد جوفرمایا،اس کا مفہوم ہے کہ ضروریات دین قطعی الثبوت

بالمعنی الاخص دینی امور ہیں۔اس سے واضح ہوگیا کہ تعریف ششم محض ایک تعارف ہے۔

خلاصہ بحث یہ کہ تعریف ششم وہفتم صرف مشہورضروریات دین کوشامل ہیں،تمام ضروریات دین کوشامل نہیں اوران دونوں تعریفوں پرکوئی اعتراض واردنہیں ہوگا،کیوں کہ یہ دونوں تعریفیں ضروری دینی کی حدتام نہیں کہ جامع ومانع ہونالازم ہو،بلکہ تعریف رسمی ہیں۔

دوسری صورت یہ ہے کہ خواص سے مجتہدین اورعوام سے علمائے متقنین مراد ہیں۔ اس صورت میں ماوشماعوام کے دائرہ سے باہر ہوں گے۔خودکوعوام کے دائرہ سے خارج مان لینے پرکوئی اعتراض نہیں ہوگا،لیکن کسی ضروری دینی کوضروریات دین کے دائرہ سے خارج مان لینے پرسخت اعتراض وارد ہوگا۔قطعی الثبوت بالمعنی الاخص دینی امورضروریات دین ہیں۔ہماری لاعلمی کے سبب کسی امرقطعی کی قطعیت زائل نہیں ہوسکتی ہے،وہ امرقطعی بالمعنی الاخص بہرصورت قطعی بالمعنی الاخص اورضروری دینی رہے گا۔

فتاویٰ حدیثیہ کی منقولہ بالاعبارت میں ضروری دینی کی دوتشریح ہے۔اسی طرح باب دوم میں متعددعلمائے اسلام سےضروری دینی کی متعددتعریفات منقول ہیں۔ان میں سے ہرتعریف حدتام نہیں ہوسکتی ہے۔کسی ماہیت کی حدتام ایک ہی ہوتی ہے،کیوں کہ کسی ماہیت کی جنس قریب ایک ہی ہوتی ہےاورفصل قریب بھی ایک ہی ہوتی ہے،پس متعددحدتام کی کوئی صورت نہیں۔ایسی صورت میں ضروری دینی کی ایک ہی تعریف حدتام ہوگی ودیگر تعریفات تعریف بالرسم ہوں گی۔تعریف رسمی کوحدتام مان لینے کےسبب معاملہ مشکل ہوگیا۔

حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتردینی امرضروری دینی ہے۔ہماری لاعلمی کےسبب وہ ضروریات دین کے دائرہ سے خارج نہیں ہوگا،اسی طرح لاعلمی کےسبب ضروری دینی کےانکارپرمسلمان اسلام کے دائرہ سے خارج نہیں ہوگا،لیکن قطعی طورپراسے معلوم ہوگیا کہ یہ مسئلہ ضروریات دین سے ہے،پھربھی انکارکرے تو کافرہے۔

<u>وماتوفیقی الاباللہ العلی العظیم والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہ الکریم وآلہ العظیم</u>

خاتمہ

باسمہ تعالیٰ وبحمدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الاعلیٰ وآلہ واصحابہ اجمعین

تمام عقائد کو ماننے کا حکم

ضروریات دین،ضروریات اہل سنت،ظنی جماعی عقائد وظنی غیراجماعی عقائد سب کو ماننے کا حکم ہے،اور ہرایک کو ویسا ہی ماننا ہے جیسا وہ ہے۔ضروری دینی قطعی بالمعنی الاخص دینی امر ہے تو اس کو قطعی بالمعنی الاخص ماننا ہے،ضروریات اہل سنت قطعی بالمعنی الاعم دینی امور ہیں تو ان کو قطعی بالمعنی الاعم ماننا ہے۔ظنی اجماعی عقاءظنی واجماعی ہیں تو ان کو ظنی واجماعی ماننا ہے۔ظنی غیراجماعی عقائد کو ظنی وغیراجماعی ماننا ہے۔یہ تفصیل معلوم نہ ہوتو اجمالی ایمان کافی ہے کہ مذہب اسلام میں جتنے عقائد واحکام ہیں،ہم نے ان تمام کو حق وصحیح مانا،پھر جب کسی امر کا تفصیلی علم ہوجائے تو اس کی تفصیلی تصدیق کرے۔فرق یہ ہے کہ ضروری دینی کے انکار پر تکفیر ہوتی ہے اور غیرضروریات کے انکار پر تضلیل ہوتی ہے۔

جن دینی امور پر ایمان لانے کا حکم ہے،ان کو متعلقات ایمان کہا جاتا ہے۔

امام ابن حجر ہیتمی مکی شافعی نے امام ابن ہمام حنفی اوران کے شاگرد محقق کمال ابن ابی شریف شافعی سے نقل کرتے ہوئے رقم فرمایا:(**ومنها قولهما ما حاصله-اَنَّ الَّذی یجب الایمان به هو ما جاء به محمد صلی اللّٰه علیه وسلم عن اللّٰه عز وجل-فیجب التصدیق بکل ما جاء به من اعتقادی وعملی-ومعنی التصدیق بالعملی اعتقاد حقیة العمل-وتفا صیل هذین کثیرةٌ جِدًّا.**

اِذْ حَاصِلُ مَا فِی الْکُتُبِ الْکَلَامِیَّةِ هو الاعتقادات-ومافی دواوین السنة هو الاعتقادات والاعمال-فاکتفٰی بالاجمال-وهو اَنْ یُقِرَّ بِاَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم بشرط مطابقة قلبه

واستسلامہ بلسانہ–واما التفاصیل،فما یعقلہ المکلف فیھا–لَزِمَہ اعطائُہ حَقَّہ–ثُمَّ اِنْ نَفٰی جحودُہ الاستسلامَ–کالمواظبۃ علٰی ترک سنۃٍ استخفافًا بھا وقَتْلِ نَبِیٍّ ونحوھما–مما ذکرہ الحنفیۃ فی کتبھم وتبعھم علٰی اکثرھا ائمتُنا فی الفروع–اَوْ وَجَبَ تَکْذِیْبُ النَّبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم–کجحد المعلوم من الدین بالضرورۃ،کَانَ جَحْدُہ کُفْرًا–وَاِنْ لَمْ ینف جحدُہ ذلک–کان جحدُہ فِسْقًا وَضَلَالًا)(فتاویٰ حدیثیہ:ص140-دارالفکر بیروت)

ترجمہ:اسی میں سے امام ابن ہمام اوران کے شاگرد کا قول ہے جس کا خلاصہ ہے کہ:

جس پر ایمان لانا واجب ہے،وہ ہے جس کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی جانب سے لائے،پس حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لائے ہوئے ہر اعتقادی وعملی حکم کی تصدیق فرض ہے اور عملی کی تصدیق کا معنی عمل کے حق ہونے کا اعتقاد کرنا ہے اور اعتقادی وعملی کی تفصیل بہت زیادہ ہے،کیوں کہ کلامی کتابوں میں جو کچھ ہے،اس کا حاصل اعتقادات ہیں،اور حدیث وسنت کے دفاتر میں جو کچھ ہے،اس کا حاصل اعتقادات واعمال ہیں،پس اجمال پر اکتفا کرے،اور وہ اقرار کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے،اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں،یہ اقرار اپنے دل کی موافقت اور اپنی زبان سے تسلیم کرنے (استسلام) کی شرط کے ساتھ مشروط ہے۔

لیکن تفاصیل تو ان میں سے جسے مکلّف سمجھ لے،اسے اس کا حق دینا لازم ہے(ماننا لازم ہے) پھر اگر مکلّف کا انکار استسلام کی نفی کرے جیسے کسی سنت کو ہلکا سمجھتے ہوئے اس کے ترک پر مداومت اختیار کرنا اور کسی نبی علیہ السلام کو قتل کرنا اور ان جیسے امور،جن کو فقہائے احناف نے اپنی کتابوں میں ذکر کیا اور ان میں سے اکثر فرعی مکفرات پر ہمارے ائمہ شافعیہ نے ان کی پیروی کی،یا مکلّف کا انکار حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تکذیب کا سبب ہو،جیسے دین سے بدیہی طور پر معلوم امر کا انکار تو مکلّف کا انکار کفر ہوگا اور

اگراس کاانکارایسانہ ہوتواس کاانکارفسق فی العقیدہ اورگمرہی ہوگا۔

علامہ بدایونی قدس سرہ العزیز نے رقم فرمایا:(مُتَعَلَّقُ الْاِیْمَانِ اَیْ مَا یَجِبُ الْاِیْمَانُ بِہ ھُوَ مَاجَاءَ بہ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم-فَیَجِبُ التَّصْدِیْقُ بِکُلِّ مَا جَاءَ بہ عَنِ اللّٰہِ تَعَالٰی-مِنْ اِعْتِقَادِیٍّ وَعَمَلِیٍّ-والمراد بالعملی اِعْتِقَادُ حَقِّیَّۃِ الْعَمَلِ-وَحَاصِلُ کُلِّ ما فی الکتب الکلامیۃ ودواوینِ السنۃ تَفَاصِیْلُ لِھٰذَیْنِ-وَاِجْمَالُہ اَنْ یُقِرَّ بِاَنْ لاَ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَبِاَنّ مُحَمَّدًا رَسُوْ لُ اللّٰہِ عن مطابقۃ جنانہ واستسلامہ-وَمَا وَقَعَ مِنَ التَّفَاصِیْلِ فی ملاحظۃ الْمُکَلِّفِ بِاَنْ جَذَبَہ جَاذِبٌ اِلٰی تَعَقُّلِ ذلک الامر التفصیلی وَجَبَ الْاِیْمَانُ بِہ تَفْصِیْلًا-فَاِنْ کَانَ ذٰلِکَ الْاَمْرُ التَّفْصِیْلِیُّ مِمَّا یَنْفِیْ جَحْدُہ الْاِسْلَامَ اَوْ یُوْجِبُ التَّکْذِیْبَ لِلنَّبِیِّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فَجَحَدَہ الْمُکَلَّفُ حُکِمَ بِاَنَّہٗ کَافِرٌ-وَاِلَّا فُسِّقَ وَضُلِّلَ اَیْ حُکِمَ بِاَنَّہ فَاسِقٌ ضَالٌّ)

(المعتقد المنتقد :ص209-المجمع الاسلامی مبارکپور)

ترجمہ:متعلق ایمان یعنی جس پرایمان لاناواجب ہے،وہ ہے جوحضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لائے ،پس ہراعتقادی اورعملی امر جوحضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے ،ان کی تصدیق فرض ہے اورعملی سے مرادعمل کے حق ہونے کا اعتقادرکھنا ہے،اورکلامی کتابوں اورحدیث وسنت کے دفتروں میں جوکچھ ہے،اس کاحاصل انہیں دونوں باتوں کی تفصیل ہے،اوراس تفصیل کااجمال کہ یہ اقرارکرے کہ اللہ تعالیٰ کے سواکوئی معبودنہیں اورحضرت محمدمصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں ،اوراس کا دل اس کی زبان کے مطابق ہو،اوراسے وہ دل سے قبول کرتاہو۔

اورمکلّف کے ملاحظہ میں جوتفصیل واقع ہو،بایں طورکہ کوئی امراس کواس امرتفصیلی کے سمجھنے کی طرف کھینچے تواس پرتفصیلاً ایمان واجب ہے،پس اگروہ امرتفصیلی اس قبیل سے

ہو جس کا انکار اسلام کی نفی کرنے والا یا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تکذیب کا سبب ہو،اور مکلّف نے اسے نہ مانا تو حکم دیا جائے گا کہ وہ کافر ہے، ورنہ اس کی تفسیق وتضلیل ہوگی ،یعنی حکم دیا جائے گا کہ وہ فاسق (فی العقیدہ) گمراہ ہے۔

الحاصل دینی امور کی متعدد اقسام ہیں :ضروریات دین ،ضروریات اہل سنت ،ظنی اجماعی عقائد ومسائل ،ظنی غیر اجماعی عقائد ومسائل ۔ ہر عقیدہ ومسئلہ کو ویسا ہی ماننا ہے، جیسا وہ ہے۔تفصیل معلوم نہ ہو تو اجمالی اقرار کافی ہے اور تفصیل معلوم ہو جانے پر تفصیلی تصدیق لازم ہے۔ ہر قسم کے انکار کا حکم جداگانہ ہے۔ان میں سے ضروری دینی کا منکر کافر ہے۔

ضروریات اہل سنت کا منکر متکلمین کے یہاں گمراہ ہے اور فقہائے احناف اوران کے مؤیدین کے نزدیک کافر فقہی ہے اور اجماعی عقائد کا منکر محض گمراہ ہے، نہ کافر فقہی ہے، نہ کافر کلامی ۔غیر اجماعی ظنی عقائد میں اصحاب تحقیق کا اختلاف ہوتا ہے۔

عقائد کے چار دلائل

فقہ کے چار دلائل ہیں: (1) قرآن (2) حدیث (3) اجماع (4) قیاس۔

عقائد کے بھی چار دلائل ہیں ۔ان چاروں دلائل کا ذکر درج ذیل فتویٰ میں ہے۔

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شرح عقائد عضدیہ للمحقق الدوانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خطبہ میں ہے: **(یا من وفقنا لتحقیق العقائد الاسلامیة عصمنا عن التقلید فی الاصول والفروع الکلامیة)**

اور یہ بھی مشہور ہے: **(لا تقلید فی الاعتقادیات)**

حضور! اگر ایسا ہے تو جاہل کے لیے یہ کیوں ہے کہ جب اس کے سامنے کوئی عقیدہ پیش کیا جائے ،اور یہ نہ جانتا ہو تو کہے: ''میرا وہ عقیدہ ہے جو اہل سنت کا ہے''۔

بلکہ کوئی جاہل، بلکہ اکثر معمولی عالم اکثر عقائد کے استدلال نہیں جانتے ،اور ہم اکثر ثبوت عقائد میں اقوال ائمہ پیش کرتے ہیں اور یہ طریق اثبات تصانیف علمائے عظام میں

موجود۔ یا اس کے معنی یہ ہیں کہ عقائد کا علم یقینی مثل علم امر محقق ہو، نہ علم ظنی مثل علم مرد مقلد؟

الجواب: جس طرح فقہ میں چار اصول ہیں۔ کتاب، سنت، اجماع، قیاس۔

عقائد میں چار اصول ہیں۔ کتاب، سنت، سواد اعظم، عقل صحیح۔

تو جو اُن میں ایک کے ذریعہ سے کسی مسئلہ عقائد کو جانتا ہے، دلیل سے جانتا ہے، نہ کہ بے دلیل محض تقلیداً۔

اہل سنت ہی سواد اعظم اسلام ہیں تو ان پر حوالہ، دلیل پر حوالہ ہے، نہ کہ تقلید۔

یونہی اقوال ائمہ سے استناد اسی معنی پر ہے کہ یہ اہل سنت کا مذہب ہے، ولہٰذا ایک دو، دس بیس علمائے کبار ہی سہی، اگر جمہور وسواد اعظم کے خلاف لکھیں گے، اس وقت ان کے اقوال پر نہ اعتماد جائز، نہ استناد کہ اب یہ تقلید ہوگی، اور وہ عقائد میں جائز نہیں۔

اس دلیل اعنی سواد اعظم کی طرف ہدایت اللہ ورسول جل وعلیٰ وصلی اللہ علیہ وسلم کی کمال رحمت ہے۔ ہر شخص کہاں قادر تھا کہ عقیدہ کتاب وسنت سے ثابت کرے۔

عقل تو خود ہی سمعیات میں کافی نہیں، ناچار عوام کو عقائد میں تقلید کرنی ہوتی، لہٰذا یہ واضح روشن دلیل عطا فرمائی کہ سواد اعظم مسلمین جس عقیدہ پر ہو، وہ حق ہے۔ اس کی پہچان کچھ دشوار نہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے وقت میں تو کوئی بد مذہب تھا ہی نہیں، اور بعد کو اگر چہ پیدا ہوئے، مگر دنیا بھر کے سب بد مذہب ملا کر کبھی اہل سنت کی گنتی کو نہیں پہنچ سکے۔

للہ الحمد فقہ میں جس طرح اجماع اقوی الادلہ ہے کہ اجماع کے خلاف کا مجتہد کو بھی اختیار نہیں۔ اگر چہ وہ اپنی رائے میں کتاب وسنت سے اس کا خلاف پاتا ہو، یقیناً سمجھا جائے گا کہ یا فہم کی خطا ہے، یا یہ حکم منسوخ ہو چکا ہے، اگر چہ مجتہد کو اس کا ناسخ نہ معلوم ہو۔

یونہی اجماع امت تو شئ عظیم ہے۔ سواد اعظم یعنی اہل سنت کا کسی مسئلہ عقائد پر اتفاق یہاں اقوی الادلہ ہے۔ کتاب وسنت سے اس کا خلاف سمجھ میں آئے تو فہم کی غلطی ہے۔ حق سواد اعظم کے ساتھ ہے۔

اور ایک معنی پر یہاں اقوی الادلہ عقل ہے کہ اور دلائل کی حجیت بھی اسی سے ظاہر ہوئی ہے، مگر محال ہے کہ سواد اعظم کا اتفاق کسی برہان صحیح عقلی کے خلاف ہو''۔

(فتاویٰ رضویہ: جلد یازدہم:ص56-57-رضا اکیڈمی ممبئی)

منقولہ بالافتویٰ میں ہے کہ عقائد کے چار دلائل ہیں:

''عقائد میں چار اصول ہیں: کتاب،سنت،سواد اعظم،عقل صحیح''۔

سواد اعظم سے اجماع سواد اعظم مراد ہے،یعنی اہل سنت وجماعت کا اجماع۔

علم عقائد کی فضیلت

علامہ تفتازانی نے رقم فرمایا:(**ھو اشرف العلوم لکونه اساس الاحکام الشرعیه ورئیس العلوم الدینیة-وکون معلوماته العقائد الاسلامیة-وغایته الفوز بالسعادات الدینیة والدنیویة-وبراهینه الحجج القطعیة المؤید اکثرها بالادلة السمعیة**)(شرح عقائد نسفیہ:ص17-مجلس برکات مبارک پور)

ترجمہ:علم کلام علوم میں بہت زیادہ شرف وعظمت والا ہے، کیوں کہ یہ احکام شرعیہ کی بنیاد اور علوم دینیہ کا سردار ہے،اور اس کی معلومات عقائد اسلامیہ ہیں اور اس کا مقصد دینی اور دنیوی سعادتوں سے سرفراز ہونا ہے اور اس کے دلائل قطعی دلائل ہیں جن میں سے اکثر سمعی دلائل (قرآن وحدیث) سے تائید یافتہ ہیں۔

علامہ بدایونی قدس سرہ العزیز نے علم کلام کی تعریف میں رقم فرمایا:(**العلم الباحث عن جملة ذلک یسمی بعلم الکلام والعقائد والتوحید-عَرَّفُوْهُ بِاَنَّهُ الْعِلْمُ بالعقائد الدینیة عن الادلة الیقینیة**)(المعتقد المنتقد:ص14-مبارک پور)

ترجمہ:ان تمام امور کے بارے میں بحث کرنے والے علم کا نام علم کلام،علم عقائد اور علم توحید ہے،اور علما نے اس کی تعریف کی کہ وہ دلائل یقینیہ سے عقائد دینیہ کو جاننا ہے۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہ الکریم وآلہ العظیم

مؤلف کے کلامی وفقہی رسائل وکتب

(1)البرکات النبویۃ فی الاحکام الشرعیہ(بارہ رسائل)

(2)مسئلہ تکفیر کس کے لیے تحقیقی ہے؟(خلیل بجنوری کے نظریات کارد)

(3)ضروریات دین:تعریفات واقسام(ضروریات دین کی تعریفات کا تجزیہ)

(4)فرقہ وہابیہ:اقسام واحکام(مرتد فرقوں کے چار طبقات واحکام کا بیان)

(5)تحقیقات وتنقیدات(لفظ خطا سے متعلق مضامین کا مجموعہ)

(6)اسماعیل دہلوی اوراکابر دیوبند(اسماعیل دہلوی اوراکابر دیوبند کا شرعی حکم)

(7)معبودان کفاراورشرعی احکام(معبودان کفار کی مدح سرائی کے احکام:تین حصے)

(8)مناظراتی مباحث اورعقائد ونظریات(اہل قبلہ کی تکفیر پر تبصرہ)

(9)تاویلات اقوال کلامیہ(کلامی اقوال کی توضیح وتشریح)

(10)معروضات وتأثرات(رسالہ:''اہل قبلہ کی تکفیر''پر معروضات:شش حصص)

(11)ضروریات دین اورعہد حاضر کے منکرین(دفتر اول)

(12)ضروریات دین اورعہد حاضر کے منکرین(دفتر دوم)

(13)ضروریات دین اورعہد حاضر کے منکرین(دفتر سوم)

(14)روشن مستقبل کے سنہرے خاکے(دین ومسلک کے فروغ کی تدابیر)

(15)تصاویر حیوانات:اقسام واحکام(کس تصویر کی حرمت پر اجماع ہے؟)

(16)عرفانی نظریات کے حساس مقامات(عرفان مذہب ومسلک پر تبصرہ)

(17)ہندودھرم اورپیغمبرواوتار(مکتوب مظہری کی توضیح وتشریح)

(18)ظلم وستم اورحفاظتی تدابیر(بدمذہبوں سے میل جول کے احکام)

(19)تکفیر دہلوی اورعلمائے اہل سنت وجماعت(دہلوی کی تکفیر فقہی کا بیان)

(20)حوالہ دکھاؤ!ایک لاکھ انعام پاؤ!(تکفیر دہلوی سے متعلق غلط فہمیوں کا ازالہ)

(21) تقدیس الوکیل اورعلامہ بابصیل (تنقیص نبوی کفر ہے یا زندیقیت؟)

(22) گمراہ محض کاذبیحہ حلال (بدمذہبوں کے ذبیحہ کے احکام)

(23) وہابیوں سے نکاح ونکاح خوانی (وہابیوں سے نکاح کرنے، وہابیوں سے نکاح پڑھوانے اور وہابیوں ودیوبندیوں کو زکات دینے کے شرعی احکام کا بیان)

(24) باب اعتقادیات کے جدید مغالطے (مسئلہ تکفیر سے متعلق جدید مغالطے)

(25) کفرکلامی اورعدم فہم (ایک وائرل ویڈیو کے مشمولات پر تبصرہ)

(26) جدیدعقائد ونظریات (قادیانیوں ودیوبندیوں سے متعلق غلط نظریات کارد)

(27) حق پرستی اورنفس پرستی (غلط اقوال کی باطل تاویلات کارد وابطال)

(28) جدید اعتقادی مغالطے (باب اعتقادیات کے جدید مغالطّوں کے جوابات)

(29) علامہ عبدالباری فرنگی محلی کی توبہ (اختلاف، توبہ اور چارتوبہ نامہ کاتذکرہ)

(30) بدمذہبوں سے میل جول (بدمذہبوں سے ربط وتعلق وسیاسی اتحاد کے احکام)

(31) کفریہ عبارتوں کی خبراورعدم تکفیر (قادیانی وعناصرار بعہ کی عبارتوں کی خبر وعدم تکفیر)

(32) سیداحمدرائے بریلوی کاشرعی حکم (رائے بریلوی کی تکفیرفقہی کی بحث)

(33) سکوت دہلوی کاخیالی دعویٰ (اسماعیل دہلوی کے فرضی سکوت کارد وابطال)

(34) تکفیرفقہی میں من شک کااستعمال (تکفیرفقہی میں من شک کے استعمال کے شواہد)

(35) حقانیت کی نشانیاں (اہل سنت وجماعت کی حقانیت کی علامتیں اورنشانیاں)

(36) الاضافات الجیدۃ علی الصوارم الہندیہ (حسام الحرمین کی جدید تصدیقات)

(37) ضروریات اہل سنت اورفقہائے احناف (انکار پرتکفیرفقہی کاحکم)

(38) قطعیات اربعہ اورظنیات (قطعیات وظنیات اوراجماعی عقائد کی تشریح)

(39) کفرکلامی اورکفرفقہی (کفر کے اقسام واحکام کاتفصیلی بیان)

(40) عبارات شارح بخاری (فتاویٰ ومقالات کی عبارتوں کی تشریحات)

(41)فقیہ اور اہل نظر فقیہ (فقیہ واہل نظر فقیہ کے اوصاف اور فقہی اختلاف کا حکم)
(42)فتاویٰ رضویہ اور فقہی اختلاف (فتاویٰ رضویہ سے ہر فقیہ کو اختلاف کرنا صحیح نہیں)
(43)اتحاد اہل سنت اور احکام شریعت (اعتقادی مسائل کے حل کی ترغیب)
(44)مسئلہ تکفیر اور تحقیق یا تصدیق (صحیح تکفیر کلامی کی تصدیق کے شرائط کا بیان)
(45)الموت الاحمر اور الزامی جوابات (الموت الاحمر کی متعدد عبارتوں کی تشریح)
(46)لغزش وخطا اور ضد واصرار (بعد فہم کے جدید نظریہ پر معروضات وتاثرات)
(47)دیو بندوسرا واں اور عناصر اربعہ (فرقہ سراویہ کی تلبیسات کا رد وابطال)
(48)اجماع متصل اور ضروریات دین (اجماع متصل اور اجماع مجرد کا بیان)
(49)ضروریات دین کا تعارف (ضروریات دین کی سات تعبیرات وتعریفات)
(50)حکیم ترمذی اور مسئلہ ختم نبوت (ختم نبوت سے متعلق حکیم ترمذی کی عبارت پر تبصرہ)
(51)کفر لزومی اور فقہا ومتکلمین (کفر لزومی اور اصحاب تاویل کے احکام کا بیان)
(52)رام بھکتی اور متصوفین ووہابیہ (معبودان ہنود سے متعلق اسلامی احکام کا بیان)
(53)مذہبی شعار اور قومی شعار (کفار اصلی وبد مذہبوں کے مذہبی وقومی شعار کا بیان)
(54)کفار ومرتدین اور جمہوری ممالک (جمہوری ملکوں میں کفار ومرتدین کے احکام)
(55)برصغیر میں نیم رافضیت کا فروغ (عصر حاضر میں نیم رافضیت کا فروغ)
(56)کافر کلامی اور کافر فقہی (کافر کلامی کو کافر فقہی اور گمراہ کہنے کا شرعی حکم)
(57)قطعی مسائل میں ایک حق (قطعیات میں ایک قول کے حق ہونے کا بیان)
(58)نصیر الدین ومذبذبین (نصیر طوسی کی تاویل اور مذبذبین کی تحریف کا بیان)
(59)توبہ کی شہرت کاذبہ (شرعی احکام میں جھوٹی توبہ کا اعتبار نہیں)
(60)تکفیر دہلوی اور الزامی جواب (شہرت توبہ کے ذریعہ الزامی جواب کی بحث)
(61)عقائد اسلامیہ اور تصدیق وتحقیق (بلا استدلال ایمان کے صحیح ہونے کا بیان)

(62)قرآن وحدیث اورضروریات دین(ضروری دینی کی دلیل:قرآن وحدیث کابیان)
(63)عقل سلیم اورضروریات دین(ضروری دینی کی دلیل:عقل سلیم کابیان)
(64)علم عقائدوکلام:تعلیم اورضرورت(علم عقائدوکلام کی ضرورت کابیان)
(65)تخصص فی العقائد:نصاب ونظام(تخصص فی العقائدوعلم کلام کورس کی تفصیل)
(66)تاویل قریب اورتاویل بعید(تاویل قریب،تاویل بعیدوتاویل متعذرکابیان)
(67)ضروریات اہل سنت اوراجماعی عقائد(اجماعی عقائدکابیان)
(68)تقلید حقیقی اورتقلیدعرفی(ائمہ مجتہدین کی تقلیدعرفی کابیان اورغیرمقلدین کارد)
(69)مصباح المصابیح فی احکام التراویح(بیس رکعت تراویح کے دلائل)
(70)عمان اعلامیہ حقائق کے اجالے میں(عمان اعلامیہ کےنظریات کاردوابطال)
(71)اہداءثواب الخیرات الی الاحیاءوالاموت(ایصال ثواب کے جواز کی بحث)
(72)شب میلادکی افضلیت(شب ولادت اقدس کی افضلیت کی بحث)
(73)امواج البحرعلیٰ اصحاب الصدر(غیرمقلدوں کے چندفقہی مسائل کارد)
(74)قانون شریعت شافعی(فقہ شافعی کےروزہ،نماز،حج وزکات کےمسائل)
(75)السوادالاعظم من عہدالرسالۃ الیٰ قرب القیامہ(اہل سنت کی حقانیت کی علامات)
(76)احادیث وآثاراورمجتہدین اسلام(اذاصح الحدیث فہومذہبی کی تشریح)
(77)سلفیوں کےاسلاف وائمہ(غیرمقلدین کے مذہبی پیشواؤں کاتذکرہ)
(78)کشف والہام اورتقلیدمجتہدین(کشف والہام کےشرعی دلیل نہ ہونے کابیان)
(79)گمراہ سےنکاح جائزنہیں(گمراہ سےنکاح کےناجائزہونےکابیان)
(80)تعلیم دین اوراطفال مسلمین(دینی تعلیم کی ترغیب اورشرعی احکام کابیان)
(81)مذاہب اربعہ اورمرجوح اقوال(مرجوح قول پرعمل نہ کرنے کےحکم کابیان)
(82)ولایت واجتہاد:وہبی یاکسبی؟(درجہ اجتہادکےمثل وہبی ہونے کابیان)

(83)تلخیص رسائل رضویہ(اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کے تین رسائل کی تلخیص)

(84)القول السدید فی الاجتہاد والتقلید (اجتہاد وتقلید سے متعلق تفصیلی مباحث)

(85)قیاس واجتہاد اور مجتہدین اسلام (قیاس واجتہاد کے شرائط ولوازم کا بیان)

متفرق کتب ورسائل

(1)آزاد بھارت کی سیاسی تاریخ (بھارت کی مرکزی حکومتوں کی مختصر تاریخ)

(2)دیوان لوح وقلم (دفتر اول)(مذہبی وغیر مذہبی مضامین کا مجموعہ)

(3)دیوان لوح وقلم (دفتر دوم)(مذہبی وغیر مذہبی مضامین کا مجموعہ)

(4)مدارس اسلامیہ:نصاب ونظام (مدارس کے نصاب ونظام پر تبصرہ وتجزیہ)

(5)تعلیمی مسائل (دینی وعصری تعلیم سے متعلق مضامین)

(6)قومی مسائل (بھارتی مسلمانوں کے ملی وسیاسی مسائل)

(7)البیان الکافی فی حیاۃ الشافعی (امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت مبارکہ)

(8)تاریخ آمد رسول (تاریخ ولادت اقدس کا تعین اور جواز میلاد کی بحث)

(9)امام احمد رضا کے پانچ سو باسٹھ علوم وفنون (پانچ سو باسٹھ علوم وفنون کی تفصیل)

(10)جنوبی کرناٹک اور حنفی وشافعی اتحاد (رویت ہلال واقتدا وغیرہ کے مسائل)

(11)تصانیف مجدد اسلام (امام اہل سنت کے سات سو چار رسائل کی فہرست)

(12)تجدید دین ومجدد دین (تجدید دین کی تشریح وتوضیح اور مجددین کی فہرست)

(13)عشق نبوی کے آداب ووسائل (عشق نبوی کے آداب واسباب کا بیان)

(14)سراج ملت:حیات وخدمات (حضرت سید سراج اظہر قدس سرہ کے حالات)

(15)تاریخ کیرلا (بھارت کی ریاست کیرلا کی مختصر اسلامی وسیاسی تاریخ)

(16)وہابیوں کی سیاسی بازی گری (وہابیوں اور دیوبندیوں کی سیاسی تاریخ)

(17)امام اعظم اورعلم حدیث (علم حدیث میں امام اعظم کی مہارت کا بیان)

(18)ملک العلما اور صحیح البہاری (صحیح البہاری کا تعارف اورضرورت)

(19)رفاعی کبیر: فضائل ومناقب (حضرت سید احمد کبیر رفاعی کے فضائل ومناقب)

(20)فقیہ زین الدین مخدوم شافعی (کیرلا کے مخدومی خاندان کے احوال وخدمات)

(یہ ان کتابوں کی فہرست ہے جن کی پی ڈی ایف فائل دستیاب ہے)

علم عقائد کورس کی نصابی کتابیں

درج ذیل دس کتب ورسائل تخصص فی العقائد میں داخل مطالعہ اورعلم کلام کورس میں داخل درس ہیں ۔ان کتابوں میں علم عقائدوفن کلام کے اصول وقوانین اور عقائد اسلامیہ (ضروریات دین،ضروریات اہل سنت،اجماعی عقائد اورظنی فروعی غیر اجماعی عقائد) کے دلائل وبراہین کے تفصیلی مباحث اورکفر کلامی وکفرفقہی کے اقسام واحکام اور شرائط ولوازم مرقوم ہیں ۔دیگرتفاصیل ''تخصص فی العقائد: نصاب ونظام'' میں مرقوم ہیں ۔

(1)ضروریات دین:تعریفات واقسام

(ضروریات دین کی آٹھ تعریفات کا تجزیہ اورضروری دینی کی حدتام کاتعین، ضروریات عقلیہ وضروریات شرعیہ کا بیان ،ضروری دین کے مومنین کے لیے مثل بدیہی ہونے کی بحث اوربعض ضروریات دین کے تفصیلی علم کے محال ہونے کی تفصیل)

(2)قرآن وحدیث اورضروریات دین

(ضروریات دین کی دلیل ''مفسرآیات قرآنیہ ومفسر احادیث متواترہ'' کا بیان،خبرمتواتر کاتفصیلی بیان اورمتواترات دینیہ ومتواترات غیر دینیہ کےاحکام کا بیان)

(3)اجماع متصل اورضروریات دین

(ضروریات دین کی دلیل ''اجماع متصل'' کا بیان،اجماع مجرد کےاقسام اوران قسموں کےانکار کےاحکام کا بیان اورسنداجماع کے اعتبار سےاجماع کی قسموں کا بیان)

(4)عقل سلیم اورضروریات دین

(ضروریات دین کی دلیل ''عقل سلیم'' کا بیان،شریعت سےعقلیات کی تائید کی بحث،ضروریات دین کی نقیض کونہ ماننے کی بحث اورعقلیات غیرضروریہ کا بیان)

(5) ضروریات اہل سنت اور فقہائے احناف

(ضروریات اہل سنت کی توضیح وتشریح اوران کے دلائل کا بیان اورفقہائے احناف کے یہاں تاویل کے ساتھ ضروریات اہل سنت کے انکار پر تکفیر فقہی کی بحث)

(6) قطعیات اربعہ اور ظنیات

(قطعی بالمعنی الاخص، قطعی بالمعنی الاعم، قطعی اخص، ظنی ملحق بالقطعی، ظنی بالمعنی الاخص، ظنی بالمعنی الاعم، احتمال قریب، احتمال بعید واحتمال باطل کی تشریح، ایہام واحتمال کے فرق کا بیان، عقائد اسلامیہ کے درجات اوراجماعی عقائد کا تعارف)

(7) کفر کلامی اور کفر فقہی

(کفر کلامی کے اقسام (کفر بدیہی غیر کسبی، کفر بدیہی اولی وکفر بدیہی خفی) وکفر فقہی کے اقسام (کفر فقہی قطعی، کفر فقہی ظنی وکفر فقہی احتمالی) اوران کے احکام کا بیان)

(8) تاویل قریب اور تاویل بعید

(تاویل قریب، تاویل بعید، تاویل متعذر، تاویل صحیح، تاویل فاسد، تاویل باطل کی تعریفات وتشریحات اور متکلمین کے یہاں تاویل بعید کی قبولیت کا بیان، ضروریات دین میں تاویل کی عدم قبولیت اوراحتمال بعید کے سبب تکفیر کلامی نہ ہونے کا بیان)

(9) تکفیر کلامی کے شرائط ولوازم

(تکفیر کلامی کے لیے احتمال فی الکلام، احتمال فی التکلم اوراحتمال فی المتکلم کے معدوم ہونے کی بحث، کفر کلامی کی تشریح اور کفر کلامی کی متعدد صورتوں کا بیان)

(10) کفر لزومی اور فقہا ومتکلمین

(کفر لزومی وکفر التزامی کی تشریح وتفصیل اورفقہا کے یہاں لازم مذہب کے مذہب ہونے اور متکلمین کے یہاں لازم مذہب کے مذہب نہ ہونے کا تفصیلی بیان)

تخصص فی العقائد

(آن لائن دوسالہ کورس)

شرط داخلہ: امیدوار کسی سنی ادارہ سے فضیلت یا عالمیت کی سند حاصل کیا ہو۔

وقت تعلیم: بعد نماز ظہر (ایک گھنٹہ)(2 PM--3 PM)

ایام تعلیم: ہفتہ میں ایک دن (بروز یک شنبہ)

امتحانات: ہر سال دو امتحان ہوگا۔ ہر امتحان میں تین کتابیں داخل نصاب ہوں گی۔

علم کلام کورس

(آن لائن دوسالہ کورس)

شرط داخلہ: امیدوار درس نظامی کے ابتدائی درجات کی تعلیم حاصل کر چکا ہو۔

وقت تعلیم: بعد نماز عشا (ایک گھنٹہ)(10 PM--11 PM)

ایام تعلیم: ہفتہ میں ایک دن (بروز یک شنبہ)

امتحانات: ہر سال دو امتحان ہوگا۔ ہر امتحان میں دو کتابیں داخل نصاب ہوں گی۔

نصاب تعلیم ونظام تعلیم کی تفصیل ”تخصص فی العقائد: نصاب ونظام“ میں مرقوم ہے۔

دونوں کورس میں ہر دو ماہ کے بعد ایک بار متعلمین کا تعلیمی جائزہ لیا جائے گا۔

سوال وجواب: نصابی امور سے متعلق سوال کے لیے جمعہ کا دن مقرر رہوگا۔

داخلہ: تخصص فی العقائد اور علم کلام کورس میں ہر سال ماہ شوال وماہ ذی قعدہ میں داخلہ ہوگا۔ ماہ ربیع الآخر میں ششماہی امتحان اور ماہ شوال میں سالانہ امتحان ہوگا۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم وآلہ العظیم

تخصص فی العقائد

(آن لائن دو سالہ کورس)

علم کلام کورس

(آن لائن دو سالہ کورس)